

مجبوبِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور شان و مقام اور عظمتوں کا ایمان افروز تذکرہ

معارفِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

قدم بقدم





از افادات

محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی صاحب مدظلہ

جمع و ترتیب

مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

بیت الاشاعت کراچی

محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور شان و مقام اور عظمتوں کا ایمان افروز تذکرہ

معارفِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

قدم بقدم

از افادات

محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی صاحب مدظلہ

جمع وترتیب

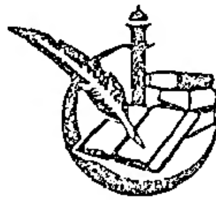
حضرت مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی صاحب مدظلہ

بیت الاشاعت کراچی

نام کتاب ■ معارفِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

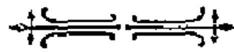
از افادات ■ حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی صاحب مدظلہ

جمع وترتیب ■ حضرت مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی صاحب مدظلہ



بیت الاشاعت کراچی
0321-7556284

فہرست مضامین



انتساب

احقر راقم اثیم کتاب بنام ''معارفِ نبوی معارفِ نبوی ﷺ قدم بہ قدم'' کو

بطورِ ایصالِ ثواب

محترم ومکرم حاجی ظفر صاحب کے والد محترم

حضرت حاجی شیر محمد صاحب نور اللہ مرقدہ کی نذر کرتا ہوں

اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرماتے ہوئے

ان کے درجات بلند فرمائے اور مغفرت کاملہ عطا فرمائیں۔ آمین

محتاجِ دعا

محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

مقدمہ

اس لئے نبی کریم ﷺ کی سیرت کی مثال سمندر کی مانند ہے، جیسے سمندر کی گہرائیوں کو ناپنا انسان کے بس میں نہیں اسی طرح نبی کریم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کا بیان کرنا انسان کے بس کی بات ہی نہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت آسمان کی مانند ہے، انسان شہر میں ہو، جنگل میں ہو، وادی میں ہو، پہاڑ کی چوٹی پر ہو، جہاں بھی ہو، سر اٹھا کر دیکھے اسے آسمان نظر آتا ہے، اسی طرح انسان اپنی زندگی کے جس موڑ پر بھی ہو، لڑکپن میں ہو، جوانی میں ہو، بڑھاپے میں ہو، ازدواجی زندگی ہو، کام کاروبار ہو، اجتماعی زندگی ہو، جس سمت سے بھی ہو، ذرا سا سر اٹھا کر جو دیکھے تو اس کو نبی ﷺ کی سیرت آسمان کی طرح نظر آتی ہے اور اس کو ہدایت مل جاتی ہے۔

چنانچہ سیرت بیان کرنے کے لئے علماء نے انوکھے انداز اختیار کئے مگر سچی بات یہ ہے کہ حق ادا کوئی بھی نہ کر سکا۔

چنانچہ کہنے والوں نے بھی یہی کہا ؎

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجہک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثنا کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

انسان، بدن اور روح سے مرکب ہے۔ بدن کو روح سے حیات ملتی ہے اگر روح نہ ہو تو یہ بے کار ہے اور روح کو سیرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ سے حیات ملتی ہے اگر یہ حیات طیبہ روح کو حاصل نہ ہو تو روح مُردہ اور بے کار ہے۔ لہٰذا سیرت طیبہ کو "رُوح الرُّوح" کا مرتبہ اور مقام حاصل ہے۔

بہر حال یہ بات عیاں ہے کہ محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم کی ذاتِ گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔اور آپ کے اصلاحی بیانات سے ایک عالم سیراب ہو رہی ہے۔

آپ کے ان پُراثر بیانات میں حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کو ایک انوکھے انداز میں پیش فرمایا ہے، جو یقیناروح کی حیات جاودانی بخشنے والی ہے، جن کے مطالعہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ لوگوں کو تعلیمات وسنت نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہونے میں معاون ومددگار بن رہے ہیں۔اور یہ مبارک موضوع بنام ''معارف نبوی ﷺ قدم بہ قدم'' کے نام سے مرتب کرنے کی بندہ عاجز وناچیز نے ایک ناکام سعی کی کوشش کی ہے۔مگر ہر ایک مسلمان کی سعادت اور خوش بختی اسی میں ہے کہ اسے طریقہء مصطفیٰ ﷺ کے مطابق زندگی گزارنی چاہئے۔اور اللہ تعالیٰ ہمیں سیرت طیبہ کی روشنی میں زندگی گزارنے کا ایک کامیاب ذریعہ بنائے ،اور بارگار رب ذوالجلال میں التجا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنا اور اپنے حبیب ﷺ کا ہر حال میں مطیع فرماں بردار رکھے اور رحمت دوعالم ﷺ کی محبت واطاعت کا جذبہء صادق عطا کرے، اور ایمان پر خاتمہ عطا کرے۔آمین ثم آمین

طالب دُعا

محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

رابطہ نمبر: 0342-2001115, 0300-3554308

پہلا باب

شانِ نبی کریم ﷺ قرآن کریم کے آئینہ میں

اندازِ تخاطب میں محبت کا پہلو

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں مختلف انبیاء علیہم السلام کو خطاب فرمایا تو ان کا نام لے کر ان سے خطاب کیا۔ چنانچہ فرمایا:...... یا آدم ... یانوح ... یازکریا ... یا ابراھیم... یاموسی... یاعیسی... یاداود... ییحیی ... سب انبیاء علیہم السلام کا نام لے کر خطاب کیا، لیکن جہاں بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ آیا، اللہ رب العزت نے ان کا نام لے کر تذکرہ نہیں کیا، بلکہ ان کی صفات کے ذریعے سے ان کو مخاطب فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

یاایھا النبی...یاایھا الرسول...یاایھا المزمل...یاایھا المدثر

(اے کہ آراستہ بہ لباس پیغمبری)

یہ اندازِ تخاطب ہی بتاتا ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کو کیا شان عطا فرمائی!

محبوب ﷺ کا براہِ راست دفاع

انبیاء علیہم السلام جب بھی دنیا میں تشریف لائے تو کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے تھے جن کے دل پتھر کی طرح سخت ہوتے تھے۔ وہ مخالفت پر کھڑے ہوجاتے، وہ انبیائے کرام علیہم السلام پر طرح طرح کے الزامات لگاتے تھے۔ جب بھی قوم نے الزام لگایا، اللہ رب العزت نے اس نبی علیہ السلام کی زبان میں اس کا جواب دلوایا، قوم نے کہا کہ آپ تو گمراہ ہیں تو اس نبی علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

﴿يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ﴾...(الاعراف:۶۱)

''اے میری قوم! میں گمراہ نہیں ہوں''

قوم نے کہا: آپ بے وقوف ہیں تو اس نبی علیہ السلام کی زبان سے جواب دلوایا گیا:

''يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ'' (الاعراف:۶۷)

''اے میری قوم! میں بے وقوف نہیں ہوں''

۱۲۱۵۵۲

نبی علیہ السلام پر بھی قوم کے کچھ لوگوں نے الزامات لگائے، مثال کے طور پر ایک شخص نے کہا: یہ مجنون ہے، تو اللہ رب العزت نے نبی علیہ السلام کی زبان فیض ترجمان سے جواب دلوانے کی بجائے براہِ راست خود جواب عطا فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

"نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ. مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ" (القلم: ۱۔۲)

''اے میرے حبیب! آپ اللہ کی نعمت سے مجنون نہیں ہیں یہاں محبت کا اندازہ لگائیے کہ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کی طرف سے خود براہِ راست جواب عطا فرمایا۔

محبوب ﷺ کا وجد آفرین تذکرہ

جب اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں انبیائے کرام کا تذکرہ فرمایا تو گو نبی علیہ السلام ترتیب میں سب سے آخر میں تشریف لائے، مگر اللہ رب العزت نے تذکرہ کرتے ہوئے آپ کا ذکرِ مبارک ان سے پہلے فرمایا، قرآن عظیم الشان میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ." (الاحزاب: ۷)

باقی انبیاء کا تذکرہ بعد میں کیا اور نبی علیہ السلام کا ذکر مبارک پہلے فرمایا، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت سنی تو وجد میں آکر کہنے لگے: اے اللہ کے نبی ﷺ! اللہ نے آپ کو کیا شان عطا فرمائی کہ اگرچہ آپ دنیا میں خاتم النبیین بن کر سب سے آخر میں تشریف لائے لیکن جب اللہ رب العزت نے انبیائے کرام کا تذکرہ فرمایا تو آپ کا تذکرہ سب سے پہلے فرمایا۔

انبیائے کرام سے حضور ﷺ پر ایمان لانے کا عہد

آپ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے اللہ رب العزت نے انبیائے کرام سے ایک عہد لیا، اس عہد و پیمان کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں کیا:

"وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ"۔ (ال عمران:۸۱)

"اور جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور حکمت دوں، پھر تمہارے پاس کوئی رسول آئے جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے تو (تم پر لازم ہے کہ) تم ضرور اس پر ایمان بھی لانا اور اس کی مدد بھی کرنا"۔

"قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ" (فرمایا: کیا تم نے اس بات کا اقرار کیا؟)

"وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ" "اور اس پر میرا عہد قبول کیا؟"

سب انبیاء علیہم السلام نے جواب دیا۔

"قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا" "سب نے عرض کیا، ہم نے اس بات کا اقرار کیا"

"قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ"۔ (ال عمران:۸۱)

"ارشاد فرمایا: تم بھی اس ملت پر ایک دوسرے کے گواہ رہو اور میں بھی اس پر تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں"۔

اللہ تعالیٰ کی بیش بہا نعمتیں

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اتنی نعمتیں بخشی ہیں کہ جن کو ہم گن بھی نہیں سکتے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

"وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا"۔ (النحل:۱۸)

"اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو تم گن بھی نہیں سکتے"

گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان گنت نعمتیں عطا فرمائی مگر کسی نعمت پر اللہ تعالیٰ نے بندوں پر احسان نہیں جتلایا، یہ کہیں بھی نہیں کہا گیا کہ میرے بندو! میں نے تمہیں آنکھیں دیں، میں نے تمہیں عقل کی نعمت دی، میں نے تمہیں پانی دیا، ہوا دی، اللہ

تعالیٰ نے کسی نعمت کا تذکرہ نہیں کیا مگر ایک نعمت ایسی تھی کہ جس نعمت کو دے کر یوں لگتا ہے کہ خود دینے والے کو مزہ آ گیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے احسان جتلایا اور فرمایا:

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا"۔

(آل عمران: ۱۶۴)

''تحقیق اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان فرمایا کہ ان میں اپنے محبوب کو بھیج دیا''۔

خُلقِ عظیم کا تذکرہ

نبی علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کا بھی تذکرہ قرآن میں فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

"وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا" (النسا: ۱۱۳)

''اے میرے پیارے محبوب! آپ پر اللہ رب العزت کا بڑا فضل ہے''۔

سارے جہانوں کے لئے رحمت

آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ ارشاد فرمایا:

"وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ" (النساء: ۱۰۷)

''اے میرے حبیب ﷺ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا''

جو عاصی کو کملی میں اپنی چھپا لے
جو دشمن کو بھی زخم کھا کر دعا دے
اسے اور کیا نام دے گا زمانہ
وہ رحمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

وجودِ نبوی (ﷺ) کی برکات کافروں پر بھی

اللہ رب العزت نے نبی علیہ السلام کی برکات کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں فرمایا: چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ" (انفال:۳۳)

''اے میرے پیارے حبیب ﷺ! اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت تک عذاب نہیں دے گا جب تک آپ ان میں موجود ہیں''۔

پس منظر یہ تھا کہ کافر آ کر کہتے تھے کہ ہم آپ کی رسالت پر ایمان نہیں لاتے، اور اگر آپ سچے نبی ہیں تو ہمارے اوپر اللہ کا عذاب کیوں نہیں آجاتا، مگر ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نبی علیہ السلام کی موجودگی میں نہیں آیا، اللہ تعالیٰ اس کا تذکرہ فرمارہے ہیں کہ اے میرے پیارے حبیب ﷺ! اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت تک عذاب نہیں دے گا جب تک کہ آپ ان میں موجود ہیں۔ آپ ﷺ کے وجودِ مسعود کی برکت اتنی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں سے بھی عذاب کو ٹال دیا تھا، اور آج بھی جس شخص کی زندگی میں نبی علیہ السلام کی سنتیں موجود ہوں گی، اور جس قوم کے اندر نبی علیہ السلام کی تعلیمات زندہ ہوں گی، ان کی برکت سے اللہ اس فرد کو اور اس قوم کو اپنے عذاب سے نجات عطا فرمادیں گے۔

اطاعتِ نبوی (ﷺ) کی عظمت کا تذکرہ

نبی علیہ السلام کی عظمت دیکھئے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

"مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ" (النساء:۸۰)

''جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے گویا اللہ رب العزت کی اطاعت کی''

مرتبہ اور مقام دیکھیے کہ نبی علیہ السلام کی اطاعت کرنے کو اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں

کہ گویا تم نے میری اطاعت کی ہے۔

اطاعت نبی کی ہے اطاعت خدا کی
منزل من اللہ پیام اللہ اللہ

نصرتِ خداوندی کا تذکرہ

اللہ رب العزت اپنے پیارے حبیب ﷺ کے مددگار تھے اور ان کے کاموں کو سنوارنے والے تھے۔ ارشاد فرمایا:

"وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا" (الاحزاب: ۴۸)

''اور آپ اللہ پر توکل کیجئے، اور آپ کے لئے اللہ ہی وکیل کافی ہے۔''

آج دنیا میں کوئی آدمی مقدمہ جیتے تو وہ کہتا ہے کہ میرا وکیل بڑا سمجھدار تھا، اور جس کا وکیل اللہ رب العزت بن جائے، پھر تو کامیابیاں اس کے قدم چومتی ہیں۔ اس لئے فتح مکہ کے موقع پر نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"الحمد للہ وحدہ نصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ"

''تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے اپنے بندے کی مدد کی اور لشکروں کو اکیلے ہی شکست دی''۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ﴾... (انفال: ۶۲)

''وہ ذات جس نے اپنی مدد سے آپ کو مضبوط کیا''۔

مذاق اڑانے والوں کا انجام

جو لوگ نبی علیہ السلام کا مذاق اڑاتے تھے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے پیارے حبیب ﷺ!

﴿اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ﴾ (الحجر: ۹۵)

''ہم آپ کا مذاق اڑانے والوں کے لئے کافی ہیں''

آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے، ہم آپ کی طرف سے ان لوگوں سے ہم نمٹیں گے، چنانچہ تاریخ اس بات کی گواہ ہے، ابوجہل کا انجام دیکھئے، ابولہب کا انجام دیکھئے، عتبہ بن شیبہ کا انجام دیکھئے، ولید پلید کا انجام دیکھئے، یہ وہی لوگ تھے جو نبی علیہ السلام کا مذاق اڑاتے تھے۔ بالآخر اللہ نے ان کا کیا ہی برا انجام کیا!

مجنوں کہنے والے کی سرزنش

ایک شخص نے نبی علیہ السلام کو مجنون کہا، اس پر اللہ رب العزت کو اتنا جلال آیا کہ اس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: بالکل یوں لگتا ہے جیسے کسی ماں کے بیٹے کو کچھ کہہ دیا جائے تو جواب میں ماں ایک لفظ ہی نہیں کہتی بلکہ شروع ہی ہوجاتی ہے، اس کا غصہ ٹھنڈا ہی نہیں ہوتا، اس کا جی چاہتا ہے کہ میں اس کو اتنا کچھ کہوں کہ اس کو سمجھ آجائے کہ اس نے ایسی بات کیوں کی، اور آئندہ اسے ایسی بات کہنے کی جرأت ہی نہ ہو۔

چنانچہ جس شخص نے آپ ﷺ کو مجنون کہا، اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا:

﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ﴾

''اور آپ اطاعت نہ کیجئے قسمیں کھانے والے نیچ قسم کے انسان کی''

﴿ھماز مشاء بنمیم﴾ (چغلی لے کر پھرنے والی کے)

﴿مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ﴾ (خیر کے کاموں میں رکاوٹیں ڈالنے والے کے)

﴿مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ﴾ (حد سے بڑھنے والے گناہگار کی)

﴿عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ﴾ ''یہ سب کہنے کے بعد یہ کہ وہ سخت مزاج بھی ہو اور بدنام زمانہ بھی ہو یعنی ولد الزنا ہو''۔

اللہ اکبر! آخر میں فرمایا: وہ تو زنا کی اولاد ہے، ایک لفظ کے جواب میں اللہ رب العزت نے کتنا طویل کلام فرمایا، اس سے پتہ چلتا ہے کہ نبی علیہ السلام کے اعداء پر اللہ رب العزت کا کس قدر غصہ ہوتا ہے۔

تسلی آمیز پیغامات

دوسری طرف اللہ رب العزت اپنے حبیب ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے، فرمایا: اے میرے پیارے حبیب ﷺ! آپ کے دشمن مکر کرتے ہیں جس سے آپ کا دل دکھتا ہے، آپ ان کی باتوں سے رنجیدہ نہ ہوں بلکہ:

"وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ"۔ (النحل:۱۲۸۔۱۲۷)

جو لوگ آیات کے ترجمے سے کچھ مناسبت رکھتے ہیں ان کو یہ آیات پڑھ کر لطف اور مزہ آتا ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو اتنے پیارے انداز میں تسلی دی کہ پڑھ کر دل کو سکون ملتا ہے، اس لئے قرآن مجید کو آہستہ آہستہ اتارا گیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ﴾ (الفرقان: ۳۲)

''اس لئے کہ میرے محبوب! آپ کے دل کو تسلی مل جائے''

چنانچہ مخالفین جو مکر و فریب کرتے تھے اللہ تعالیٰ اس کو ختم فرما دیتے تھے۔

قرآن عظیم الشان...... اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ" (الانفال:۳۰)

''اور جب آپ کے ساتھ تدبیر کی کافروں نے کہ وہ آپ کو قید میں رکھیں''۔

"اَوْ يَقْتُلُوْكَ"

''یا آپ کو شہید کریں''

"اَوْ يُخْرِجُوْكَ"

''یا آپ کو دیس سے نکالا دے دیں''۔

"وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ"

''اورانہوں نے بھی تدبیر کی اور اللہ نے بھی تدبیر کی''

"وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ"

''اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے''۔

نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کا تذکرہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا، قرآن مجید میں اس کا بھی ذکر فرمایا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ" (المائدہ: ٦٧)

''اے میرے پیارے حبیب ﷺ! اللہ رب العزت آپ کو تمام انسانوں سے محفوظ رکھیں گے''

یعنی جو دشمن شر کی نیت سے آپ کے قریب آنے کی کوشش کرے گا تو آپ کا پروردگار آپ کی حفاظت کرے گا۔

فانوس بن کر جس کی حفاظت خدا کرے

وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

محبوب کے زیرِ نظر رہنے کا مزہ

پھر اللہ رب العزت فرماتے ہیں: اے میرے پیارے حبیب ﷺ آپ ہر

وقت ہماری نگاہوں میں رہتے ہیں، یہ اتنی بڑی بات ہے کہ جن کو محبت سے واسطہ پڑا ہو وہ سمجھتے ہیں کہ ہر وقت محبوب کے زیرِ نظر رہنا، کس قدر لطف اور سرور کا باعث ہوتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا" ۔ (الطور: ۴۸)

''اے میرے پیارے حبیب ﷺ! آپ اللہ کے لئے صبر کیجئے، آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں''

جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت سنی تو کہنے لگیں:

''اے اللہ کے پیارے حبیب ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیا مقام دیا کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں''

آنکھوں میں بھر گئی ہیں قیامت کی شوخیاں
دو چار دن رہے تھے کسی کی نگاہ میں

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تو پوری زندگی اللہ رب العزت کی نظر میں رہے، اس کو کہتے ہیں:

نگاہِ یار جسے آشنائے راز کرے
وہ اپنی خوبیٔ قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے

سب سے بڑی خوش خبری

اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کو کیا مرتبہ عطا فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اے میرے پیارے حبیب ﷺ!

"وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ" (الضحیٰ: ۴)

''اور آپ کا آنے والا وقت آپ کے گزرے ہوئے وقت سے زیادہ بہتر ہوگا''۔

یہ اتنی بڑی خوش خبری ہے کہ اس سے بڑی خوش خبری کوئی نہیں ہوسکتی، دنیا میں

بڑے بڑے لوگوں کو عروج ملتا ہے لیکن عروج ملتے ہی ان کا زوال شروع ہو جاتا ہے، مگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ خوشخبری ملی کہ:

''اے میرے پیارے حبیب ﷺ! جو عروج آپ کو مل رہا ہے اس عروج کا زوال کبھی نہیں ہوگا، ہر آنے والا وقت آپ کی عزت کو، شرف کو، مقام کو پہلے سے بلند تر کرتا چلا جائے گا''

بروزِ محشر عزتوں کے مستحق کون ہونگے؟

اللہ رب العزت اپنے حبیب ﷺ کا قیامت کے دن کے بارے میں بھی تذکرہ فرماتے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

"يَوْمَ لَا يُخْزِى اللهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَه". (التحریم:۸)

''قیامت کے دن اللہ رب العزت اپنے پیارے نبی ﷺ کو رسوا نہیں کریں گے اور ان کے ساتھ جو ایمان والے ہوں گے ان کو بھی (رسوا نہیں کریں گے)''

ماں لوگوں کے سامنے اپنے بچے کو کبھی کوئی ایسی بات نہیں کہتی کہ جس کی وجہ سے بچے کو سبکی ہو، اللہ رب العزت کو اپنے حبیب ﷺ سے محبت تھی، اس لئے آپ کو ایک تسلی دے دی گئی کہ آپ کو بھی قیامت کے دن عزتیں ملیں گی اور جو آپ کے ساتھ ایمان لانے والے ہیں ان کو بھی اس دن عزتیں ملیں گی۔

اب یہاں ایک چھوٹی سی بات سمجھ لیجئے! اگر ماں کے پاس اس کے بچے کا فوٹو ہو، جو اس نے شناختی کارڈ یا پاسپورٹ کے لئے بنوایا ہو۔ آپ اس ماں سے کہیں کہ جی! آپ اس فوٹو کو چولہے میں ڈال دیں، تو وہ ماں ایسا کرنے سے انکار کر دے گی، وہ کہے گی کہ میں اپنے بیٹے کو آگ میں کیوں ڈالوں؟ ماں کو اپنے بیٹے سے اتنی محبت ہوتی ہے کہ وہ اس کی تصویر کو بھی آگ میں ڈالنا پسند نہیں کرتی، اسی طرح اللہ رب العزت کو اپنے حبیب ﷺ کی صورت اور سیرت سے اتنی محبت ہے کہ جو شخص ان کی طرح

سنت کا لباس اور مسنون اعمال اپنائے گا اللہ تعالیٰ اس ''تصویر'' کو بھی قیامت کے دن جہنم کی آگ میں نہیں ڈالیں گے۔

معراجِ نبوی (ﷺ) کا تذکرہ

اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کو ملاقات کے لئے بلایا۔ اس کو معراج کہتے ہیں۔ اس کی مستقل تفصیلات ہیں۔ فرمایا کہ اتنا قرب ملا کہ:

"ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى"۔ (النجم: ۸،۹)

''پھر آپ ﷺ اتنے قریب سے قریب تر ہوئے کہ دو کمانوں سے بھی کم فاصلہ رہ گیا''

اللہ کے حبیب ﷺ نے تمام مدارج طے کئے، بالآخر آپ ﷺ کو ایسا مقام ملا جو ادراک سے پرے ہے اور قاب قوسین سے کم نہیں ہے۔

"لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى"۔ (النجم: ۱۸)

''تحقیق اللہ رب العزت نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بڑی نشانیاں دکھائیں''

تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراجِ جسمانی نصیب ہوئی، یہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت تھی کہ اللہ رب العزت نے ان کو معراج عطا فرمائی، ان کو بلا کر جنت بھی دکھائی اور جہنم بھی دکھائی...... اس کی وجہ کیا تھی؟ اس کی بہت ساری وجوہات میں ایک وجہ یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت کے دن شفاعت کرنی ہے، جس بندے نے جن مراحل کو پہلے نہ دیکھا ہوا ہو وہ ان مراحل میں دوسرے بندے کی صحیح مدد بھی نہیں کرسکتا۔ یہ عام مشاہدے کی بات ہے کہ لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ ماں باپ کو حج کروانا ہو تو ایک سال پہلے خود جا کر حج کرتے ہیں تاکہ انہیں پورے پراسس کا پتہ چل جائے، چنانچہ پھر وہ بڑے اطمینان کے ساتھ ماں باپ کو لے جاتے ہیں اور انہیں اچھی طرح مناسکِ حج کرواتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے معراج اس لئے کروائی کہ اللہ رب العزت اپنے محبوب ﷺ کو بتانا چاہتے تھے کہ اے میرے پیارے محبوب ﷺ! آپ جنت

اور جہنم کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے، پل صراط کو دیکھیں گے، پھر جب قیامت کا دن ہوگا اس وقت آپ کو اپنی امت کی شفاعت کرنے میں کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی۔

سبحان اللہ!

تیری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہنچا
میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

انعاماتِ الٰہی کا تذکرہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو انعامات عطا فرمائے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

"اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ"۔ (الکوثر:۱)

''بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی''

کوثر سے مراد ''خَيْرًا كَثِيْرًا'' ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو خیرِ کثیر عطا فرمائی، اس خیر کثیر کے موضوع پر علماء نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں کہ اس خیر کثیر کی تفسیر کیا ہے؟

وجل مقدار ماولیت من رتب
وعذا ادرک ما اولیت من نعم

''اللہ کے حبیب ﷺ کو جو رتبے ملے ہیں وہ بہت عظیم الشان ہیں۔ آپ ﷺ کو جو نعمتیں ملی ہیں ہماری عقلیں ان کا ادراک نہیں کرسکتیں''۔

یہ تو ایسی باتیں تھیں جو قرآن مجید میں ذرا نمایاں انداز میں موجود ہیں۔

جسمِ مبارک کے اعضاء کا ذکر

قرآن مجید میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسمِ مبارک کے مختلف اعضاء کا بھی تذکرہ فرمایا، جیسے ماں کبھی اپنے بیٹے کی آنکھ کی بات کرتی ہے، کبھی اس کے بولنے کی بات کرتی ہے، کبھی اس کے سننے کی بات کرتی ہے، اللہ رب العزت نے بھی اسی طرح اپنے پیارے حبیب ﷺ کے جسمِ اطہر کے مختلف اعضاء کے تذکرے بھی قرآن مجید میں

ارشاد فرمائے، کیسی وہ ذات ہوگی، جس سے اللہ رب العزت نے اتنی محبت فرمائی!؟
آیئے! آپ ﷺ کے ان اعضاء کا تذکرہ قرآن میں دیکھئے! جن کو اللہ تعالیٰ نے عجیب حسن عطا فرمایا، کہنے والے نے کہا:

بات میں سناواں اک ایسے ماہ جبین دی
جگ دے حسیناں کولوں ودھ کے حسین دی

چہرۂ انور کا تذکرہ

﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ﴾ (البقرۃ: ۱۴۴)

''اے میرے پیارے حبیب ﷺ! ہم آپ کے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں''

اب ذرا اس کی تفصیل دیکھئے! جہاں محبت ہوتی ہے وہاں جی چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ بار بار رابطہ ہو۔ بندہ رابطے کے بہانے ڈھونڈتا ہے، جتنی ملاقات ہو وہ تھوڑی نظر آتی ہے۔ چنانچہ مختلف انبیاء پر جبرئیل علیہ السلام اللہ کا پیغام لے کر آئے، کسی پر ایک درجن مرتبہ، کسی پر چند درجن مرتبہ اور کسی پر چند سو مرتبہ، لیکن نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف جبرئیل علیہ السلام اللہ کا پیغام لے کر چوبیس ہزار مرتبہ نازل ہوئے، اور جبرئیل علیہ السلام کا اترنا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اتنا اچھا لگتا تھا (چونکہ اللہ کی طرف سے میسج آتا تھا) کہ آپ ان کے انتظار میں کئی مرتبہ آسمان کو دیکھتے رہتے تھے۔ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے انتظار میں شوق سے آسمان کو دیکھتے تھے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی کیفیت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اے میرے پیارے حبیب ﷺ! آپ آسمان کی طرف جب چہرہ فرماتے تھے تو ہم اس وقت آپ کے چہرے کو محبت کے ساتھ دیکھ رہے ہوتے تھے۔

﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ﴾

مبارک آنکھوں کا تذکرہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک آنکھوں کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ "۔ (النحل:۸۸)

اس طرح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک آنکھوں کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں کیا گیا کہ اے پیارے حبیب ﷺ! جو کچھ کافروں کو عطا کیا گیا ہے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیے، مگر اس آیت مبارکہ میں آنکھوں کا تذکرہ تو ہو گیا ہے نا، یہ محبت کی وجہ سے تھا، ویسے بھی جو عضو اچھا لگتا ہے اسی کا تذکرہ کیا جاتا ہے، لوگ کہتے ہیں:

''تیری آنکھوں کے سوا دنیا میں رکھا کیا ہے''

مبارک کانوں کا تذکرہ

آپ ﷺ کے مبارک کانوں کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ یہ کافر لوگ کہتے ہیں:

﴿وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ ۚ قُلْ أُذُنُ﴾ (التوبة:٦١)

اس طرح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کانوں کا بھی تذکرہ فرمایا،

زبان مبارک کا تذکرہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں ہے، فرمایا:

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ﴾ (القیمة:١٦)

سینہ مبارک کا تذکرہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینے مبارک کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں ہے، چنانچہ فرمایا:

"اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَكَ صَدۡرَكَ" (الانشراح:۱)

''کیا ہم نے آپ کے سینے کو کھول نہیں دیا''

اب یہاں ایک نکتہ سن لیجئے! محبت کا ایک پہلو یہ ہوتا ہے کہ کوئی بندہ کسی سے محبت کرے، ایسی صورت میں اس کے ساتھ رویہ کچھ اور ہوتا ہے اور ایک پہلو یہ ہے کہ بندہ خود کسی سے محبت کرے۔ پھر محبوب کے ساتھ رویہ کچھ اور ہوتا ہے، اس کے لئے دو لفظ استعمال ہوتے ہیں۔ سالک اور مجذوب، آپ نے دیکھا ہوگا کہ آپ کے دوستوں میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں، چنانچہ آپ ان کو اپنا ایڈریس دے دیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ اچھا بھئی گھر آ کر مل لینا، لیکن اگر آپ کو اپنا بہت ہی پیارا اور قریبی دوست مل جائے اور وہ ملے بھی مدتوں بعد تو آپ اس کا ہاتھ پکڑ کر کہتے ہیں کہ چلو بھئی! میں آپ کو اپنے گھر لے جاتا ہوں، پہلے دوست کو ایڈریس بتا دیا اور دوسرے دوست کو ہاتھ سے پکڑ کر گھر پہنچا دیا، یہ فرق ہوتا ہے سالک اور مجذوب میں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ رب العزت سے ملاقات کرنا چاہتے تھے۔ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَلَمَّا جَآءَ مُوسٰى لِمِيقَاتِنَا﴾... (الاعراف:۱۴۳)

''اور جب موسیٰ علیہ السلام آئے ہماری ملاقات کے لئے (کوہ طور پر)''

یہاں موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر آنے کا تذکرہ فرمایا، اور جہاں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات کا تذکرہ ہو۔ وہاں یہ نہیں کہا کہ وہ آئے، بلکہ فرمایا:

"سُبۡحٰنَ الَّذِىۡۤ اَسۡرٰى بِعَبۡدِهٖ لَيۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ اِلَى الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا"... (الاسراء:۱)

''پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک (اپنی رحمت سے) لے کر گئی''

گویا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لے جانے کے عمل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب فرمایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ رب العزت سے دعا مانگی:

﴿رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ﴾ ...(طٰہٰ:۲۵)

''اے پروردگار! میرے سینے کو کھول دیجئے''

وہ بھی اللہ کے نبی ہیں۔ کلیم ہیں۔ مگر ان کو دعا مانگنی پڑ رہی ہے، اور یہاں دعا کا تذکرہ نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ﴾

''اے میرے پیارے محبوب! کیا ہم نے آپ کے سینے کو کھول نہیں دیا؟''

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ رب العزت کے ہاں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کیا مقام ہے۔

پیٹھ مبارک کا تذکرہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیٹھ مبارک کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَکَ" (الانشراح:۲۔۳)

''اور ہم نے آپ کے اوپر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی''

مبارک ہاتھوں کا تذکرہ

اللہ رب العزت نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کے مبارک ہاتھوں کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ" (الفتح:۱۰)

''اے پیارے حبیب ﷺ! جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں ان لوگوں کی بیعت اللہ سے ہو رہی ہے اور ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے''

ظاہر میں تو نبی علیہ السلام کا ہاتھ اوپر تھا، مگر اندازہ لگائیے کہ یوں فرمایا کہ ان کے ہاتھوں پر اللہ رب العزت کا ہاتھ ہے۔ خوش نصیب تھے وہ لوگ جن کے ہاتھ ایسی ہستی کے ہاتھ میں چلے گئے۔

میرا دن چھپا کسی رات میں ۔۔۔ میری رات چھپی کسی ذات میں
میری زندگی اک راز ہے ۔۔۔ کوئی راز ہے میری ذات میں
میں جہاں کہیں بھی اٹک گیا ۔۔۔ وہیں گرتے گرتے سنبھل گیا
مجھے ٹھوکروں سے پتہ چلا ۔۔۔ میرا ہاتھ ہے کسی ہاتھ میں
وہ ہستیاں کتنی خوش نصیب تھیں ۔۔۔ جن کے ہاتھ اللہ کے ہاتھ میں آ گئے!

مبارک قدموں کا تذکرہ

نبی علیہ السلام کے مبارک قدموں کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا﴾...(التوبة:۱۰۸)

''اے میرے پیارے، محبوب ﷺ آپ وہاں بالکل کھڑے نہ ہوں''

یعنی آپ اس جگہ پر قدم ہی نہ رکھئے۔ جہاں سے آپ کو منع کیا جا رہا ہے۔

لباس مبارک کا تذکرہ

نبی علیہ السلام کے لباس کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ (المدثر:۴)

''اور اپنے لباس کو پاک رکھیے''

سر سے پاؤں تک تمام اعضاء کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں فرمایا اور پھر جس لباس نے آپ ﷺ کی ذات پاک کو ڈھانپا تھا اس کا ذکر بھی قرآن مجید میں فرما دیا، شاعر نے کہا:

''اے محبوب ﷺ! آپ جس لباس کو پہنتے ہیں... اس لباس کے پہننے سے آپ کے حسن میں اضافہ نہیں ہوتا، بلکہ آپ جو لباس پہن لیتے ہیں۔ آپ کے پہننے

کی وجہ سے اس لباس کے حسن میں اضافہ ہوجاتا ہے''

اللہ رب العزت نے بھی اپنے پیارے حبیب ﷺ کے لباس کا تذکرہ فرمایا،

کاشانۂ نبوت کا تذکرہ

اب لباس کے بعد اور دائرہ پھیلایئے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے مبارک گھر کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ" (الحجرات: ۴)

''بے شک وہ لوگ جو آپ کو گھر کے باہر پکارتے ہیں''

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک حجروں کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے۔

اہلِ خانہ کا تذکرہ

گھر میں گھر والے ہوتے ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر والوں کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں ہے، آپ کی ازواج مطہرات کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ (الاحزاب: ۳۲)

''اے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیویو! تم عام عورتوں کی مانند نہیں ہو''

یعنی آپ کا مرتبہ اللہ کی نظر میں بڑا بلند ہے۔ بلکہ دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ﴾...(الاحزاب: ۶)

''اور نبی ﷺ کی بیویاں امت (کے لوگوں) کی مائیں ہیں''

نہ صرف قرآنِ مجید میں تذکرہ ہی ہوا ہے بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے ماں کا رتبہ عطا فرمادیا ہے۔

اہلِ خانہ کی پاک دامنی کا تذکرہ

پھر ان کی پاکدامنی کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں ہے، فرمایا:

"سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ"... (النور: ۱۶)

بنات اربعہ کا تذکرہ

نبی علیہ السلام کی بیٹیوں کا ذکر بھی قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ﴾ (الاحزاب:۵۹)

''اے میرے پیارے نبی ﷺ! آپ فرما دیجیے، اپنی ازواج سے اور اپنی بیٹیوں سے''

بیٹوں کا تذکرہ

بیٹوں کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں ہے، بچوں کا تذکرہ بھی ہے، فرمایا:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ﴾... (الاحزاب:۴۰)

''محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں''

گویا اس آیت میں نبی علیہ السلام کے بیٹے ابراہیم کا بھی تذکرہ ہے جو بچپن میں اللہ کو پیارا ہو گیا تھا۔

اہلِ بیت کا تذکرہ

نبی علیہ السلام کے اہلِ بیت کا تذکرہ بھی ہے، ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا﴾... (الاحزاب:۳۳)

مسجد نبوی کا تذکرہ

پھر دیکھیے کہ گھر کے بعد آدمی کی نشست و برخاست مسجد میں ہوتی ہے، تو آپ علیہ السلام کی مسجد کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ﴾... (التوبة:۱۰۸)

مسجد کے نمازیوں کا تذکرہ

پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یاروں کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں فرمایا، ارشاد فرمایا:

"مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ" (الفتح:۲۹)

''محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں، وہ کفار کے مقابلے میں سخت ہیں''

ان کی خاص خوبیاں گنوائیں گئیں کہ یہ کفار پر بڑے سخت ہیں اور آپس میں بالکل رحیم و کریم ہیں۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی نرم
رزم حق و باطل ہوتا فولا دہے مومن

مہمانوں کی دعوت کا تذکرہ

آپ ﷺ کے پاس مہمان آئے تھے اور وہ کھانا بھی کھاتے تھے۔ اس کھانے کی دعوت کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں ہے، فرمایا:

﴿فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا﴾...(الاحزاب:۵۳)

''اور جب تم کھانا کھا چکو تو پھر (اپنے گھروں کو) چلے جاؤ''

اقربائے نبوی کا تذکرہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقرباء کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں ہے، ارشاد فرمایا:

"لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى" (الشوریٰ:۲۳)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ بھی فرمایا اور آپ ﷺ کے متعلقین کا تذکرہ بھی فرمایا۔

علمِ نبوی کا تذکرہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائل وفضائل کا تذکرہ بھی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔آپ کے علم کا تذکرہ فرمایا کہ اے میرے حبیب ﷺ!

﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾... (النساء: ۱۱۳)

''اور (اللہ نے) آپ کو وہ علم دیا جو آپ نہیں جانتے تھے''

اور دوسری جگہ پر فرمایا:

﴿قُلْ رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾... (طٰہٰ: ۱۱۴)

''آپ کہہ دیجئے، اے میرے پروردگار! میرے علم میں اضافہ عطا فرمائیے''

حسنِ بیان کا تذکرہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسنِ بیان کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے میرے پیارے حبیب ﷺ!

"اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ".

(النحل: ۱۲۵)

''اپنے رب کے راستے کی طرف بلایئے حکمت کے ساتھ اور اچھے انداز کے ساتھ''

چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتوں میں جاذبیت تھی کہ جو بھی سنتا تھا اس کے دل میں وہ باتیں اتر جاتی تھیں، اس کو کسی شاعر نے یوں کہا:

وہ جو شیریں سخنی ہے، مرے مکی مدنی
تیرے ہونٹوں سے چھنی ہے، مرے مکی مدنی
تیرا پھیلاؤ بہت ہے، تیرا قامت ہے بلند
تیری چھاؤں بھی گھنی ہے، مرے مکی مدنی

نسل در نسل تیری ذات کے مقروض ہیں ہم
تو غنی ابن غنی ہے، مرے مکی مدنی

نرم رُوئی کا تذکرہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نرم روئی کا بھی قرآن مجید میں تذکرہ ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

''اگر آپ دل کے سخت اور ترش رو ہوتے تو آپ کے گرد جمع یہ سب لوگ بھاگ جاتے''

تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے وہ جاذبیت اور میگناٹزم دیا تھا کہ جو بھی آتا تھا وہ ہمیشہ کے لئے نبی علیہ السلام کے قدموں کا غلام ہو جاتا ہے،

صبر وتحمل کا تذکرہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صبر وتحمل کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ"... (النحل:۱۲۸)

''اور آپ صبر کیجئے اور آپ کو صبر کی توفیق بھی اللہ ہی دے گا''

حیا کا تذکرہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حیا کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ﴾ (الاحزاب:۵۳)

''اس چیز سے آپ کو ایذا تو پہنچتی ہے مگر آپ حیا فرماتے ہیں''

یعنی آپ حیا کی وجہ سے کوئی بات نہیں فرماتے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک آنکھوں میں وہ حیا دیکھتی تھی جو مجھے مدینے کی کنواری لڑکیوں میں بھی نظر نہیں آتی تھی، اللہ نے آپ کو ایسی باحیا آنکھیں عطا فرمائی تھیں۔

آدابِ نبوی (ﷺ) کا تذکرہ

نبی علیہ السلام کے آداب کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو سمجھایا کہ تم میرے پیارے حبیب ﷺ کے آداب کا خیال رکھو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾

(الحجرات:۱)

''اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سامنے قدم بیشی نہ کرو!''

اور فرمایا:

﴿وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ﴾

''اور تم اپنی آواز بھی ان کے سامنے بلند نہ کرو''

﴿لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾

''تم اپنی آوازوں کو نبی علیہ السلام کی آواز سے بلند نہ کرو''

اگر بلند کر بیٹھو گے تو کیا ہوگا؟

﴿اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ (الحجرات: ۲)

''تمہارے کئے ہوئے عملوں کو ضائع کر دیا جائے گا اور تمہیں اس بات کا شعور بھی نہیں ہوگا''

اس کا مطلب یہ ہوا کہ نبی علیہ السلام کی شان میں ذرا برابر بھی گستاخی اللہ رب العزت کو ہرگز قبول نہیں ہے، اس لئے ہمیں چاہیے کہ نبی علیہ السلام کے آداب کا بہت خیال رکھیں۔

تربیتِ نبوی (ﷺ) کا تذکرہ

اللہ رب العزت نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کی تربیت بھی فرمائی، اس کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ﴾...(التوبۃ:۴۳)

ایک جگہ فرمایا:

"يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ، تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"...(التحریم:۱)

''اے نبی جس چیز کو اللہ نے حلال کیا آپ اس کو قسم کھا کر اپنے اوپر کیوں حرام کرتے ہیں اور وہ بھی اپنی بیویوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحمت والا ہے''

تو دیکھئے کہ قرآن مجید میں تربیت کی جھلکیاں بھی نظر آتی ہیں۔

عفو و درگزر کا تذکرہ

اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کی طرف سے معافی اور درگزر کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے، ارشاد فرمایا:

﴿فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ﴾...(آل عمران:۱۵۹)

''اور آپ ان کو معاف کر دیجئے اور آپ ان کے لئے استغفار بھی فرمائیے''

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات میں معافی کا پہلو بہت غالب تھا، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب مکہ کو فتح فرمایا تو اس وقت ایک شخص عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ بیت اللہ کے کنجی بردار تھے۔ ان کے پاس بیت اللہ کی چابی ہوتی تھی، آپ ﷺ نے ان کو بلایا اور فرمایا: عثمان! چابی لاؤ۔ چنانچہ عثمان نے چابی آپ ﷺ کے حوالے کر دی، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیت اللہ شریف کا دروازہ کھلوایا اور اندر تشریف لے گئے، اندر جا کر آپ ﷺ نے اللہ کی عبادت کی، اس وقت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی ساتھ تھے۔

جب آپ ﷺ باہر آنے لگے تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں جو بہت نمایاں شخصیتیں تھیں، جن میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان، سیدنا علی

رضی اللہ عنہ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ سب قریب قریب تھے۔ ان کے دل میں ایک تمنا تھی کہ اللہ کے حبیب ﷺ بیت اللہ شریف کا دروازہ بند کریں گے اور اب یہ چابی صاف ظاہر ہے کہ کسی کلمہ گو کو دیں گے، کافر کو تو نہیں دیں گے، تو اگر کسی کلمہ گو کو چابی ملنی ہے تو کیوں نہ یہ سعادت ہمیں مل جائے، اس لئے وہ قریب قریب تھے کہ ہوسکتا ہے کہ ان میں سے کسی کا انتخاب ہو جائے، دنیا کا دستور بھی یہی ہے کہ جب ان کو اتھارٹی ملتی ہے تو وہ ان کو نوازتے ہیں جو ان کے قریب ہوتے ہیں۔ چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیت اللہ شریف کا دروازہ بند کروالیا تو آپ ﷺ نے عثمان کو دوبارہ بلوایا اور فرمایا:

> ''عثمان! تم یاد کرو اس وقت کو جب میں مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ جانے والا تھا، اس وقت میرا بڑا جی چاہتا تھا کہ میں بیت اللہ کے اندر داخل ہو کر اللہ کی عبادت کروں اور میں نے اس وقت تم سے کہا تھا کہ عثمان! بیت اللہ کا دروازہ کھول دو، مگر تم نے کھولنے سے انکار کر دیا تھا اور میں نے تمہیں کہا تھا کہ عثمان! ایک ایسا وقت آئے گا کہ جس پوزیشن میں اس وقت تم ہو۔ میں ہوں گا، اور جس میں مَیں ہوں، تم ہو گے، عثمان! دیکھو میرے اللہ نے میری بات کو سچا کر دیا، آج چابی میرے ہاتھ میں ہے اور تمہارے ہاتھ خالی ہیں۔ لیکن عثمان! میں تمہارے ساتھ وہ سلوک نہیں کروں گا جو تم نے میرے ساتھ کیا تھا، میں یہ چابی تمہیں واپس دیتا ہوں اور یہ قیامت تک تمہاری نسلوں میں چلتی رہے گی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسنِ خلق کو دیکھ کر عثمان کی آنکھوں میں آنسو نکل آتے ہیں اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتے ہیں۔ معاف کرنا اور درگزر کر دینا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خاص شان تھی،

مقامِ تفویض کا تذکرہ

اللہ کے حبیب ﷺ کے مقامِ تفویض کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَاُفَوِّضُ اَمۡرِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ﴾... (المؤمن:۴۴)

''اور میں اپنے معاملے کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں''

جہاد کا تذکرہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جہاد کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں ہے، ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی﴾ (الانفال:۱۷)

مقاصدِ بعثت کا تذکرہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دنیا میں تشریف لانے کا مقصد کیا تھا؟......اس کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاہِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیۡرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذۡنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیۡرًا" (الاحزاب:۴۵۔۴۶)

حزن وغم کا تذکرہ

اللہ کے محبوب ﷺ کے حزن اور غم کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں ہے، ارشاد فرمایا:

﴿لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ اَلَّا یَکُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ﴾ (الشعراء:۳)

نمازِ تہجد کا تذکرہ

اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کی تہجد کی نماز کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّہَا الۡمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیۡلَ اِلَّا قَلِیۡلًا نِّصۡفَہٗۤ اَوِ انۡقُصۡ مِنۡہُ قَلِیۡلًا﴾

دائرۂ عمل کا تذکرہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دائرۂ عمل کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے، ارشاد فرمایا کہ میں نے

آپ کو دنیا میں بھیجا:

﴿كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا﴾... (سبا:۲۸)

''تمام انسانوں کے لئے بشیر ونذیر بنا کر''

فارغ اوقات کا تذکرہ

اللہ رب العزت نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کے فارغ وقت کا ذکر بھی قرآن مجید میں فرمادیا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ. وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾

(الانشراح:۸۔۷)

''جب آپ اپنے منصب سے فارغ ہوجائیں تو آپ اپنے رب کی یاد میں لگ جائیں''

امتِ نبوی (ﷺ) کا تذکرہ

نبی علیہ السلام کی امت کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں ہے، ارشاد فرمایا:

﴿أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾ ...(البقرة:۱۴۳)

محبت الٰہی کے حصول کا قرآنی طریقہ

نبی علیہ السلام کا مقام دیکھئے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں، اے میرے پیارے حبیب ﷺ! ان کو کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو:

﴿فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ﴾... (ال عمران:۳۱)

''تم میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کریں گے''

علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک نبی علیہ السلام کی سنت کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لے گا، رفتار میں، گفتار میں، کردار میں حتیٰ کہ سب اعمال میں جب یہ بندہ اللہ کے سامنے قیامت کے دن پہنچے گا تو دیکھ کر

اللہ رب العزت بھی خوش ہو جائیں گے۔

محبوبِ کل جہاں کی محبت کا تذکرہ

اللہ رب العزت نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کی محبت کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں کیا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ (الاحزاب: ۶)

''نبی ﷺ مومنوں کو ان کی جانوں سے بھی زیادہ محبوب ہیں''

یعنی ان کو اپنے آپ سے اتنی محبت نہیں ہے جتنی محبت انہیں اپنے محبوب سے ہے، اور واقعی یہی بات ہے کہ جس بندے کے دل میں ایسی محبت نہ ہو۔ اس کا ایمان کامل ہی نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

﴿لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین﴾

''تم میں سے کوئی بندہ بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اولاد سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں''

کہنے والے نے کہا:

عجب چیز ہے عشقِ شاہ مدینہ ۔۔۔ یہی تو ہے عشقِ حقیقی کا زینہ
ہے معمور اس عشق سے جس کا سینہ ۔۔۔ اسی کا ہے مرنا اسی کا ہے جینا

پُر انوار زندگی کی قسم

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر مبارک کی قسم کھائی ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ﴾ (الحجر: ۷۲)

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک زندگی، پھولوں سے زیادہ معطر اور پاکیزہ زندگی تھی، کامل اور مکمل زندگی تھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی پرانوار زندگی کی قسم کھائی ہے۔

مبارک شہر کی قسم

اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شہر کی بھی قسم کھائی ہے، چنانچہ فرمایا:

"لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ۔ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ"۔

(البلد: ۱۔۲)

''میں اس شہرِ مکہ کی قسم کھاتا ہوں اور آپ کے لئے اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے''

اب ذرا محبت کا اندازہ لگائیے کہ آپ ﷺ کی عمر مبارک کی بھی قسم کھائی اور جس شہر میں آپ ﷺ نے قیام فرمایا اس شہر کی بھی قسم کھائی،

محبوب ﷺ کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا! اے میرے پیارے حبیب ﷺ!

"وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ"۔ (الانشراح:۴)

''اور ہم نے آپ کا ذکر بلند فرمایا''

ذرا اس کی تفصیل ملاحظہ کیجیے،

...... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ اذان میں

...... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ اقامت میں

...... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر مبارک نماز میں

...... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر خیر قرآن میں

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کا ذکر کتنا بلند فرمایا:

چار دانگِ عالم میں ذکرِ نبوی کی گونج

آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب ہمارے ملک میں فجر کی اذان ہوتی ہے تو پہلے مشرق کی سمت کے شہروں میں ہوتی ہے، پھر دس پندرہ منٹ کے وقفے سے مغرب کی سمت کے شہروں میں اذانیں ہونا شروع ہوجاتی ہیں۔ اس کے بعد اور آگے، پھر اور آگے، اس طرح آدھے پونے گھنٹے تک پورے ملک میں فجر کی اذانیں ہوتی رہتی ہیں۔ پہلے ایک مسجد میں، پھر دوسری مسجد میں، پھر تیسری مسجد میں۔

سورج مشرق سے طلوع ہوتا ہے اور انڈونیشیا، ملائشیا اور اس کے جزائر میں صبح صادق کے بعد وہاں فجر کی اذانیں ہونا شروع ہوجاتی ہیں۔ فرض کریں کہ ان ملکوں میں آدھے گھنٹے تک فجر کی اذانیں ہوتی رہیں۔ جب وہاں فجر کا وقت ختم ہوگیا تو ان سے اگلے قریبی ملکوں میں فجر کا وقت شروع ہوگیا، وہاں مسلمانوں نے اذانیں دینا شروع کردیں، پھر آگے سورج آیا تو اگلے ملکوں میں اذانیں آنا شروع ہوگئیں، تو جیسے جیسے سورج آگے چلتا گیا، سحر ہوتی گئی اور لوگ اذانیں دیتے گئے، اذانیں ہوتے ہوتے پھر ہمارے ملک پاکستان میں وقت آگیا، یہاں اذانیں ہونا شروع ہوگئیں، پھر اس کے مغرب میں متحدہ عرب امارات میں ایک گھنٹے کے فرق سے اذانیں ہونا شروع ہوگئیں، سعودی عرب میں دو گھنٹے کا فرق ہے، اور اگر ملائشیا اور انڈونیشیا سے یہاں تک کا فرق دیکھا جائے تو یہ آٹھ دس گھنٹے کا فرق بن جاتا ہے،

پتہ یہ چلا کہ ایک طرف سے اذانوں کا سلسلہ شروع ہوا اور ان لوگوں نے اذانیں دیں، پھر اگلے لوگوں کے ہاں وقت ہوگیا اور انہوں نے شروع کردیں، پھر اگلوں نے شروع کردیں، یہ سلسلہ چلتے چلتے آٹھ دس گھنٹے پوری دنیا میں فجر کی اذانیں ہوتی رہیں۔ جب مغرب میں اذانیں ہو رہی تھیں اس وقت ادھر مشرق میں ظہر کا وقت ہوگیا اور انہوں نے ظہر کی اذانیں شروع کردیں، اب ظہر کی اذان چلتی رہی، ابھی ظہر کی اذان ختم نہیں ہوئی تھی کہ عصر کا وقت ہوگیا۔ ابھی عصر شروع ہوکر چلتی رہی کہ اتنے میں

مغرب کا وقت ہوگیا پھر مغرب شروع ہوئی۔ چلتی جارہی تھی کہ عشاء کا وقت ہوگیا۔ پھر عشاء کا وقت ہوگیا، پھر عشاء کی اذانیں ہونا شروع ہوگئیں، ابھی عشاء کی اذانیں مغرب میں ہورہی تھیں کہ مشرق میں پھر فجر کی اذانیں ہونا شروع ہوگئیں۔

معلوم ہوا کہ پوری دنیا میں کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا کہ جہاں مسلمان اذان میں اللہ کا نام نہ بلند کررہے ہوں اور اذان میں اللہ کے حبیب محمد ﷺ کا تذکرہ نہ کررہے ہوں۔

﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾

''اے میرے پیارے حبیب! ہم نے آپ کا ذکر بلند فرما دیا''

نبی آتے رہے آخر میں نبیوں کے امام آئے
وہ دنیا میں خدا کا آخری لے کر پیام آئے
وہ ہیں بے شک بشر لیکن تشہد میں اذانوں میں
جہاں دیکھو خدا کے نام کے بعد ان کا نام آئے
بروزِ محشر جب نفسا نفسی کا سماں ہوگا
وہاں وہ کام آئیں گے جہاں کوئی نہ کام آئے

رضائے نبوی کی تکمیل

فرمایا کہ اے میرے پیارے حبیبا!

﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ﴾

''اور عنقریب تیرا رب تجھے اتنا دے گا کہ تو راضی ہوجائے گا''

جیسے دینے والا اتنا دے کہ لینے والے کے دامن سے بڑھ جائے تو وہ بس بس کرتا ہے۔ بالکل یہی مفہوم بنتا ہے کہ اے میرے پیارے حبیب ﷺ! آپ کو آپ کا رب اتنا دے گا کہ آپ بس بس کریں گے۔ جب یہ آیت اتری تو نبی علیہ السلام نے صحابہ کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ میں آپ کو راضی کروں گا۔

اور یہ بھی بتلا دیا کہ میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک کہ میرا آخری امتی بھی جنت میں نہ چلا جائے گا۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ایک ایسی دعا مانگنے کا اختیار دیا کہ جیسے مانگیں گے ویسے ہی قبول کر لی جائے گی، ایک صحابی نے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! کیا آپ کو بھی اختیار ملا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں مجھے بھی اختیار دیا ہے، وہ صحابی پوچھتے ہیں کہ اے اللہ کے نبی! پھر آپ نے بھی دعا مانگی ہے؟ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میں نے دعا نہیں مانگی، میں نے اس کو قیامت کے دن کے لئے ذخیرہ بنا لیا ہے، میں اس دن دعا مانگوں گا اور امت کے ہر خطا کار کو لے کر جنت میں جاؤں گا...... اللہ اکبر کبیرا!

آیاتِ قرآنی اور حیاتِ نبوی کی حیران کن تطبیق

حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ نے آیاتِ قرآنی کی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ مبارکہ کے ساتھ عجیب انداز میں تطبیق فرمائی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

قرآن مجید پڑھو تو یوں لگتا ہے کہ:

ذات وصفات کی آیات...... احوالِ نبوی

تکوین کی آیات...... استدلالِ نبوی

توجہ الی اللہ کی آیات...... خلوتِ نبوی

تربیتِ خلق کی آیات...... جلوتِ نبوی

مہر کی آیات...... جمالِ نبوی

قہر کی آیات...... جلالِ نبوی

تجلیاتِ حق کی آیات...... مشاہدۂ نبوی

ابتغاءِ وجہ اللہ کی آیات...... مراقبۂ نبوی

ترکِ دنیا کی آیات...... مجاہدۂ نبوی

احوالِ محشر کی آیات...... محاسبۂ نبوی

نفی غیر کی آیات...... فنائیتِ نبوی

اثباتِ حق کی آیات...... بقائیتِ نبوی

نعیم جنت کی آیات...... شوقِ نبوی

عذابِ جہنم کی آیات...... خوفِ نبوی

انعام کی آیات...... انسِ نبوی

انتقام کی آیات...... حزنِ نبوی

لہٰذا اگر قرآن ایک طرف کلام اللہ ہے تو دوسری طرف سیرت رسول اللہ ہے،

ما ان مدحت محمدا بمقالتی

لکن مدحت مقالتی بمحمد

(میں نے اپنی بات کے ذریعے نبی کی تعریف نہیں کی بلکہ نبی کے ذکر کے طفیل اپنی بات کو خوبصورت بنایا ہے)

اللہ تعالیٰ کی حفاظت

آیئے ذرا جائزہ لیں کہ کفار کیسی تدبیریں کرتے تھے۔ اسلام کے خلاف کیسی سازشیں کرتے تھے۔ خود قرآن پاک میں گواہی ہے اس بارے میں۔ فرمایا: "وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ" "ایسی تدبیریں کرتے تھے کہ پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہل جاتے" خود نبی اکرم ﷺ کے بارے میں بھی کفار نے تدبیر کی۔

مگر اللہ تعالیٰ بھی تدبیر فرماتے ہیں۔ دنیا والوں کی تدبیریں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ رب کریم تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ".

''میرے محبوب ﷺ! ان سے پہلے والوں نے بھی تدبیر کی پھر اللہ نے ان کی تدبیروں کی دیوار کو جڑ سے اکھاڑ دیا ان کی چھتیں ان پر آگریں۔ان پر ایسا عذاب آیا جس کا شعور ہی نہیں رکھتے تھے''

ان کفار کی تدبیریں سب دھری کی دھری رہ جائیں گی جب ہمارے پلڑے میں اللہ رب العزت کی مدد کا وزن آجائے گا، اللہ تعالیٰ ان کی تمام تدبیروں کو Nill and void (صفر کے برابر) کردیں گے۔

جنگِ احزاب کا واقعہ

ایک ایسا وقت آیا کہ جب مکہ سے لے کر مدینہ تک کے تیس ہزار کفار نے مل کر چڑھائی کی، اسے جنگِ احزاب کہتے ہیں اور وہ سمجھتے تھے کہ اب تو بس مسلمان چند دن کے مہمان ہیں۔چونکہ مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی، کفار نے ایک مہینہ تک محاصرہ کئے رکھا، انجام کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا".

''اور اللہ تعالیٰ نے رد کر دیا ان کافروں کو ان کے غیظ و غضب کے ساتھ۔ان کے پلے کچھ نہیں آیا''

دل میں بڑے ارادے لے کر آئے تھے مگر کچھ ان کے ہاتھ نہیں آیا اور پھر مومنوں کو تسلی دے دی، فرمایا:

"وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ". ''اللہ تعالیٰ جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو''

اسے پتہ ہے کہ تمہارے دشمن کون ہیں۔اور فرمایا:

"وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا"۔

''اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز کافروں کو مسلمانوں تک پہنچنے کا راستہ عطا نہیں کرے گا''

اب بتائیے جب رب کریم اتنی تسلیاں دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو ہرگز ہرگز مسلمانوں تک آنے کا راستہ نہیں دے گا، اگر ہم اس کا اپنی زبان میں مفہوم ادا کریں تو جیسے کہتے ہیں نا ''میاں! تم تک کوئی آئے گا تو میرے لاش سے گزر کر آئے گا'' بالکل یہی مفہوم اس آیت کا بن رہا ہے۔

''ہرگز ہرگز اللہ تعالیٰ کافروں کو ایمان والوں تک آنے کا راستہ نہیں دے گا''

کیا مقصد؟ کہ پہلے جو مجھ سے نبٹے گا تو اے ایمان والو! پھر وہ تم تک آئے گا تو رب کریم کتنی مدد کے وعدے فرماتے ہیں۔ فرمایا:

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ"۔

''ہمارے ذمہ ہے مدد اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی اس دنیا کی زندگی میں اور جس دن کہ گواہیاں دی جائیں گی''

اللہ رب العزت اپنے اوپر ذمہ لے رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ پر تو کچھ ذمہ نہیں ہے کچھ فرض نہیں ہے مگر اس آیت کا مفہوم یوں بن رہا ہے جیسے یوں کہنا چاہتے ہیں:

''ہمارے اوپر فرض ہے مدد اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی''

اب بتائیے جب رب کریم مدد کے ایسے وعدے فرما رہے ہوں تو پھر ایمان والوں کو گھبرانے کی کیا ضرورت ہے؟ اس لئے فرمایا:

"وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ"۔

''تم سست نہ ہو اور تم گھبراؤ بھی نہیں، تم ہی اعلیٰ اور بالا ہو گے اگر تم ایمان والے ہو گے''

مومن کے ساتھ غلبے کا وعدہ قرآن میں
تو مومن ہے اور غالب نہیں تو نقص ہے تیرے ایمان میں

تو دیکھا! اللہ رب العزت یوں مدد کے وعدے فرماتے ہیں۔ اللہ رب العزت ایمان والوں کو غلبے کے وعدہ فرما رہے ہیں۔ کافروں کی کثرت کو نہ دیکھنا، ان کی طاقت کو نہ دیکھنا، فرمایا تمہاری نگاہیں پروردگار کی ذات پر رہیں گی اور اس کے ساتھ تمہارا ایمان ویقین کامل ہوگا تو رب کریم ہر میدان میں تمہیں کامیاب فرما دے گا۔

خاتم الانبیاء ﷺ اور حفاظتِ خداوندی

جب سیدنا رسول اللہ ﷺ ہجرت کا ارادہ فرما چکے تو کافروں نے سوچا کہ ہم ہر قبیلے ایک ایک دو دو بندے لے کر مکان گھیرے میں لے لیتے ہیں اور جب صبح کے وقت نماز کے لئے نکلیں گے تو ایک ہی وقت میں حملہ کر کے سب کے سب ان کا کام تمام کر دیں گے، پھر قریش اپنے قبیلے والوں کے ساتھ کیسے لڑیں گے ان کی یہ پلاننگ تھی لیکن اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

”وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ“۔

(الانفال:)

”اور یاد کرو اس وقت کو جب آپ کے خلاف تدبیر کی کافروں نے کہ آپ کو حبسِ بے جا میں رکھیں، یا آپ کو شہید کر دیں، یا آپ کو دیس سے نکالا دے دیں، انہوں نے بھی تدبیر کی اور اللہ نے بھی تدبیر کی، اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے“

چنانچہ نبی علیہ السلام اپنے گھر سے باحفاظت باہر تشریف لے آتے ہیں مگر ان کو پتہ ہی نہیں چلتا، پھر آپ غارِ ثور کے اندر تشریف لے گئے، جب ان کو صبح کو پتہ چلا کہ نبی ﷺ تو

چلے گئے تو انہوں نے نبی ﷺ کو ڈھونڈنے پر دوسو اونٹوں کا انعام مقرر کیا، یہ انعام سن کر مکہ میں کوئی ایسا قبیلہ نہیں تھا، کوئی ایسا خاندان نہیں تھا، کوئی ایسا گھر نہیں تھا کہ جس کا نوجوان تلاش کرنے کے لئے پیچھے نہ نکل پڑا ہو۔ وہ جبلِ ثور پر بھی پہنچ گئے، مگر اللہ رب العزت نے اپنے حبیب کی حفاظت فرما دی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت

علماء نے لکھا ہے کہ نبی علیہ السلام کی حفاظت کیسے فرمائی:

"واخرج ابن سعد وابن مردويه عن ابن مصعب قال: ادركت انس بن مالك وزيد ابن ارقم، والمغيرة بن شعبة فسمعتهم يتحدثون ان النبى ليلة الغار امرا لله شجرة فنبتت فى وجه النبى فسترته ، وامر العنكبوت فنسجت فى وجه النبى فسترته وامرالله حمامتين وحشيتين فوقفتا بفم الغار واقبل فتيان قريش من كل بطن رجل بعصيهم واسيافهم وهراويهم حتى اذا كانوا من النبى ﷺ قدر اربعين ذراعا فنزل بعضهم فنظر فى الغار فرجع الى اصحابه فقالوا مالك لم تنظر فى الغار ؟ فقال : رأيت حما متين بفم الغار فعرفت ان ليس فيه احد فسمع النبى ما قال عرف ان الله درئا عنه بهما قسمت النبى عليهن وفرض جزائهن وانحدرن فى الحرم، فاخرج ذلك الزوج كل شىء فى الحرم"

"بیان کرتے ہیں جس رات نبی غار میں روپوش ہوئے اللہ تعالیٰ نے ایک پودے کو حکم دیا، وہ پودا اگ آیا اس نے نبی کے چہرۂ انور کو ڈھانپ

لیا، (غار کے دھانے پر ایک پودا اگ آیا اللہ کے حکم سے) اور اللہ نے مکڑی کو حکم دیا، اس نے غار کے دھانے پر جالا بن دیا اور نبی کو چھپا لیا اور اللہ رب العزت نے جنگلی کبوتر کو حکم دیا کہ وہ غار کے دروازے کے اوپر ہی ٹھہر جائیں، چنانچہ غار کے دہانے پر دو جنگلی کبوتر رک گئے) ہر گھر سے تریسٹھ کے نوجوان نکل پڑے اپنے عصا لے کر، اپنی تلواریں لے کر اور اپنے ڈنڈے لے کر، حتی کہ نبی سے چالیس ہاتھ کا فاصلہ رہ گیا، ان میں سے ایک بندہ اپنی سواری سے نیچے اترا اور اس نے غار کے اندر بھی دیکھا، جب اس نے دیکھا کہ غار کے دھانے پر مکڑی کا جالا بھی ہے اور جنگلی کبوتریاں دبھی ہیں تو وہ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس چلا گیا، اس سے ساتھیوں نے پوچھا کیا مسئلہ تھا، تو نے غار کے اندر جھانک کر کیوں نہیں دیکھا، وہ کہنے لگا میں نے دو کبوتریوں کو غار کے دہانے بیٹھے ہوئے دیکھا ہے، لگتا ہے اس غار میں کوئی نہیں۔ اگر کوئی ہوتا تو جنگلی کبوتریاں یہاں نہیں بیٹھتی) نبی نے اس کافر کی وہ باتیں سن لیں جو وہ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا نبی سمجھ گئے کہ اللہ نے ادھر سے موڑ دیا ہے، مکڑی کے جالے کو دنیا میں سب سے کمزور دیوار کہا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ﴾ ...(العنکبوت: ۴۱)

بتلا دیا کہ لوگو! جب میں حفاظت کرنے پر آتا ہوں تو سب سے کمزور دیوار اگر میں حائل کر دیتا ہوں تو پوری دنیا کی طاقت بھی اس دیوار کو توڑ نہیں سکتی میں اس سے بھی حفاظت کر کے دکھا دیتا ہوں۔

حضور ﷺ غارِ ثور میں

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک عجیب روایت نقل کی

ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

کان ابوبکر مع رسول الله فی الغار فعطش، فقال رسول الله اذهب الی صدر الغار فاشرب فانطلق ابوبکر الی صدر الغار فشرب منه ماء احلی من العسل وابیض من اللبن واز کی رائحة من المسك، ثم عاد فقال رسول الله ان الله امر الملك المؤکل بانهار الجنة ان خرق نهرا من جنة الفردوس الی صدر الغار لتشرب"۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھے۔ ان کو پیاس محسوس ہوئی، نبی ﷺ نے ان کو فرمایا: غار کے دہانے پر جاؤ، چنانچہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غار کے دہانے پر چلے گئے، وہاں سے انہوں نے شہد سے زیادہ میٹھا، دودھ سے زیادہ سفید اور مشک سے زیادہ خوشبودار پانی پیا، پھر واپس آگئے تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جنت کی نہروں پر مامور فرشتے کو حکم دے دیا کہ وہ تمہارے پینے کے لئے جنت فردوس سے لے کر غار کے دہانے ایک نہر کھود دے"

اللہ اکبر اللہ تعالیٰ پھر یوں مدد فرماتے ہیں۔

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کی مدد بھی عجیب چیز ہے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے احکام پر پابندی کے ساتھ عمل کرنے والے بن جائیں تو جس حال میں بھی ہوں گے ہمارا پروردگار ہماری مدد فرمائے گا اور وہ پروردگار ہمیں مصیبتوں سے نکال دے گا۔

ثانی اثنین کا لقب

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ثانی اثنین کہا گیا، یعنی دو میں دوسرا، کیونکہ جہاں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلے بنے، وہاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دوسرے بنے، ایمان لانے میں دوسرے، غارِ ثور

میں دوسرے، خلافت ملنے میں دوسرے، تبلیغ کرنے میں دوسرے، روضۂ اقدس میں دفن ہونے میں دوسرے، محشر کے دن کھڑے ہونے میں دوسرے اور قیامت کے دن جنت میں داخل ہونے میں دوسرے ہوں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک تین راتوں کا مقام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی زندگی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کرتے تھے کہ آپ میری ساری زندگی کی نیکیاں لے لیجئے اور مجھے غارِ ثور والی تین راتوں کی نیکیاں دے دیجئے، کیونکہ مجھے ان تین راتوں کی نیکیاں اپنی ساری زندگی کی نیکیوں سے زیادہ نظر آتی ہیں۔

ایک غلط استدلال کی وضاحت

جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی معیت میں غارِ ثور میں گئے تو اس وقت ان کے دل میں ایک غم تھا کہ کہیں کفار پکڑ نہ لیں اور میرے آقا ﷺ کو ایذا نہ پہنچائیں، ان کے اس غم کی کیفیت کو دیکھ کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا:

﴿لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ ''تو ڈر نہیں۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے''

اہلِ تشیع حضرات اس آیت کو سامنے رکھ کر کہتے ہیں: صدیق اکبر رضی اللہ عنہ معاذ اللہ بزدل تھے۔ چھوٹے دل والے تھے۔ جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت بہادر تھے۔ وہ اس حزن کے لفظ سے ''بزدلی والا'' مطلب نکالتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات کا غلط مطلب نکالنے والی بات ہے، کیونکہ محبوب کی جدائی ہو۔ یا محبوب سے بُعد ہو۔ یا محبوب کو تکلیف پہنچے، توغم کا ملنا یہ فطری چیز ہے۔

ہم اس سلسلے میں چند احادیث مبارکہ پیش کرتے ہیں۔

☆......خاتونِ جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا جو ان کے نزدیک شاید نبوت سے بھی بلند درجہ رکھنے والی خاتون ہیں۔ ان کو بھی حزن ہوا، وہ کیسے؟ وہ اس طرح

کہ جب اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی وفات ہوئی تو سیدہ فاطمۃ الزہرا ؓ پر اس صدمے کا شدید اثر ہوا، حدیث پاک میں ہے:

"كانت اشد الناس توجعا لوفاة رسول الله ﷺ حيث حزنت لفراق والدها ﷺ حزناً شديدا واخذت تذبل رضوان الله عليها من جراء ذالك يوما بعد يوم حتى توفيت بعد ستة اشهر من وفاة رسول الله ﷺ"

''نبی علیہ السلام کی وفات پر فاطمۃ الزہرا ؓ سب سے زیادہ دردمند اور پرغم تھیں، اس لئے کہ والد گرامی کی وفات پر ان کو حزن ہوا، اور یہ حزن بھی بڑا شدید تھا، اور وہ (اس غم میں) پگھلنے لگ گئیں، وہ ہر دن اس غم کے اندر پگھل رہی تھیں، حتیٰ کہ نبی علیہ السلام کی وفات کے چھ مہینے بعد وہ اس دنیا سے پردہ فرما گئیں''

اب یہاں بھی تو ''حزن'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، تو کیا حزن کا ترجمہ یہاں بھی بزدلی کریں گے؟

☆......ایک روایت اور بھی دیکھئے! حدیث پاک میں ہے:

"لما توفى النبى ﷺ حزنت عليه وبكته وقالت يا ابتاه! الى جبرئيل ننعاه! اجاب ربا دعاه! يا ابتاه! جنة الفردوس مأواه! وقالت بعد دفنه: يا انس! كيف طابت انفسكم ان تحثوا التراب على رسول الله ﷺ"

''جب نبی علیہ السلام کی وفات ہوئی تو سیدہ فاطمۃ الزہرا ؓ بہت غم زدہ ہوئیں، اور روئیں اور کہنے لگیں: یا ابتاه الى جبرئيل ننعاه یا ابتاه! اجاب ربا دعاه یا ابتاه! جنة الفردوس مأواه! اور جب نبی علیہ السلام کو دفن کر دیا گیا تو انہوں نے حضرت انس ؓ سے کہا: اے انس! تمہارے دلوں نے یہ کیسے گوارا کرلیا کہ تم

اللہ کے حبیب ﷺ کی قبر پر مٹی ڈالو!''

یہ محبوب سے جدائی کا ایک فطری غم ہوتا ہے، حتیٰ کہ محبوب پر کسی پریشانی کے آنے کا بھی غم ہوتا ہے۔

نبیِ رحمت ﷺ کے لئے حزن کا لفظ

یہی لفظ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بھی استعمال ہوا، اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

اے میرے محبوب ﷺ! اگر چہ ان کافروں نے آپ کے ساتھ مکر کیا، اس پر صبر کیجئے، آپ غم زدہ نہ ہو جانا۔

☆......جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دفن فرمایا تو آپ ﷺ کی مبارک آنکھوں میں آنسو تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے پوچھا: اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ بھی رو رہے ہیں؟ فرمایا:

﴿القلب يحزن والعين تدمع وانا بفراقك يا ابراهيم لمحزونون﴾

''دل مغموم ہے اور آنکھ رو رہی ہے، اے ابراہیم! تیرے فراق میں ہم بڑے غم زدہ ہیں''

یہ اللہ کے حبیب ﷺ کا غمزدہ ہونا، کس بات کی علامت تھی؟ اس سے کوئی معاذ اللہ یہ کہہ سکتا ہے کہ ان کے اندر جوانمردی نہیں تھی، یا بہادری نہیں تھی، یا جرأت نہیں تھی؟ یہ غم کا آجانا ایک فطری چیز ہوتی ہے۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ اونچا ذکر کرتے تھے۔ جب وہ قرآن پڑھتے تھے تو دوسرے صحابہ حیران ہوتے تھے۔ ان کی وفات ہوگئی، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں خود اپنے مبارک ہاتھوں سے دفن کیا اور دعا مانگی:

﴿اوسع اللہ علیہ﴾
یہ دعا سن کر بعض صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین نے پوچھا:
﴿یارسول اللہ! لقد حزنت علیہ؟﴾
''اے اللہ کے رسول! کیا آپ ان کی وفات پر بہت زیادہ غم زدہ ہوئے؟
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:
﴿اجل انہ کان یحب اللہ ورسولہ﴾
''ہاں یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا تھا (اس کو دفن کرتے ہوئے مجھے بہت صدمہ ہوا ہے)''

حضرت یعقوب علیہ السلام نے (لیحزننی) کا لفظ استعمال فرمایا۔ یہ بہادر لوگوں کے لئے بھی استعمال ہوسکتا ہے، یہی لفظ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے بھی استعمال ہوا، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو جو فرمایا: ﴿لا تحزن ان اللہ معنا﴾ یہ تسلی دینے کے لئے تھا۔

☆......حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کو فرماتے ہیں تم تو چاہتے ہو کہ تم یوسف کو لے جاؤ مگر انی لیحزننی ان تذہبوا بہ واکلہ الذئب کہ مجھے ڈر ہے کہ تم اسے لے کر جاؤ اور اس کو بھیڑیا کھا جائے، حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس وقت کس چیز کا غم تھا؟ اپنا غم تھا یا حضرت یوسف علیہ السلام کا تھا؟ حضرت یوسف علیہ السلام کی وجہ سے غم تھا، تو معلوم ہوا کہ جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی وجہ سے حزن تھا اسی طرح حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے حزن تھا کہ ان کو کہیں کوئی تکلیف نہ پہنچا دے۔

ایک اور مثال پر غور کریں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کی موجودگی میں کہا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ میرا رب میرے ساتھ ہے وہ ضرور میری راہنمائی فرمائے گا، لیکن میرے محبوب ﷺ نے اپنے رفیقِ سفر کی موجودگی میں یہ نہیں کہا کہ میرا رب میرے ساتھ ہے بلکہ فرمایا ان اللہ معنا بے شک اللہ تعالیٰ

ہمارے ساتھ ہے، اس سے ان کو معیت الٰہی کی بشارت نصیب ہوئی، اس کو ''معیت کبریٰ'' کہتے ہیں۔ یہ خوشخبری اللہ تعالیٰ نے سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمادی اور اس کا اظہار نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانِ فیض ترجمان سے کروایا گیا۔

فراق کا غم

یہ فراق بڑی عجیب چیز ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی عاشق کو فراق میں مبتلا نہ کرے، ویسے دل تو چاہتا ہے کہ کبھی یہ فراق مل جائے تو ہم اسے فراق کا مزہ چکھادیں، موت کی گھڑی کا غم تو تھوڑی دیر کا ہوتا ہے اور فراق کا غم تو عاشق کے لئے ہمیشہ کا ہوا کرتا ہے۔

حضرت مجدد الفِ ثانی رحمہ اللہ اور مدحتِ نبوی ﷺ

ہمارے اکابر نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف میں ایسا جامع کلام کہا ہے کہ ایک فقرے میں بات کو مکمل کر دیا، چنانچہ امامِ ربانی حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

''میں اللہ کی عبادت اس لئے کرتا ہوں کہ وہ محمد ﷺ کے پروردگار ہیں''

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت نے ایک ہی فقرے میں حمد اور نعت کو اکٹھا کر دیا، اللہ کی حمد بھی اس سے ظاہر ہو رہی ہے کہ وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پروردگار ہیں اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت بھی ظاہر ہو رہی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں اللہ کی عبادت اس لئے کرتا ہوں کہ وہ محمد ﷺ کے پروردگار ہیں۔

خواجہ مظہر جانِ جاناں رحمہ اللہ اور نعتِ نبوی ﷺ

ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ گزرے ہیں۔ حضرت خواجہ مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ، انہوں نے ایک ہی شعر میں پوری بات کو سمیٹ دیا، چنانچہ حضرت فرماتے ہیں۔

خدا در انتظار حمد ما نیست
(اللہ تعالیٰ ہماری حمد کے انتظار میں نہیں)
محمد چشم براہ ثنا نیست
(محمد ﷺ ہماری تعریف کے منتظر نہیں ہیں)
خدا مدح آفرین مصطفی بس
(اللہ رب العزت مصطفی ﷺ کی مدح کرنے کے لئے کافی ہے)
محمد حامد حمد خدا بس
(محمد ﷺ اللہ کی حمد بیان کرنے کے لئے کافی ہیں)
منا جاتے اگر باید بیاں کرد
(اگر تم نے اپنی کوئی درخواست پیش بھی کرنی ہے تو)
بہ بیتے ہم قناعت می تواں کرد
(پھر ایک شعر کی صورت میں پیش کر دو)

وہ شعر یہ ہے:

محمد از تومی خواہم خدارا
(اے محمد ﷺ! میں آپ سے اللہ تعالیٰ کا قرب مانگتا ہوں)
خدایا از توحبِ مصطفی را
(اے اللہ! میں آپ سے مصطفی کریم کی محبت مانگتا ہوں)

ظاہری حسن بے مثال

نبی ﷺ کو اللہ رب العزت نے جو ظاہری حسن دیا یا باطنی صفات دیں وہ سب سے بہترین، نبی ﷺ کے حسن کے بارے میں الفاظ کے اندر اتنی وسعت نہیں کہ وہ اس میں سمو سکیں۔ بس اتنی بات کہتے ہیں کہ:

واللیل سیاہی زلفوں کی چہرہ والضحیٰ اس کا
سارے جہاں کا پیارا ہے آپ محب ہے خدا اس کا
رب نے بنایا جب اس کو خود آپ کہا سبحان اللہ
اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

اللہ کے حبیب ﷺ کو اللہ نے ایسا حسنِ بے مثال عطا کیا چنانچہ کسی نے کیا عجیب بات کہی!

اے رسولِ امین خاتم المرسلین
تجھ سا کوئی نہیں۔ تجھ سا کوئی نہیں
ہے عقیدہ یہ اپنا بصدق ویقین
تجھ سا کوئی نہیں۔ تجھ سا کوئی نہیں
بزمِ کونین پہلے سجائی گئی
پھر تیری ذات منظر پہ لائی گئی
سید الاولین سید الآخرین
تجھ سا کوئی نہیں۔ تجھ سا کوئی نہیں
دست ِقدرت نے ایسا بنایا تجھے
جملہ اوصاف سے خود سجایا تجھے
اے ازل کے حسیں اے ابد کے حسیں
تجھ سا کوئی نہیں۔ تجھ سا کوئی نہیں
تیرا سکہ رواں دوجہاں میں ہوا
اس زمین میں ہوا آسمان میں ہوا
کیا عرب کیا عجم سب ہیں زیر زمیں

تجھ سا کوئی نہیں۔ تجھ سا کوئی نہیں
کوئی بتلائے کیسے سراپا لکھوں
کوئی ہے وہ جس کو تجھ سا کہوں
توبہ توبہ میری کوئی تجھ سا نہیں
تجھ سا کوئی نہیں۔ تجھ سا کوئی نہیں

باطنی صفات بے مثال

نبی ﷺ کی باطنی صفات کی سبحان اللہ! الفاظ میں اتنی وسعت ہی نہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محاسن اور کمالات کو بیان کر سکیں، اتنی بات کہتے ہیں کہ کہنے والے نے کہا:

کتابِ فطرت کے سرورق پہ اگر نام احمد رقم نہ ہوتا
تو نقشِ ہستی ابھر نہ سکتا وجودِ لوح و قلم نہ ہوتا

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے
نقش روحِ محمد بنایا گیا
پھر اسی نقش سے مانگ کر روشنی
بزمِ کون و مکان سجایا گیا
وہ محمد بھی احمد بھی محمود بھی
اس کے مطلق کا شاہدو مشہود بھی
علم وحکمت میں وہ غیر محدود بھی
ظاہراً عامیوں میں اٹھایا گیا

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں گلاب

شوکت سنجر سلیم تیرے جلال کی
فقر جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب
تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے

اور مدح باقی ہے

چنانچہ نبی علیہ السلام کی شان میں لکھنے والوں نے بہت کچھ لکھا، حتی کہ ایک عربی شاعر نے نبی علیہ السلام کی منقبت میں چالیس ہزار اشعار لکھے، دو چار شعروں کی بات نہیں۔ چالیس ہزار اشعار لکھے اور اس کے بعد آخری شعر جو اس نے لکھے اس کا اردو ترجمہ یوں ہے:

فقیہ ہے فکر رسا اور مدح باقی ہے
قلم ہے آبلہ پا اور مدح باقی ہے
ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
تمام عمر لکھا اور مدح باقی ہے

چالیس ہزار اشعار لکھ کر بھی اس نے یہ تسلیم کیا کہ میں نبی ﷺ کی منقبت کا حق ادا نہیں کر سکا۔

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ علمائے دیوبند میں سے ہیں۔ انہوں نے نبی ﷺ کی شان میں ایک کتاب لکھی ''النبی الخاتم'' اس میں چار سو پچاس عنوانات لکھے اور لکھنے کے بعد آخر میں کہا کہ دنیا میں جو آیا، وہ جانے کے لئے آیا سوائے اس کے کہ مکہ میں ایک آنے والا ایسا آیا جو آتا ہی چلا گیا۔

لاکھ ستارے ہر طرف ظلمتِ شب جہاں جہاں
اک طلوعِ آفتاب دست ونگر سحر سحر

حروفِ تہجی کی مدحت

اردو زبان کے اندر جتنے حروف ہیں اور ہر حرف کے اندر اور عربی زبان کے اندر جتنے حروف ہیں اور ہر حرف سے جو صفاتی نام بنتا ہے، اللہ رب العزت نے وہ صفت اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمائی۔

ذرا غور ملاحظہ کیجئے! کہ جب نبی علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے تو:

''الف'' بولی:

دنیا میں احمد آ گئے، امی آ گئے، اولیٰ آ گئے،

الف سے بننے والے یہ تینوں صفاتی نام ہیں جو نبی ﷺ کے ناموں میں سے ہیں۔

''ب'' بولی:

دنیا کے اندر بشیر آ گئے،

''ت'' کہنے لگی:

دنیا کے اندر تنویر آ گئے،

''ث'' نے کہا:

دنیا کے اندر ثاقب آ گئے،

''ج'' بولی:

دنیا کے اندر جمیل آ گئے، جواد آ گئے،

''ح'' کہنے لگی:

حامد آ گئے، حبیب آ گئے، حافظ آ گئے، حکیم آ گئے، حجازی آ گئے،

''خ'' کہنے لگی:

دنیا میں خاتم النبیین آ گئے، خاشع آ گئے۔

''د'' کہنے لگی:

دنیا میں دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ آگئے،

''ذ'' کہنے لگی:

دنیا میں [illegible] آگئے،

''ر'' نے کہا:

دنیا میں رسول آگئے، رحمۃ للعالمین آگئے، رشید آگئے، رفیق آگئے،

''ز'' نے کہا:

دنیا میں زائر آگئے،

''س'' نے کہا:

دنیا میں سید آگئے، سراج آگئے

''ش'' بولی:

دنیا میں شافی آگئے، شہید آگئے،

''ص'' نے کہا:

دنیا میں صفی اللہ آگئے،

''ض'' نے کہا:

دنیا میں ضامن آگئے،

''ط'' نے کہا:

طیب آگئے، طاہر آگئے، طٰہٰ آگئے،

''ظ'' نے کہا:

ظاہر آگئے۔

''ع'' نے کہا:

دنیا میں عبداللہ آ گئے، عزیز آ گئے، عادل آ گئے،

''غ'' نے کہا:

دنیا میں غیور آ گئے،

''ف'' نے کہا:

دنیا میں فاتح آ گئے،

''ق'' بولی:

دنیا کے اندر قاسم آ گئے، قاری آ گئے، قوی آ گئے،

''ک'' نے کہا:

دنیا کے اندر کفیل آ گئے، کامل آ گئے، صاحبِ کوثر آ گئے،

''ل'' نے کہا:

''م'' بولی:

دنیا میں محمد آ گئے، محمود آ گئے، مدثر آ گئے، مزمل آ گئے، مصطفی آ گئے، منصور آ گئے۔

''ن'' نے کہا:

دنیا میں نذیر آ گئے،

''و'' نے کہا:

دنیا کے اندر وکیل آ گئے،

''ہ'' نے کہا:

دنیا کے اندر ہادی آ گئے، ہاشمی آ گئے،

''ہمزہ'' نے کہا:

دنیا میں آخری آ گئے۔

’’ی‘‘ رہ گئی تھی، کہنے لگی:

دنیا کے اندر یاسین آ گئے، یتیم آ گئے،

عربی زبان کے جتنے حروف ہیں۔ ہر حرف سے جو صفاتی نام بنتے ہیں۔ وہ صفتیں اللہ رب العزت نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو عطا فرمائیں۔



دوسرا باب

محبوب کائنات ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کے ایمان افروز مناظر

بعثت نبوی ﷺ سے پہلے جزیرۂ عرب کی حالت

نبی علیہ السلام کی آمد سے پہلے یہ ایک ایسا علاقہ تھا کہ اس وقت دنیا کی جو بڑی بڑی حکومتیں تھیں ان کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، اس لیے کہ خشک پہاڑ تھے، سبزہ نہیں تھا۔ پانی موجود نہیں تھا، آسائش کے اسباب تو کجا، ضروریات زندگی ہی نہیں ملتی تھیں۔ اس لیے باہر کے بادشاہوں کو اس علاقے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، انہوں نے ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔

چنانچہ مقامی لوگ جہالت کی زندگی گزار رہے تھے، جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا قانون لاگو تھا، جو زیادہ طاقتور تھا اس کی زیادہ چلتی تھی، وہ کسی قانون کی پابند نہیں تھے، چند سردار مل کر جو بات طے کر دیتے تھے، وہی قانون ہوتا تھا، ظلم وستم، انانیت اور حقوق کی پامالی، وہاں کا عام معمول تھا، پڑھائی لکھائی اس علاقے میں بالکل ہی نہیں تھی، وہ لوگ لکھنا بالکل نہیں جانتے تھے، ہاں! وہ ہر چیز کو زبانی یاد رکھتے تھے، لکھنے کو وہ عار سمجھتے تھے، ہزاروں اشعار ان کو زبانی یاد ہوتے تھے، ان کو اپنے خاندانی نسب نامے کی (لڑی) اوپر چلتی ہے، وہ بیس بیس واسطوں تک زبانی یاد ہوتی تھی، قبیلوں کے شجرے یاد ہوتے تھے، حتیٰ کہ گھوڑوں کے شجرے بھی یاد رکھتے تھے کہ یہ سب سے پہلے کس کے پاس تھا، پھر کس کے پاس بکا، پھر کس کے پاس آیا، تو ان کے شجرے بھی ان کو یاد ہوتے تھے، قوتِ حافظ ان لوگوں میں بہت تھی، یہ فطرت ہے انسان کی کہ جس صلاحیت کو زیادہ استعمال کیا جائے، انسان کی وہ صلاحیت اور زیادہ بڑھتی ہے، چونکہ وہ لکھتے تو تھے نہیں، ہر چیز کو زبانی یاد رکھتے تھے تو ان کی یادداشت بہت اچھی تھی، چنانچہ جب میلے لگتے تھے تو وہ اس میں ہزاروں اشعار زبانی سناتے تھے، قصے زبانی سناتے تھے، یہ ان کی زندگی تھی۔

اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کو ایسے ان پڑھ معاشرے میں

بھیجا، نبی ﷺ نے وہاں صداقت کے بیج بوئے اور وحی کی بارش ہوئی، پھر گلشن نے وہ بہار دیکھی جو دنیا میں کبھی نہیں دیکھی گئی تھی،

جزیرۂ عرب میں بعثت کی حکمتیں

نبی علیہ السلام کو عربوں میں کیوں بھیجا گیا؟ اس میں تین حکمتیں ہیں:

(۱)......پہلی بات یہ کہ عربوں کی جو طبیعت تھی وہ جلدی ماننے والی نہیں تھی، اور جب مان لیتے تھے تو پھر اس سے ٹلتے نہیں تھے، یوں سمجھ لیجیے کہ وہاں اور نہ کے درمیان کوئی تیسری بات نہیں جانتے تھے، کسی بات پہ یا تو ہاں کرتے تھے یا نہ کرتے تھے، لہٰذا کئی صحابی جو بعد میں مسلمان ہوئے تو انہوں نے نبی علیہ السلام کو بتایا کہ جب ہم کافر تھے تو سب سے زیادہ نفرت آپ کے خیمے کے ساتھ تھی اور جب کلمہ پڑھ لیا تو ہمیں سب سے زیادہ محبت اس خیمے کے ساتھ ہے، تو ان کی طبیعت ہی ایسی تھی، وہ ڈھلمل لوگ نہیں تھے، ان کے اندر (قوتِ ارادی) بہت تھی، چنانچہ ان لوگوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو بھیجا کہ یہ لوگ جو رف اور ٹف لوگ ہیں، یہ اس دعوت کو قبول کر لیں گے تو یہ اس دعوت کو پوری دنیا میں پھیلانے کا سبب بن جائیں گے،

(۲)...... دوسری بات یہ کہ وہاں کے (ماحولیاتی عوامل) بہت سخت قسم کے تھے، یہاں موسم کی شدت تھی، گرمی بہت زیادہ تھی اور پانی نہیں، کھانے کو کوئی چیز نہیں ملتی تھی، بھوک پیاس بہت تھی، گویا وہاں مجاہدہ بہت تھا، ان لوگوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو بھیجا کہ جب اتنی مشقت کی زندگی گزارنے والے لوگ اس کام کو قبول کر لیں گے، تو دنیا میں باقی جگہوں پر جہاں آسانیاں ہیں، اس کام کو پہنچانا آسان ہو جائے گا،

(۳)...... تیسری بات یہ کہ وہ فصیح اللسان لوگ تھے، وہ اپنے آپ کو عرب کہتے تھے اور باہر والوں کو عجم کہتے تھے، عجم کا معنی ہے ''گونگا'' یعنی ان کو اپنی زبان دانی پہ

اتنا ناز تھا کہ یہ اپنے تئیں دوسروں کو گونگا سمجھتے تھے، یعنی جو اپنے احساسات کو صحیح طریقے سے بیان بھی نہیں کر سکتے، تو وہ کہتے تھے کہ پوری دنیا میں صرف ہم لوگ ہیں جو اپنے معافی الضمیر کو صحیح طور پر بیان کرنا جانتے ہیں، اور واقعی عربی زبان ایسی ہی زبان ہے کہ عربی کے ایک ایک لفظ کے لیے دوسری زبان میں بیس بیس الفاظ استعمال کرنے پڑتے ہیں، تو وہ جانتے تھے کہ اپنی احساسات کو کیسے بیان کرنا ہے، اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کو ان میں بھیجا کہ یہ لوگ اگر اسلام کے پیغام کو قبول کر لیں گے تو چونکہ ان کو اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کا فن آتا ہوگا، اس لیے یہ پھر دنیا میں پہنچیں گے تو لوگوں کو اسلام کا پیغام آسانی کے ساتھ پہنچا دیں گے،

لہٰذا ان تین باتوں کی وجہ سے یہ لوگ دعوت الی اللہ کے لیے موزوں ترین لوگ تھے، جو مجاہدہ بھی کر سکتا ہو اور جس کی شخصیت کے اندر کھرا پن بھی ہو اور جس کو اپنا مافی الضمیر بیان کرنا بھی آتا ہو، ایسا بندہ بہت اچھا داعی بن سکتا ہے،

کھلی کتاب جیسی زندگی

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے دور میں تشریف لائے جب تاریخی اعتبار سے روشنی کا زمانہ تھا، اگر پہلے انبیاء علیہم السلام کی تاریخ ڈھونڈنا چاہیں تو آپ کو حالات نہیں ملیں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالاتِ زندگی ان کی وفات کے سو سال کے بعد کسی نے لکھے اور اس سے پہلے انبیاء علیہم السلام کے حالات تو موجود ہی نہیں ہیں، مگر ہمارے نبی علیہ السلام ایسی تاریخی روشنی کے زمانے میں تشریف لائے کہ آپ ﷺ کے حالاتِ زندگی بچپن سے لے کر آپ ﷺ کے پردہ فرمانے تک پوری طرح محفوظ ہیں، اتنے محفوظ حالات زندگی شاید کسی کے نہیں ہوں گے۔

عام دستور یہ ہے کہ لوگ اپنی زندگی کے کچھ حصے کو دوسروں کے سامنے لاتے ہیں اور کسی حصے کو دوسروں سے چھپاتے ہیں، حتیٰ کہ گھر میں بیوی سے بھی کہتے ہیں:

ہم گھر کی باتیں گھر ہی میں رکھیں گے باہر کہیں نہیں بتائیں گے، بچوں کو بھی منع کریں گے کہ بیٹا گھر کی بات باہر نہیں بتائی جاتی، مگر اللہ کے حبیب ﷺ کی مبارک زندگی اتنی کھلی اور دھلی تھی کہ آپ ﷺ نے دوستوں کو بھی کہا کہ تم جو مجھے کرتا دیکھو یا سنو، اس کو دوسروں تک پہنچاؤ، اور گھر میں اپنی بیویوں کو بھی یہی کہا کہ تم مجھے گھر میں جس طرح رہتے دیکھتی ہو، تم میری یہ باتیں دوسری عورتوں تک پہنچانے کی پابند ہو،

آپ ﷺ کی زندگی کھلی کتاب جیسی زندگی تھی، کتنی خوبصورت اور پاکیزہ زندگی ہوگی!! آپ کی زندگی کا ہر پہلو محفوظ ہے،

قیمتی چیز طلب سے ملتی ہے

چنانچہ عام دستور یہی ہے کہ انسان کے پاس کم قیمت چیز ہوتو بن مانگے دے دی جاتی ہے لیکن قیمتی چیز ہوتو انسان چاہتا ہے کہ کوئی مانگے طلب کا اظہار کرے پھر اسے دی جائے گی، چنانچہ باقی انبیاء جتنے بھی دنیا میں تشریف لائے، ان کو اللہ رب العزت نے ازخود دنیا میں بھیجا لیکن جب اللہ رب العزت کے حبیب ﷺ نے دنیا میں آنا تھا تو اللہ نے پسند کیا کہ مجھ سے مانگا جائے، چنانچہ سیدنا ابراھیم علیہ السلام نے جب بیت اللہ کو تعمیر کیا تو حکم ہوا کہ میرے ابراھیم خلیل اللہ! آپ نے میرا گھر بنا دیا اب آپ مجھ سے انعام مانگئے کیا مانگتے ہیں؟ تو ابراھیم خلیل اللہ نے دعا مانگی: اے رب کریم! میں نے مسجد بنادی، عبادت کرنے والے، عبادت سکھانے والے کو بھیج دیجئے۔

قرآن مجید میں ہے کہ انہوں نے یہ دعا مانگی:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا﴾... (البقرۃ:۱۲۹)

''اللہ! اپنے حبیب ﷺ کو بھیجیں! یوں سمجھیں کہ انہوں نے فرمایا: اے اللہ! میں آپ سے دنیا کا مال نہیں مانگتا بلکہ میں آپ سے آمنہ کا لال مانگتا ہوں، میں وہ نعمت مانگتا ہوں جو تیرے خزانے میں بھی ایک ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو دعائیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو دعائیں، ایک دعا میں انہوں نے اولاد مانگی، اللہ نے اسمٰعیل دے دیئے، اسمٰعیل میں دو حروف ہیں، بلکہ دو لفظ ہیں۔ اسمع کے معنی ہوتے ہیں ''تو سن'' عیل کا معنی ہوتا ہے ''اے اللہ'' یعنی اے اللہ! سن لے، اللہ تعالیٰ نے اسمٰعیل علیہ السلام عطا فرمائے، پھر ان کی اکتالیسویں پشت میں اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کو بھیجا،

چنانچہ دعا مانگنے والے ابراہیم علیہ السلام، آمین کہنے والے اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام اور اس دعا کو جہاں مانگا اس جگہ کا نام بیت اللہ اور جس سے مانگا اس پروردگار کا نام اللہ، اور کیا مانگا؟ اللہ کا حبیب، تو اللہ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو بھیجا،

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دو نعمتیں ملی تھیں ایک زم زم والا ملا (اسمٰعیل علیہ السلام) دوسرے کوثر والے ملے، اللہ کے حبیب ﷺ، اسمٰعیل علیہ السلام اللہ کے محب بنے کہ اللہ کے نام پر قربان ہونے کو تیار اور اللہ کے حبیب ﷺ اللہ کے محبوب بنے، سبحان اللہ کیا کیا نعمتیں ملیں، ایک ذبیح اللہ ملا اور دوسرا حبیب اللہ ملا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کو قبول فرمالیا،

اب عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ جب کوئی مجلس ہو پروگرام چلتا رہتا ہے لیکن جب مہمان خصوصی نے آنا ہوتا ہے تو اس سے پہلے اعلان کیا جاتا ہے، چنانچہ اللہ رب العزت نے یہ پسند فرمایا کہ جب میرے حبیب ﷺ اس دنیا میں تشریف لانے والے ہوں گے تو ان کے آنے سے پہلے اعلان ہوگا،

مہمانِ خصوصی کی آمد کا اعلان

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے منتخب فرمایا کہ آپ دنیا میں جایئے میرے حبیب ﷺ کے آنے کا اعلان کیجئے، چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اعلان کیا کہ

میرے بعد رسول آئیں گے،

﴿يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ﴾... (الصف:۶)

کہ جن کا نام احمد ہوگا، اللہ کے حبیب ﷺ کی شان دیکھئے! کہ ان کے آنے سے پہلے ایک پیغمبر علیہ السلام آئے اعلان کرنے کے لئے، یہ بھی آپ سمجھتے ہیں کہ جب مہمانِ خصوصی کے آنے سے پہلے اعلان کیا جاتا ہے تو پھر مہمانِ خصوصی آتا ہے، اپنا بیان کرتا ہے اور جب چلا جاتا ہے تو پھر اعلان کرنے والا مجلس کو Wind up (برخاست) کرتا ہے، اللہ رب العزت نے بھی یہی معاملہ فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے آسمانوں پر بلا لیا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کا جب آخری وقت ہوگا تو اللہ رب العزت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ بھیجیں گے اور وہ نبی ﷺ کی شریعت کو ہی دنیا میں آگے بڑھائیں گے اور مجلس کے اختتام کا گویا اعلان کریں گے۔

حضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب پر آزمائش

اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کو جب اس دنیا میں تشریف لانا تھا تو آپ کی تشریف آوری سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تین قریبی رشتہ داروں کو آزمایا، سب سے پہلے آپ کے دادا عبدالمطلب کو آزمایا، ان کا نام ''شیبہ'' تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ سر کے اندر کچھ بال پیدائشی سفید تھے۔ جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے۔ تو بچپن سے ہی بالوں کی ایک لٹ سفید تھی، اس وجہ سے ان کا نام شیبہ رکھا گیا، بہت زیادہ خوبصورت تھے۔ اللہ کی شان کہ بچپن میں وہ یتیم ہو گئے، تو ان کی والدہ سلمیٰ مدینہ طیبہ سے تھیں، وہ خاوند کی وفات کے بعد واپس اپنے میکے مدینہ طیبہ آ گئیں، تو یہ بھی اپنی والدہ کے ساتھ آ گئے، میکے میں غربت بہت تھی، نہ کھانا ملتا تھا نہ پہننا ملتا تھا، اس لئے عبدالمطلب کا لڑکپن بہت غربت میں گزرا، ایک مرتبہ ایک حارثی قبیلہ کا شخص مدینہ طیبہ گیا، اس نے دیکھا کہ کچھ نوجوان تیر اندازی کر رہے ہیں۔ اور ان میں ایک لڑکا ایسا ہے کہ جب نشانہ لگاتا ہے تو بالکل صحیح صحیح نشانہ لگاتا

ہے اور نشانہ ٹھیک لگنے کے بعد وہ بڑی خوشی سے کہتا ہے کہ میں اس خاندان کا شخص ہوں جس خاندان کے ہر بندے کا نشانہ ٹھیک جگہ پر لگتا اسے زیب دیتا ہے، تو اس نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اسے بتایا گیا کہ یہ قریش کی اولاد ہے، یتیم ہو گیا، اور اب یہ اپنی والدہ کے ساتھ غربت کی زندگی گزار رہا ہے، وہ ان کے چچا مطلب کے دوست تھے۔ چنانچہ وہ حارثی شخص واپس مکہ مکرمہ گیا اور اس نے وہاں جا کر عبدالمطلب کو کہا کہ تمہارا بھتیجا اتنی غربت کی زندگی گزار رہا ہے، تم لوگ اتنے امیر لوگ ہو۔ امراء میں سے ہو۔ تم اپنے بھائی کے بیٹے کی کفالت نہیں کر سکتے؟ اپنے بھائی کے بیٹے کو نہیں پال سکتے؟ اس نے مطلب کو اتنا اکسایا کہ اس نے قسم کھالی کہ جب تک میں اپنے بھتیجے کو واپس نہیں لے آؤں گا میں چین سے نہیں بیٹھوں گا، چنانچہ مطلب مدینہ گئے، اس کی والدہ سے بات کی کہ میں اپنے بھائی کے بیٹے کو واپس مکہ مکرمہ لے جانا چاہتا ہوں، وہ ماں تھی، پہلے تو وہ گھبرائی کہ میں بچے کی دوری برداشت نہیں کر سکوں گی، پھر لوگوں نے سمجھایا کہ تیرے بیٹے کی پرورش اچھی ہوگی، کچھ بن جائے گا، تیرے لئے تو خوشی کا باعث ہوگا، چنانچہ ماں آمادہ ہوگئی، مطلب اپنے چھوٹے بھتیجے کو اپنی سواری پر بٹھا کے لے آئے، جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو لوگوں نے دیکھا کہ آگے مطلب ہیں اور پیچھے ایک نوجوان لڑکا ہے، تو لوگوں نے سمجھا کہ یہ اپنے لئے وہاں سے کوئی غلام لایا ہے، چنانچہ ان کا نام عبدالمطلب پڑ گیا، حالانکہ یہ چچا کے غلام تو نہیں تھے۔ مگر نام عبدالمطلب پڑ گیا، تو یہ نبی ﷺ کے دادا، جب مکہ مکرمہ میں انہوں نے رہنا شروع کیا، چونکہ ان کے اندر قائدانہ صلاحیتیں تھیں، یہ معاملہ فہمی رکھتے تھے۔ Crisis Management (ہنگامی حالات سے نمٹنے کی صلاحیت) ان کو آتی تھی، Decision Making (قوتِ فیصلہ) بہت اچھی تھی، لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آتے تھے۔ چنانچہ جب یہ جوان ہوئے تو قریش کے لوگوں نے متفقہ طور پر ان کو بیت اللہ کا انچارج بنا دیا، اور بیت اللہ کی کنجیاں عبدالمطلب کے ہاتھ میں آ گئیں، یوں عبدالمطلب بیت اللہ کے کنجی بردار بن گئے، وقت اچھا گزرنے لگا۔

حضور ﷺ کے والد عبداللہ پر آزمائش

دوسری آزمائش ان کے بیٹے پر آئی، ان کے کئی بیٹے تھے۔ جن میں سے ایک کا نام تھا: عبداللہ، جو چھوٹا بھی تھا، سب سے زیادہ خوبصورت بھی تھا، وہ آزمائش ایسے آئی کہ عبدالمطلب سے سن رکھا تھا کہ اللہ کے گھر کے قریب کوئی جگہ ہے جہاں زمزم کا کنواں تھا، وقت کے ساتھ وہ بند ہوگیا اور اس زمانے میں سب سے بڑی پرابلم پانی کا نہ ہونا تھا، نہ پینے کو پانی ملتا تھا، نہ جینے کا پانی ملتا تھا، لوگ بہت مشکل میں تھے۔ عبدالمطلب کو شوق ہوا، انہوں نے مختلف جگہوں سے زمین کی کھدائی شروع کردی، یہ اکیلے زمین کھودتے رہتے، کوئی انہیں بیوقوف سمجھتا، کوئی دیوانہ سمجھتا، گرمی کے موسم میں پسینہ بہہ رہا ہے اور یہ زمین کھود رہے ہیں۔ چاہتے تھے کہ مجھے وہ کنواں مل جائے جس سے زم زم نکلا تھا، چنانچہ جب انہوں نے خوب محنت کرلی اور کنواں نہ نکلا تو انہوں نے منت مانگی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے زم زم کا پانی مجھے عطا کردیا اور وہ کنواں مل گیا تو اپنے بیٹوں میں سے ایک بیٹے کو اللہ کے نام پہ قربان کروں گا، اللہ کی شان کہ کچھ عرصہ گزرا کہ انہون نے کھودتے کھودتے ایک چٹان دیکھی وہ چٹان اصل میں کنویں کے منہ پر رکھ کے کسی نے بند کیا ہوا تھا، چٹان توڑنے کی دیر تھی کہ نیچے سے پانی نکل آیا، یہ بات اہلِ مکہ کے لئے سب سے زیادہ خوشی کا باعث تھی کہ زم زم کا پانی مل گیا، آبادی خوشی کے ساتھ وہاں آباد ہوجائے گی، چنانچہ لوگ بڑے خوش تھے کہ ہمارے قبیلے کے سردار نے پانی کو ڈھونڈ لیا، مگر عبدالمطلب دل میں غمزدہ بھی بڑے تھے کہ اب مجھے اپنی اولاد میں سے کسی بیٹے کو قربان کرنا پڑے گا، چنانچہ انہوں نے سب بچوں کے نام لکھے اور قرعہ ڈالا کہ میں کس بچے کو اللہ کے نام پر قربان کروں، اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ عبداللہ جو بچوں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھا، زیادہ پیارا تھا، چھوٹا تھا، اسی کے نام قرعہ پڑ گیا، چنانچہ عبدالمطلب نے فیصلہ کرلیا کہ میں عبداللہ کو اللہ

کے نام پر قربان کروں گا، لوگوں نے سنا تو انہوں نے آگے سمجھایا کہ نہیں۔ عبداللہ کو تم قربان نہ کرو، عبداللہ کے بدلے اونٹ اللہ کے راستے میں قربان کردو، چنانچہ عبدالمطلب نے قرعہ ڈالنا شروع کیا کہ میں عبداللہ کو قربان کروں یا دس اونٹوں کو؟ قرعہ عبداللہ کے نام نکلا، دوبارہ قرعہ ڈالا کہ میں عبداللہ کو قربان کروں یا بیس اونٹوں کو؟ قرعہ عبداللہ کے نام نکلا، پھر تیس اونٹ، پھر چالیس اونٹ، جب سو اونٹ کی تعداد پہنچی تب قرعہ نکلا کہ سو اونٹ قربان کردیے جائیں، تو عبدالمطلب نے عبداللہ کی جگہ سو اونٹوں کی قربانی کی، اور حضرت عبداللہ ''ذبیح اللہ'' کہلائے، اللہ کے نام پہ قربان ہونے والے، چنانچہ ایک مرتبہ ایک اعرابی نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا: ''یاابن الذبیحین!'' اے دو ذبیح ہونے والوں کے بیٹے! تو نبی ﷺ مسکرائے، فرمایا: ہاں! میرے اجداد میں دو ذبیح اللہ تھے۔ ایک حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ذبیح اللہ تھے اور ایک میرے والد عبداللہ ذبیح اللہ، یہ عبداللہ پر آزمائش تھی۔

حضور ﷺ کی والدہ پر آزمائش

تیسری آزمائش نبی ﷺ کی والدہ ماجدہ پر آئی، ان کا نام تھا آمنہ، مدینہ طیبہ کی رہنے والی تھیں، جب عبدالمطلب نے اپنے بیٹے کی شادی کرنے کا ارادہ کیا تو انہیں بنی زہرہ میں سے رشتہ لینے کا خیال آیا، چنانچہ وہ اپنے بیٹے کو لے گئے اور آمنہ کا رشتہ پسند کا اور لے کر آئے، اللہ کی شان دیکھئے کہ بچہ بھی جوان تھا اور بچی کی بھی ابتداء جوانی کی عمر تھی ،شادی ہوگئی، ابھی ٦ مہینے میاں بیوی دونوں گھر میں اکٹھے رہے کہ اتنے میں ایک قافلے کو شام تجارت کا سفر کرنا تھا، تو عبداللہ نے سوچا کہ اب تو میں شادی شدہ ہوگیا، مجھے چاہیے کہ میں کوئی تجارتی سفر کروں، جو اس میں سے بچے گا تو گھر کی ضرورتیں پوری ہوں گی، عبداللہ نے تجارت کی نیت کرلی، آمنہ کے لئے یہ بڑی غمناک خبر تھی کہ ٦ مہینے شادی کو ہوئے اور ابھی خاوند کی جدائی! اور اس زمانے کے سفر کوئی مہینہ ١٥ دن کے نہیں ہوتے

تھے۔ مہینوں کے سفر ہوتے تھے۔ لمبی جدائی ہوا کرتی تھی، چنانچہ جب عبداللہ رخصت ہونے لگے تو اس وقت آمنہ امید سے بھی تھیں، غم سے بھی تھیں، ان کی نمناک آنکھوں کو دیکھ کر ان کا دل رکھنے کے لئے عبداللہ نے کہا کہ دیکھیں! میں سفر پہ جارہا ہوں، میں آپ کو بہت Miss کروں گا، آپ مجھے بہت یاد آئیں گی، میرے ساتھ ایک وعدہ کرو کہ جب قافلہ واپس لوٹ کر آئے گا تو تم جب خبر سن لینا تو بن سنور کے تم آ کے دروازے کے اندر کھڑی ہو جانا، میں جیسے ہی دروازہ پہ پہنچوں تم مجھے اھلا وسھلا کہنا، اصل میں تو عبداللہ ان کے غم کو تھوڑا کم کرنا چاہتے تھے۔ تو بیوی نے وعدہ کرلیا کہ جب آپ واپس آئیں گے تو میں آپ کا انتظار دروازہ کے قریب آ کے کروں گی، عبداللہ چلے گئے، اللہ کی شان دیکھیں کہ تجارتی سفر بہت اچھا رہا، مکہ مکرمہ سے پہلے مدینہ جاتے تھے۔ مدینہ سے آگے شام جاتے تھے اور واپسی پر پھر مدینہ آتا تھا، پھر مکہ مکرمہ، جب یہ لوگ سفر سے واپس آرہے تھے تو سفر میں حضرت عبداللہ بہت بیمار ہو گئے، بخار ہو گیا، طبیعت کمزور ہو گئی، جب مدینہ طیبہ پہنچے تو وہاں چونکہ سسرال تھی، تو بنو زہرہ والوں نے کہا کہ اس حالت میں تو سفر بہت زیادہ تکلیف کا باعث ہے، آپ عبداللہ کو ہمارے پاس چھوڑ دو، ہم ان کا علاج معالجہ کریں گے، خدمت کریں گے، صحت مند ہوں گے تو پہنچا دیں گے، چنانچہ باقی قافلہ والے دو چار دن قیام کے بعد مکہ مکرمہ چل پڑے اور حضرت عبداللہ وہیں مدینہ منورہ میں رہ گئے، جب یہ قافلہ مکہ مکرمہ پہنچا تو مکہ مکرمہ کے اندر ایک خوشی تھی، ہر گھر کے اندر عورتیں خوش تھیں کہ ہمارے میاں آرہے ہیں۔ بچے خوش تھے کہ ہمارے ابو آرہے ہیں۔ جب قافلہ پہنچنے کی خبر ملی تو بی بی آمنہ بھی خوش ہوئیں، نہائیں، اچھے کپڑے پہنے، چاہتی تھیں کہ میں دروازہ کے قریب جا کر اپنے خاوند کا استقبال کروں، اور میں اپنا وعدہ پورا کروں، لیکن دروازہ کے قریب کھڑے بہت دیر گزر گئی، حضرت عبداللہ آتے ہی نہیں تھے۔ پتہ کروایا کہ کہاں ہیں، لوگوں نے کہا کہ قافلہ کے سب لوگ تو گھروں کو چلے گئے، پیچھے تو کوئی نہیں بچا، پھر پتہ کروایا کہ حضرت عبداللہ کہاں ہیں؟ اطلاع ملی کہ وہ بیمار تھے۔ مدینہ طیبہ رہ گئے اور نہیں

آسکے، بی بی آمنہ کے لئے یہ بہت غم کی خبر تھی کہ جس خاوند کے انتظار میں اتنی دیر کھڑی رہیں۔ وہ ابھی بھی گھر نہیں پہنچے، چنانچہ قریب کے رشتہ داروں نے سوچا کہ ہم مدینہ جاتے ہیں اور حضرت عبداللہ کو واپس لے کر آتے ہیں۔ مگر اللہ کی شان کچھ اور چاہتی تھی، ان لوگوں کے جانے سے پہلے حضرت عبداللہ کی وہاں مدینہ طیبہ میں وفات ہوگئی، جب وفات ہوئی تو حضرت عبداللہ کی عمر ۱۸ سال تھی۔ بی بی آمنہ کی عمر ۱۶ سال تھی، حاملہ بھی تھیں اور ابھی چند مہینے ان کو امید کے گزرے تھے۔ اب ذرا اندازہ لگایئے کہ جس لڑکی کی عمر ۱۶ سال ہو اور وہ حاملہ بھی ہو۔ اس کو اپنے خاوند کی وفات ہونے کی اطلاع ملے تو اس کے دل پر یہ کتنا بڑا غم ہوا کرتا ہے، بی بی آمنہ کی یہ آزمائش بہت بڑی تھی، چنانچہ وہ غمزدہ رہتی تھیں، آنکھوں میں سے آنسو آرہے تھے۔ خاوند بھی جدا ہو گیا اور ۱۶ سال کی عمر میں شادی کے بعد چند مہینے ہی خاوند کے پاس رہنے کا موقع ملا، بہر حال تین قریبی رشتہ داروں کے اوپر آزمائشیں آئیں، ایک دادا پر، دوسری والد ماجد پر اور تیسری والدہ کے اوپر، تینوں پر آزمائشیں آنے کے بعد پھر اللہ رب العزت نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ ﷺ کو اس دنیا کے اندر بھیجا۔

حضور ﷺ کی ولادت سے پہلے علامات کا ظہور

بی بی آمنہ امید سے تو تھیں ہی، وہ بڑی حیران ہوتی تھیں کہ اب مجھے سات مہینے مکمل ہو چکے، نہ مجھے ابکائی آئی، نہ مجھے کوئی اور علامت محسوس ہوئی، لیکن یہ Confirm (یقینی) تھا کہ بطن میں بچہ پرورش پا رہا ہے، البتہ عام عورتوں کو جو علامات محسوس ہوتی ہیں کہ کھانا اچھا نہیں لگتا، طبیعت اچھی نہیں رہتی، ان کو ان میں سے کوئی علامت بھی محسوس نہیں ہوتی تھی، مگر ایک دو چیزیں وہ اور بھی نوٹ کرتی تھیں کہ جب بی بی آمنہ چلنے لگتیں تو درختوں کی ٹہنیاں ان کی طرف جھک جاتی تھیں، ایسے لگتا تھا کہ ٹہنیاں بھی جھک کر بی بی آمنہ کو سلام کر رہی ہیں، کبھی کبھی وہ یہ بھی دیکھتیں کہ رات کے وقت میں بیت اللہ جانے کے لئے وہ اپنے گھر سے نکلیں تو آسمان کے

ستارے قریب آ گئے، یوں لگتا تھا کہ آسمان کے ستارے بھی ان کو سلام کر رہے ہیں۔ مگر ایک بات بڑی پکی تھی وہ یہ کہ گھر کی ضرورت کے لئے جب وہ زم زم بھرنے کے لئے جاتی تھیں تو زم زم کا پانی جو عام طور سے نیچے ہوتا تھا، جب بی بی آمنہ وہاں پہنچتیں تو پانی بالکل کنارے کے قریب آجاتا تھا، ان کو ڈول ڈال کر کھینچنا نہیں پڑتا تھا، وہ اوپر سے ہی پانی لے لیتی تھیں اور یہ بات اتنی عام تھی کہ مکہ مکرمہ کی اور لڑکیاں بھی پانی بھرنے جاتی تو وہ بی بی آمنہ کو پکڑ کے کھڑا کر دیتیں کہ آمنہ! آپ ہلو نہیں۔ پانی اوپر ہے، ہمیں بھر لینے دو، ورنہ پانی نیچے ہو جائے گا، تو بی بی آمنہ بھی یہ تمام علامات محسوس کرتیں اور ان کو بھی Feel (محسوس) ہوتا کہ میرے بطن میں جو بچہ ہے لگتا ہے کوئی بڑا بابرکت ہے، لیکن ظاہر میں میاں فوت ہو چکے تھے۔ گھر کے اندر خرچے کی کمی تھی، اب ایک سرخ ستارہ آسمان کے اوپر چمکنے لگا، پہلی کتابوں میں ایک نشانی بتائی گئی تھی کہ جب نبی آخر الزماں دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے آنے سے پہلے سرخ ستارہ چمکے گا، جب سرخ ستارہ چمکنا شروع ہوا تو یہودی اہلِ کتاب کے گھروں کے اندر تو غلغلہ مچ گیا کہ اب اس نبی کے پیدا ہونے کا وقت قریب ہے، چنانچہ مدینہ طیبہ میں جتنی عورتیں امید سے تھیں انہوں نے ان کا پتہ کروایا، پھر یہ پتہ کروایا کہ کس کے وہاں بچے کی ولادت قریب ہے، پتہ چلا کہ سینکڑوں عورتیں حاملہ ہیں مگر ابھی تو سب کو کئی مہینے باقی ہیں تو، پھر انہوں نے مکہ مکرمہ میں پتہ کروایا، ان کو پتہ چلا کہ بنو ہاشم میں عبدالمطلب کے یہاں جو بیوی تھی وہ امید سے ہے اور ولادت بھی قریب ہے، چونکہ ان کا رشتہ بنو اسماعیل سے ملتا تھا اس پر ان یہودیوں کے اوپر بڑا غم ہوا، مگر اللہ تعالیٰ کو جو مقصود تھا وہی ہو کر رہا۔

جس رات نبی ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تھی گھر کے اندر چراغ میں ڈالنے کے لئے تیل بھی نہیں تھا، بی بی آمنہ کے گھر میں تنگدستی اتنی تھی کہ چراغ جلانے کے لئے تیل بھی موجود نہیں تھا، مگر آپ ﷺ کی ولادت صبح سحری کے وقت ہوئی، سحری کے وقت ولادت، کا مقصد یہ تھا کہ لوگو! رات کا اندھیرا جب چلا جاتا ہے تو

صبح کی سفیدی آجاتی ہے، یہ ایسے مہمان دنیا میں تشریف لائے ہیں کہ آج کے بعد ظلم اور شرک کی رات ختم ہو جائے گی اور اب دنیا کے اندر ایمان کا اجالا آجائے گا۔

کچھ علامتیں اور بھی تھیں ایک تو یہ کہ فارس کا جو بادشاہ کسریٰ تھا، اس کے محل کے چودہ کنگرے گر گئے، تو تعبیر پوچھی، انہوں نے کہا کہ کوئی ایسا بچہ پیدا ہوا ہے جو آپ سے تخت و تاج چھین لے گا، لیکن چودہ نسلوں کے بعد، وہ بڑا خوش ہو گیا۔ حالانکہ اس کو نہیں پتہ تھا کہ اس کے بعد اس کے جو جانشین بنیں گے وہ تھوڑے تھوڑے عرصے میں مرتے جائیں گے، چنانچہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اللہ رب العزت نے یہ علامت بھی پوری کر دی۔

ایک اور بات کہ کسریٰ نے یہ خواب دیکھا کہ اس کے گھوڑے ہیں اور ان گھوڑوں کو اونٹوں والے لوگ جزیرۂ عرب سے باہر نکال رہے ہیں۔ تو تعبیر دینے والے نے تعبیر دی کہ عرب کے لوگ اتنے مضبوط بن جائیں گے کہ یہ باہر سے جانے والی طاقتوں اور قوتوں کو واپس دھکیل دیں گے، ایران کے اندر ایک آتش کدہ تھا جس کی آگ ایک ہزار سال سے مسلسل جل رہی تھی، اس رات وہ آگ بھی اچانک بجھ گئی، یہ علامات تھیں جس کے ذریعہ اللہ رب العزت نے مخلوق کو یہ پیغام دیا کہ دیکھو! اب دنیا کو ہدایت دینے والے، دنیا کے لئے شمع ہدایت بن کر آنے والے دنیا میں آرہے ہیں۔ اب کفر اور شرک کا وقت ختم ہو گیا، اب ایمان کا وقت شروع ہو گیا، چنانچہ جب نبی ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ ﷺ لیٹے ہوئے تھے۔ آپ نے بستر کے اوپر سجدہ بھی کیا اور آپ ﷺ کو آپ کے دادا نے جب دیکھا تو بڑے خوش ہوئے کہ میرا پوتا اتنا خوبصورت ہے پھر وہ آپ کو لے کر بیت اللہ گئے، اس زمانے کا دستور یہی تھا کہ جب بچہ پیدا ہوتا تھا تو عورتیں حصولِ برکت کے لئے سب سے پہلے اسے بیت اللہ بھیجتی تھیں کہ وہاں اس کے لئے دعا کی جائے، چنانچہ عبد المطلب اپنے پوتے کو لے کر گئے مگر انہیں کیا پتہ تھا کہ میں حصولِ برکت کے لئے جس بچے کو لے کر جا رہا ہوں یہ بچہ تو جہانوں کے لئے رحمۃ اللعالمین بن کے آرہا ہے۔

جس کا رَبّ اسی کا سب

جب دنیا میں پیدا ہوئے تو آپ یتیم تھے۔ اللہ نے دنیا میں دکھا دیا کہ لوگو! یتیم کا تو باپ نہیں ہوتا، لوگ سمجھتے ہیں بے سہارا ہوتا ہے، لیکن یاد رکھو جس کا ''اَب'' نہیں ہوتا اس کا رَبّ ہوتا ہے اور جس کا رَبّ ہوتا ہے پھر اسی کا سب ہوا کرتا ہے،

اللہ رَبّ العزت نے اپنے حبیب ﷺ کو کیا نعمتیں عطا فرمائیں، چنانچہ آسمان کے ستارے جھکنے میں بھی حکمت تھی، یہ Message (پیغام) دیا گیا کہ دیکھو آسمان کی مخلوق بھی اگر اس کے سامنے جھک رہی ہے تو اے زمین پر بسنے والو! تمہیں بھی اس کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرنا پڑے گا، جھکنا پڑے گا، پھر یہ بھی بتانا تھا کہ جو اس کی شاگردی کو اختیار کریں گے وہ اسی طرح شان پائیں گے، جس طرح آسمان کے ستارے ہوتے ہیں وہ لوگ زمین کے ستارے کہلائیں گے۔

نبی ﷺ کی پیدائش کو کچھ دن ہوئے تھے کہ عجیب بات ہوئی مکہ مکرمہ سے کوئی سو ڈیڑھ سو کلومیٹر دور ایک بستی ہے، جو بنو سعد کی بستی کہلاتی ہے، اس کی چند عورتوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم چلیں اور مکہ مکرمہ سے کچھ بچے اپنے پاس لے آئیں، ان کو یہاں پالیں گے اور جب واپس لے جائیں گے تو ہمیں ان کے والدین سے انعام ملے گا تو ایک Income (آمدنی) کا ذریعہ بن جائے گا۔

اس زمانے میں اپنے بچوں کو اس طرح دیہاتوں میں بھیج دیا جاتا تھا، اس سے ایک تو ان کو بیماریاں نہیں ہوتی تھیں، جیسے وائرز کی بیماریاں ہوتی ہیں۔ چونکہ مکہ مکرمہ جو تھا یہ چوراہا تھا مختلف ملکوں کے قافلے یہاں سے گزرتے تھے اور قافلوں سے Virus type (ایک سے دوسرے میں منتقل ہو جانے والی) کی بیماریاں بھی آتی رہتی تھیں، تو لوگ چھوٹے بچوں کو وہاں رکھنے سے ذرا گھبراتے تھے۔ وہ دیہات بھیج دیتے تھے۔ اور ایک بات اور بھی ہے کہ یہاں باہر کے قافلوں کے آنے کی وجہ سے بچوں کی زبان اتنی شستہ نہیں ہوتی تھی جو عربوں کی ہونی چاہیئے تھی، تو دیہات میں بھیجے

سے وہ صاحبِ زبان بھی اچھے بن جاتے تھے۔

چنانچہ دس عورتوں نے نیت کی کہ ہم مکہ مکرمہ جاتی ہیں، ان میں سے ایک عورت جن کا نام تھا حلیمہ، وہ بھی اپنے خاوند کے ساتھ چل پڑی، اس کے پاس ایک اونٹنی تھی اور ایک گدھی تھی لیکن دونوں کمزور تھے۔ کیونکہ کھانے کو کچھ ملتا نہیں تھا، اب باقی عورتوں کی سواریاں تو تازہ دم تھیں وہ آگے نکل جاتیں اور حلیمہ پیچھے رہ جاتی تو باقی عورتوں کو رک کر حلیمہ کے آنے کا انتظار کرنا پڑتا، چار پانچ مرتبہ وہ مختلف جگہوں پر رکیں اور حلیمہ کا انتظار کیا، پھر انہوں نے کہا: حلیمہ! ہمارا سفر بھی کھوٹا ہو رہا ہے، اگر اجازت دو تو ہم پہلے چلی جاتی ہیں۔ تم بعد میں آجانا، حلیمہ نے کہا جاؤ، چنانچہ وہ باقی ۹ عورتیں جو تھیں، وہ سب کی سب جلدی مکہ مکرمہ آگئیں، حلیمہ کمزور سواری کی وجہ سے پیچھے رہ گئی۔

مکہ مکرمہ سے آنے والی عورتوں نے کوشش کی کہ امیر لوگوں کے بچے اپنی گود میں لیں، ایک دو عورتیں حضرت بی بی آمنہ کے یہاں آئیں، بچے کو دیکھا پوچھا کہ والد کیا کرتے ہیں۔ بتایا گیا کہ اس کے والد تو فوت ہو چکے ہیں۔ انہوں نے سوچا کہ جب باپ ہی سر پہ نہیں ہے اب ہمیں انعام کون دے گا، چنانچہ یتیم سمجھ کر چھوڑ کے آگے چلی گئیں، اب ان کے اس عمل سے بی بی آمنہ کو بڑا دکھ ہوا اور وہ سوچنے لگیں کہ کاش! میرا خاوند زندہ ہوتا، وہ میرے بچے کو پرورش دینے میں خود مدد کرتا، پھر بچہ ذرا بڑا ہوتا تو انگلی پکڑ کر میرے بچے کو اپنے ساتھ مسجد میں اور بیت اللہ میں لے جاتا، مگر رب کریم کو کچھ اور منظور تھا کہ آمنہ! تم کیوں پریشان ہوتی ہو کہ اس کو والس کھلونے لے کے نہیں دیتا، اس بچے نے وہ شان پائی ہے کہ آنے والا وقت میں ہم آسمان کے چاند کو اس کے لئے کھلونا بنا دیں گے، یہ انگلی کا اشارہ کرے گا اور چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں گے، اس کے والد اس کو کیا بازاروں کی سیر کرواتے، وقت آئے گا کہ ہم اس بچے کو عرش پر بلائیں گے اور ہم اس کو یہاں پر جنت کی سیر

کروائیں گے، آمنہ! تو کیوں پریشان ہوتی ہے، بہرحال بی بی آمنہ غمزدہ تھیں۔

حلیمہ سعدیہ کی سعادت مندی

جب حلیمہ سعدیہ پہنچیں تو پتہ چلا کہ مکہ مکرمہ میں ایک ہی بچہ ہے، معلوم کیا والس کیا کرتے ہیں۔ پتہ چلا کہ والس تو وفات پا گئے، تو حلیمہ سعدیہ کے دل پر بھی یہ بات عجیب سی لگی، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے سوچا میں ذرا بچے کا چہرہ تو دیکھوں، بچہ لیٹا ہوا تھا اور اس کے اوپر کپڑا ڈالا ہوا تھا، حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں نے جیسے ہی کپڑا تھوڑا سا ہٹایا تو بچے نے مسکرا کر آنکھیں کھولیں اور میری طرف دیکھا، اس کی مسکراہٹ میں کچھ ایسی جاذبیت تھی کہ میں نے اس کو بوسہ دیا اور اٹھا کر سینہ سے لگالیا، میں نے دل میں سوچا کہ اس کے والد سے انعام لے گا یا نہیں۔ حلیمہ! تم اس بچے کو پالو گی تو اس کی مسکراہٹ تو تمہیں ملا کرے گی، اب حلیمہ لینے کے لئے تیار ہوگئی۔

حضور ﷺ کا حسنِ بے مثال

تو حلیمہ نے تعریف کی، کہنے لگی آمنہ! تمہارا بچہ تو بڑا خوبصورت ہے، میں نے تو کبھی گاؤں میں ایسا خوبصورت بچہ نہیں دیکھا، اس پر بی بی آمنہ نے فرمایا: حلیمہ! تو گاؤں کی رہنے والی ہے، تو نے گاؤں میں کوئی ایسا خوبصورت بچہ نہیں دیکھا، میں تو شہر کی رہنے والی ہوں، میں نے شہروں میں کوئی ایسا خوبصورت بچہ نہیں دیکھا، عبدالمطلب قریب میں تھے۔ انہوں نے کہا کہ آمنہ! تو شہر میں زندگی گزارتی ہے اور میں تو ملکوں کا سفر کر چکا ہوں، میں نے ملکوں میں کبھی ایسا خوبصورت بچہ نہیں دیکھا، اس موقع پر جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا جاتا کہ آپ بھی ذرا اپنے Comments (تبصرہ) دے دیجئے تو جبرئیل علیہ السلام کہتے کہ عبدالمطلب! آپ تو چند ملکوں میں پھرے ہو، میں تو ساری دنیا دیکھ چکا ہوں،

آفاقہا گردیدہ ام　　مہرِ بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام　　اما تو چیزے دیگری

میں نے ایسا خوبصورت بچہ پوری دنیا میں کہیں نہیں دیکھا، اور اگر اس موقع پر تصور یہ سوچے کہ اللہ رب العزت کیا فرمائیں گے تو شاید اللہ تعالیٰ یہ فرماتے: حلیمہ! تو نے گاؤں میں ایسا نہ دیکھا، آمنہ! تو نے شہر میں نہ دیکھا، عبدالمطلب تو نے ملکوں میں نہ دیکھا، جبرئیل تو نے دنیا میں کہیں نہ دیکھا، میں پروردگار بتلاتا ہوں، میں نے اپنی پوری مخلوق میں ایسا خوبصورت کوئی نہیں دیکھا:

والّیل سیاہی زلفوں کی　　چہرہ والضحیٰ اس کا
سارے جہاں کا پیارا ہے　　آپ محب ہیں خدا اس کا
رب نے بنایا جب اس کو　　خود آپ کہا سبحان اللہ

اللہ رب العزت نے جب اپنے حبیب ﷺ کو بنایا تو اللہ رب العزت کو خوشی ہوگئی، واقعی اللہ کے خزانے میں ان جیسا خوبصورت کوئی اور تھا ہی نہیں۔

اب حلیمہ بچہ لینے کے لئے تیار، آمنہ بچہ دینے کے لئے تیار، اللہ کی شان پہ قربان جائیں، اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کو کن عورتوں کے ہاتھوں میں دیا؟ اللہ تعالیٰ نے ماں اس کو بنایا جو آمنہ تھی، یعنی امانت کی حفاظت کرنے والی تھیں کہ یہ میری امانت ہے، اور پرورش کرنے والی وہ جو حلیمہ یعنی حلم والی تھیں، اس لئے کہ بچے کو پرورش دینے والی عورت میں اگر حلم نہ ہو تو وہ بات بات پہ ڈانٹے گی،

والدہ کی دعاؤں کا ثمرہ

بی بی آمنہ نے بچے کو دعائیں دیں اور اس کو اللہ کے سپرد کر کے حلیمہ سعدیہ کی گود میں دے دیا، یاد رکھنا کہ جب بھی ماں دعائیں دے کر کسی بچے کو رخصت کرتی ہے، اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ ہمیشہ اس بچے کو چار چاند لگا دیا کرتے ہیں۔ یہ اللہ رب العزت کے یہاں دستور ہے، ذرا سوچئے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اپنے بچے کو دعاؤں کے ذریعہ دریا کے اندر ڈال کر رخصت کیا، جب چلے تھے تو موسیٰ تھے۔ لوٹ کر آئے تو کلیم اللہ بن گئے، حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ان کی والدہ نے ابراہیم علیہ السلام کے کہنے پہ

نہلایا کہ بڑے کی ملاقات کے لئے جا رہے ہیں اور دعاؤں سے رخصت کیا، جب چلے تو اسماعیل تھے اور جب لوٹ کر آئے تو اسماعیل ذبیح اللہ بن چکے تھے۔ اور ادھر شیبہ کو دیکھئے کہ ماں نے ان کو ان کے چچا کے ساتھ مدینہ سے رخصت کیا، چلا تو شیبہ تھا مکہ مکرمہ پہنچا تو عبدالمطلب بنا، پھر اللہ نے بیت اللہ کی چابی ان کو دلا دی، چنانچہ اللہ رب العزت کی رحمت کا ایک وقت آیا کہ جب وہ والئ بیت اللہ بن گئے، تو کوئی موسیٰ کلیم اللہ بنا، کوئی اسماعیل ذبیح اللہ بنا، کوئی والئ بیت اللہ بنا، یہ بچہ ماں کی دعائیں لے کر رخصت ہو رہا ہے، لوگ نہیں جانتے تھے کہ ایک وقت آئے گا کہ یہی بچہ لوٹے گا تو محمد رسول اللہ (ﷺ) بنے گا، آج کے نوجوان بچے اپنی والدہ کی دعاؤں کی اہمیت کو نہیں سمجھ پاتے، دل دکھا دیتے ہیں۔ ان کے سامنے زبان درازی کرتے ہیں۔ دکھ دیتے ہیں۔ حالانکہ اگر یہ والدہ کی خدمت کریں اور دعا لیں تو اللہ رب العزت ان کے نصیب کھول دے، اللہ تعالیٰ ان کی پریشانیوں کو ختم کرے، نبی ﷺ کے پاس ایک صحابی رضی اللہ عنہ آتے ہیں کہ بڑا گناہ ہو گیا فرمایا کہ والدہ زندہ ہیں؟ کہا: جی! زندہ ہیں۔ فرمایا جاؤ، والدہ سے دعا کرواؤ، والدہ کی دعا کے ذریعہ اللہ تیرے بڑے گناہ کو بھی معاف فرما دیں گے۔

اب حلیمہ سعدیہ نے اس بچے کو اپنے سینے سے لگایا اور باہر نکلی، خاوند انتظار میں تھا، خاوند نے کہا کہ حلیمہ! کس بچے کو لے آئیں؟ اس کا والد کیا کرتا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ والد تو اس کا فوت ہو چکا، تو حلیمہ کے خاوند نے کہا کہ:

﴿عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّجْعَلَ لنا فيه بركة﴾

''امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے اس میں برکت ڈال دے''

حضور ﷺ کو پیچھے بٹھا کر اونٹنی چلنے پر راضی نہیں

اب حلیمہ کے خاوند سفر کے لئے تیار ہو گئے، انہوں نے پہلے حلیمہ کو بٹھایا، پھر حلیمہ کی گود میں بچہ تھا، پھر آگے وہ خود بیٹھے، سواری کو اٹھانا چاہا تو سواری اٹھ ہی نہیں

رہی ہے، بڑے حیران کہ سواری کو کیا ہوا، اٹھ کیوں نہیں رہی ہے، خود نیچے اترے، جیسے ہی نیچے اترے سواری اٹھ گئی، پھر بٹھایا کہ میں اوپر بیٹھوں، جب اوپر بیٹھتے تو سواری نہیں اٹھتی، اس طرح دو دفعہ ایسا کرنے کے بعد انہوں نے کہا حلیمہ! تم ذرا آگے بیٹھو، حلیمہ کو آگے بٹھایا، اس کی گود میں بچہ تھا، وہ خود پیچھے بیٹھے، جیسے ہی پیچھے بیٹھے سواری اُٹھ کھڑی ہوئی اور چلنے کے لئے تیار ہوگئی، اللہ تعالیٰ کو بتانا مقصود تھا کہ یہ بچہ جو پوری کائنات کا صدر مقام رکھتا ہے، تم اس کو اپنی پیٹھ کے پیچھے بٹھا کے سفر کیسے کر سکتے ہو؟ آگے بٹھانا پڑے گا، اس کو اس کا مقام دینا پڑے گا، اب جو سواری چلی تو بھاگتی جا رہی ہے، بھاگتی جا رہی ہے، حتیٰ کہ وہ عورتیں جو بہت پہلے سے چلی تھیں، وہ ابھی راستے میں تھیں کہ یہ سواری ان کے قریب سے ہو کے آگے گزرنے لگی، بنوسعد کی وہ عورتیں بڑی حیران ہوئیں پوچھنے لگیں: حلیمہ! تو نے سواری بدل لی؟ حلیمہ نے مسکرا کر دیکھا اور جواب دیا: میں نے سواری تو نہیں بدلی، البتہ میری سواری کا سوار بدل گیا۔

بنوسعد کے ہر گھر میں خوشبو پھوٹ پڑی

حدیث مبارک ہے کہ حلیمہ سعدیہ جب بچے کو لے کر پہنچیں تو بنوسعد کے گھروں میں سے کوئی گھر ایسا نہیں تھا جہاں سے گلاب کے پھولوں کی خوشبو نہ آ رہی ہو۔ پوری بستی کے اندر خوشبوئیں تھیں، جیسے کسی نے روم فریشنر پوری بستی کے اندر چھڑک دیا ہو۔ یہ ملائکہ کے ذریعے اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کے استقبال کا معاملہ کر دیا کہ ہر گھر سے خوشبو آ رہی تھی،

بکریوں کے سوکھے تھن دودھ سے لبریز ہوگئے

ایک اور بات عجیب تھی کہ جب حلیمہ سعدیہ اپنے گھر پہنچیں، اس کی چند بکریاں تھیں، جو دودھ نہیں دیتی تھیں، آج جب جا کے دیکھا کہ ان بکریوں کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے، ان کے خاوند نے دودھ نکالنا شروع کیا، گھر کے جتنے برتن تھے سارے

کے سارے دودھ سے بھر گئے، خاوند کہنے لگے حلیمہ! لگتا ہے اس بچے کے اندر بڑی برکتیں ہیں۔ حلیمہ کے خاوند بڑے خوش ہو گئے اور گھر کے اندر ایک نئی زندگی شروع ہو گئی۔

غریب گھرانے میں پرورش کرانے میں اللہ کی حکمت

دیکھیں اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو اپنے حبیب ﷺ کی پرورش محل میں بھی کروا سکتے تھے۔ اللہ نے بعض انبیاء کی پرورش محل میں کروائی، موسیٰ علیہ السلام کو محل میں پالا، یوسف علیہ السلام کو محل میں پالا، اپنے حبیب ﷺ کو بھی محل میں پال سکتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ تو دیکھانا چاہتے تھے کہ دیکھو! یہ بچہ اس گھر میں جا رہا ہے جہاں بکریوں کے تھنوں میں دودھ نہیں ہوتا، اب اگر اس گھر کے اندر برکتیں آ رہی ہیں تو آنکھ سے دیکھ کر سوچنے والے فیصلہ کر لیں کہ یہ برکتیں ساری اس وجود مسعود کی وجہ سے ہیں جس کو اس گھر کے اندر بھیجا گیا ہے،

حضور ﷺ کا دودھ پینے میں بھی انصاف کا معاملہ

بی بی حلیمہ نے ایک اور بات بھی نوٹ کی، اس کی پرورش میں ایک اور بچہ بھی تھا تو وہ دیکھتی کہ یہ بچہ یعنی محمد ﷺ اس کو انہوں نے پہلی دفعہ جس طرف سے دودھ پلایا یہ بچہ فقط ادھر سے ہی دودھ پیتا تھا، دوسری طرف سے دودھ پلانے لگتی تو دودھ نہیں پیتا تھا، وہ بڑی حیران ہوئیں کہ یہ کیا معاملہ ہے، چنانچہ ان کے دو طرف کے دودھ میں تقسیم ہو گئی، ایک طرف سے ایک بچہ دودھ پیتا تھا، اور دوسری طرف سے دوسرا بچہ دودھ پیتا، یہ اس لئے تھا کہ اللہ تعالیٰ بتانا چاہتے تھے کہ دیکھو کل جس ہستی کو ساری کائنات کو انصاف کی تعلیم دینی ہے، کوئی یہ بھی الزام نہ لگا سکے کہ چھوٹے ہوتے ہوئے یہ اپنے دودھ شریک بھائی کے حصے کا دودھ پی جایا کرتے تھے۔ اس لئے

اللہ نے پہلے سے تقسیم کردی تا کہ میرے محبوب ﷺ پہ دھبہ لگنے کا امکان ہی نہ رہے، ایک طرف سے دودھ پیتے تھے۔

بکریاں چرانے کے دوران پیش آنے والے چند واقعات

نبی ﷺ چار سال حلیمہ سعدیہ کے گھر رہے، ان چار سالوں میں ایک دو اور عجیب واقعات ہوئے، حلیمہ کی بیٹی تھی جس کا نام تھا شیمہ، جوان العمر تھی، وہ بکریوں کو چرانے کے لئے جایا کرتی تھی، ایک دن دیر ہوگئی اور وہ بکریوں کو لے کر نہیں گئی، حلیمہ نے کہا: بیٹی! آج تو بکریاں چرانے نہیں لے گئی؟ شیمہ نے کہا: اماں! بکریاں زیادہ ہیں، میں اکیلی ہوں، ان کے پیچھے بھاگ بھاگ کے میں تھک جاتی ہوں، میرے ساتھ کوئی اور بھی ہو تب میں جاؤں گی، اس نے کہا: بیٹی! میں بھی بوڑھی ہوں، تیرا باپ بھی بوڑھا ہے، تو ہی تو گھر میں جوان العمر ہے، یہ مشقت کا کام تو تم ہی کر سکتی ہو۔ ہم تو مدد نہیں کر سکتے، اس نے کہا: اماں! یہ جو میرا بھائی محمد (ﷺ) ہے، اس کو میرے ساتھ کردیں، حلیمہ نے کہا: کیا بات کر رہی ہو! تم بکریوں کے پیچھے بھاگو گی یا بھائی کو سنبھالو گی؟ اس نے کہا: اماں! اگر بھائی کو بھیجیں گی تو میں بکریاں چرانے جاؤں گی، نہیں بھیجیں گی تو میں بکریاں چرانے نہیں جاتی، مجھ سے نہیں سنبھالی جاتیں، تو پوچھا: بھائی کو لے کے جاؤ گی تو کیسے سنبھالو گی؟ کہا کہ اماں! میں ایک دن بھائی کو ساتھ لے کر گئی تھی، میں نے دو تین چیزیں عجیب دیکھیں، ایک بات تو یہ کہ جتنی دیر میں باہر رہی بادل نے میرے اوپر سایہ کیا رہا، مجھے دھوپ نہیں اٹھانی پڑی، مجھے اللہ نے سایہ دے دیا، اور دوسری چیز میں نے یہ نوٹ کی کہ ایک راہب قریب سے گزر رہے تھے انہوں نے اس بچے کو دیکھا تو وہ آئے، انہوں نے بچے کو پیار کیا، کہنے لگے کہ اس کے چہرے پہ بڑا نور نظر آرہا ہے، یہ بڑی ہستی بنے گا، مجھے یہ بات بھی اچھی لگی کہ لوگ میرے بھائی کی تعریفیں کر رہے تھے۔ اور اماں! تیسری بات یہ ہے کہ

جب میں گئی تو میں بھائی کو ایک جگہ پر گود میں لے کر بیٹھ گئی، میری بکریاں خود بخود چرنے لگیں، انہوں نے جلدی جلدی گھاس چرلیا اور پھر جس جگہ میں بیٹھی تھی وہ ساری بکریاں وہیں آ کر بیٹھ گئیں، اماں! میں بھی بھائی کا چہرہ دیکھتی رہی اور میری بکریاں بھی میرے بھائی کا چہرہ دیکھتی رہیں۔ اللہ اکبر کبیرا، اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کو کیا حسن و جمال عطا فرمایا تھا!

وأحسن منك لم ترقط عيني　　وأجمل منك لم تلد النساء
خلقت مبرأ من كل عيب　　كأنك قد خلقت كما تشاء

حضور ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ کی وفات

ایک دن ایسا ہوا کہ فرشتے آئے اور انہوں نے نبی ﷺ کا سینہ انور کھولا اور اس کو دھویا، اس واقعہ سے بی بی سعدیہ ذرا گھبرا گئیں کہ اس بچے کے ساتھ پتہ کیا نہ ہو جائے، بہتر ہے کہ میں اس کو اس کی ماں کے پاس پہنچا آؤں، چنانچہ چار سال کی عمر میں حلیمہ سعدیہ نے نبی ﷺ کو ان کی والدہ کے پاس واپس پہنچا دیا، بی بی آمنہ نے ان کو دو سال مکہ مکرمہ میں رکھا، جب ٦ سال کی عمر ہوگئی تو اس وقت بی بی آمنہ نے ارادہ کیا کہ میں اپنے میکے سے ملنے کے لئے مدینہ طیبہ جاتی ہوں، چنانچہ نبی ﷺ کو لے کر وہ اپنے میکے ملنے کے لئے آئیں اور ایک باندی بھی ساتھ تھی جو خدمت کرتی تھی، اب اللہ کی شان دیکھئے کہ جب وہ مدینہ طیبہ پہنچیں تو ان کے دل میں خیال آیا کہ میں اپنے خاوند کی قبر پر جاؤں، کچھ پڑھ کے بخش دوں گی، چنانچہ وہ اپنے خاوند حضرت عبداللہ کی قبر پر پہنچیں، نبی ﷺ نے فرمایا کہ ٦ سال کی عمر کا تھا، چھوٹا تھا، جب میں وہاں گیا تو میری والدہ کے ہونٹ ہل رہے تھے شاید وہ کچھ باتیں کر رہی تھیں، میری والدہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور والدہ کو روتا دیکھ کر میں بھی رونے لگ گیا، نبی ﷺ نے فرمایا کہ کیا گفتگو تھی وہ تو یاد نہیں، یقیناً یہی گفتگو ہوگی کہ عبداللہ! آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا

کہ میں لوٹ کر آؤں گا، میں تو آپ کا انتظار کرتی رہی، آپ مکہ مکرمہ بھی نہ آئے اور آپ نے دنیا سے آنکھیں ہی بند کرلیں، عبداللہ! تم ایک نشانی مجھے دے کر گئے تھے۔ میں آج اپنے اس بیٹے کو لے کر آئی ہوں، کاش! آپ زندہ ہوتے، اس بچے کے چہرہ کو دیکھتے، یہ کتنا خوبصورت ہے، آپ کا بھی دل خوش ہوتا، بی بی آمنہ ایسے ہی خیالات میں مگن ہوں گی، مگر خاوند کا خیال آکر آنکھوں میں آنسو آگئے، اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ اپنی والدہ کو روتا دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آگئے، پھر بی بی آمنہ نے واپسی کا سفر کیا، اب ذرا اللہ کی شان دیکھئے کہ جب واپسی کا سفر کرنا تھا تو ابواء کے مقام پر پہنچیں تو وہاں بی بی آمنہ کی بھی وفات ہوگئی، نبی ﷺ کی حالت اور کیفیت دیکھئے کہ والد پہلے وفات پاچکے تھے۔ ۶ سال کی عمر ہے اور اب والدہ بھی وفات پاچکیں، وہ جو ساتھ میں باندی تھی، اس نے نبی ﷺ کو لیا اور مکہ مکرمہ آئی، ادھر عبدالمطلب کا یہ حال تھا کہ وہ اپنے پوتے کی جدائی سے بہت زیادہ اداس تھے۔ روزانہ مکہ مکرمہ سے باہر راستے پر نکل کر گھنٹوں انتظار کرتے تھے کہ میری بہو کب آئے گی اور میرے پوتے کو کب لے کر آئے گی، مگر آمنہ تو آتی ہی نہیں تھی، ایک دن ایسا لگا کہ کوئی آرہی ہے اور آنے والی دیکھی بھالی لگ رہی تھی، اندازہ لگایا تو وہ اس کی باندی تھی تو عبدالمطلب حیران ہوئے، عبدالمطلب نے باندی سے پوچھا کہ آمنہ کہاں ہے؟ اس وقت باندی نے کہا کہ یہ وہ بچہ ہے کہ اس کے والد کا سایہ پہلے ہی سر سے اٹھ گیا، اب راستے میں اس کی والدہ بھی فوت ہوگئی، میں اس اکیلے بچے کو لے کر آپ کے پاس آئی ہوں، چنانچہ نبی ﷺ اپنے دادا کی کفالت میں رہنے لگے، ایک وقت آیا کہ اللہ رب العزت نے دادا کو بھی بلا لیا، پھر آپ اپنے چچا کے پاس آگئے۔

حضور ﷺ کو ہر ظاہری سہارے سے محروم کرنے کا مقصد

یہ اصل میں سہارے تھے۔ لوگوں کا سہارا باپ ہوتا ہے، ماں ہوتی ہے، دادا

ہوتا ہے۔ چچا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی مبارک زندگی میں یہ سارے سہارے توڑنے شروع کر دیئے، بتانا یہ مقصود تھا کہ جس کو دنیا کے اندر وحدانیت کا پیغام دینا ہے، دنیا کہے گی کہ خود تو سہاروں سے پرورش پاتے رہے اور دنیا کے اندر نفع اٹھاتے رہے، اب ہمیں غیر کا سہارا لینے سے منع کرتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ دیکھو میرے محبوب کو کوئی دھبا نہ لگا سکے، میں ایک ایک کر کے سب سہاروں کو توڑ دیتا ہوں اور پھر بتا دیتا ہوں کہ لوگو! تمہاری نظر میں یہ جو یتیم تھا، اللہ نے اس کی پرورش کی اور اللہ نے اس کو درِ یتیم بنا کر دکھا دیا۔

رضاعی بہن کے ساتھ حضور ﷺ کا سلوک

پھر نبی ﷺ کو اللہ رب العزت نے دنیا میں یہ شان عطا فرمائی کہ ایک وقت آیا آپ کو اللہ نے وحی کی سعادت سے سرفراز فرمایا، آپ نے پھر کلمہ کی تعلیم دینی شروع کی، وہ مکہ والے جو بہت محبت کرنے والے سمجھے جاتے تھے وہی مخالف بن گئے، پھر ایک وقت آیا کہ نبی ﷺ نے ہجرت فرمائی، پھر ایک وقت آیا کہ نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مکہ کا فاتح بنا کر واپس بھیج دیا، پھر حنین کا میدان آیا، وہاں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو بہت زیادہ مالِ غنیمت عطا کیا، چالیس ہزار بکریاں تھیں، ۶ ہزار قیدی تھے۔ اللہ کی شان دیکھئے! ان قیدیوں میں نبی ﷺ بہن شیمہ بھی آئی، چنانچہ نبی ﷺ تشریف فرما ہیں۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ آکر کہتے ہیں کہ اے اللہ کے حبیب ﷺ! ایک عورت ہے وہ کہتی ہے کہ میں آپ کے نبی کی بہن ہوں، ان سے ملنا چاہتی ہوں، نبی ﷺ سن کر حیران ہوئے کہ میں تو عبداللہ کا اکیلا بیٹا ہوں، میری بہن تو کوئی نہیں۔ کون ہے جو کہتی ہے کہ میں بہن ہوں، پھر آپ نے فرمایا: اچھا اسے آنے دو، شیمہ اس وقت بہت عمر رسیدہ ہو چکی تھیں، وہ آئیں اور کہنے لگیں کہ میں آپ کی دودھ شریک بہن ہوں، آپ کی پرورش حلیمہ سعدیہ نے کی اور میں آپ کو گود میں لے کے اس وقت لوری دیا کرتی تھی:

﴿ربنا أبق لنا محمدا﴾... ''اللہ! ہمارے محمد (ﷺ) کو سلامت رکھنا''
میں آپ کی عزتوں کی دعائیں مانگتی تھی، مجھے نہیں پتہ تھا کہ ایک وقت آئے گا کہ اللہ آپ کو اتنی عزتیں دیں گے کہ میں بھی قیدی بن کر آپ کے ہاتھوں میں یہاں پہنچ جاؤں گی، پھر حلیمہ نے دکھایا کہ دیکھئے! فلاں جگہ پر جب آپ کے نئے نئے دانت آئے تھے۔ آپ نے کاٹا بھی تھا اور مجھ کو نشان پڑ گیا تھا، نبی ﷺ کو یاد آ گیا، آپ نے فرمایا: ہاں تم میری بہن ہو۔ واقعی بچپن میں ایسا ہوا تھا، پھر نبی ﷺ نے چادر بچھا کر اس کو اوپر بٹھایا، پوچھا: میرے پاس رہنا چاہتی ہو تو آپ کی کفالت کروں گا، جانا چاہتی ہوں تو نان نفقہ دے کر بھیجوں گا، پھر نبی ﷺ نے اسے بہت سارا نان نفقہ بھی دیا، وہ کہنے لگی کہ میرے قبیلہ کے لوگ کہیں گے کہ خود آزاد ہو کے آ گئی اور باقیوں کا خیال نہ رکھا، نبی ﷺ نے قبیلے کے باقی لوگوں کو بھی آزاد فرما دیا اور دنیا کو بتا دیا کہ دیکھو بہن کو اس طرح عزتوں سے روانہ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کو یتیموں سے بہت زیادہ محبت تھی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی﴾ ''اے میرے حبیب ﷺ! کیا ہم نے آپ کو یتیم نہیں پایا اور ہم نے آپ کو ٹھکانا نہیں دیا؟''

تو اللہ تعالیٰ نے واقعی آپ کو یتیم پایا، اور دریتیم بنا دیا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو کائنات کا سردار بنا دیا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ شان عطا فرمائی کہ خدا اپنی خدائی میں اگر یکتا ہے تو آپ کے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ اپنی مصطفائی میں یکتا ہیں۔ کوئی اور رحمۃ للعالمین نہیں ہو سکتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو یہ شان عطا فرمائی۔

نبی ﷺ کے اجداد بہترین

اللہ رب العزت کی رحمت دیکھئے! کہ اس کے حبیب ﷺ نے تشریف لانا تھا تو اللہ رب العزت نے جس جس کو منتخب کیا وہ واقعی اپنی جگہ پر بہترین تھے۔ ابراہیم علیہ السلام کو

چنا، یہ بزرگی والے، ابراہیم کے لفظ کا معنی ہے بزرگی والا، یعنی بزرگی والی شخصیت کو چنا، اور وہ ایسی بڑی شخصیت تھی کہ سب بڑے مذاہب کے ساتھ تصدیق ہوا کہ وہ بزرگی والے ہیں۔ چنانچہ مسلمان، عیسائی، یہودی، تینوں مذاہب والے ابراہیم علیہ السلام کا عزت واحترام کرتے ہیں۔

نبی ﷺ کی زبان بہترین

جب نبی ﷺ تشریف لائے تو اللہ رب العزت نے آپ کے لئے عربی زبان کو پسند کیا، عبرانی زبان بھی تو ہو سکتی تھی، سریانی زبان بھی تو ہو سکتی تھی، کوئی اور علاقائی زبان بھی ہو سکتی تھی، مگر سب زبانیں اس قابل نہیں کہ احساسات اور جذبات کو صحیح طرح ایکسپریس کر سکیں، زبانوں میں عربی زبان ایسی ہے جو اپنی فصاحت اور بلاغت میں اپنی مثال آپ ہے، چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

﴿انا افصح العرب﴾... (بحر العلوم: ۳/۱۴۲)

''میں فصیح عربی زبان بولنے والا بنا کر دنیا میں بھیجا گیا ہوں''

سمجھ میں صاف آ جائے فصاحت اس کو کہتے ہیں
اثر ہو سننے والے پر بلاغت اس کو کہتے ہیں

اس لئے عربوں کو اپنی زبان پر اتنا ناز تھا کہ وہ باقی لوگوں کو عجمی یعنی گونگے کہا کرتے تھے کہ یہ تو اپنی Feelings (احساسات) کو Express (بیان) کر ہی نہیں سکتے، اور واقعی اگر آپ اس کی مثالیں دیکھیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ عربی میں تھوڑے لفظوں میں زیادہ مفہوم واضح ہو جاتا ہے، مثال کے طور پر آپ نے کسی کو کہنا ہے کہ نماز پڑھو، تو انگلش میں آپ یوں کہیں گے Offer the Prayer تم اپنی نماز پڑھو! اگر یہی الفاظ اردو میں کہنے ہیں تو کہا جائے گا ''نماز پڑھو'' تو انگریزی میں تین لفظ استعمال ہوئے، اردو زبان میں دو لفظ استعمال ہوئے اور اگر عربی میں کہنا ہے تو اتنا ہی کہنا پڑے گا کہ ''صل'' ایک لفظ تین الفاظ کا مفہوم اور معنی بیان کر دیتا

ہے، اس لئے عربی زبان کے اندر بہت گہرائی ہے، تو قرآن مجید کی یہی شان ہے کہ یہ مختصر کلام ہے مگر اس کی تفصیلات اتنی ہیں کہ گویا سمندر کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے، اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کے لئے جس زبان کو چنا وہ زبانوں میں سب سے بہترین زبان تھی۔

شہرِ ولادت بہترین

پھر اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کو جس جگہ پیدا فرمایا وہ مکہ مکرمہ کا شہر ہے، مشرق میں بھی پیدا ہو سکتے تھے۔ مغرب میں بھی ہو سکتے تھے۔ شمال جنوب میں بھی ہو سکتے تھے۔ مگر ہر جگہ کی اپنی اہمیت ہوتی ہے، کبھی آپ دنیا کے جغرافیے کو سامنے رکھ کر دیکھیں تو آپ کو جزیرۂ عرب یوں نظر آئے گا کہ یہ تین طرف سے تو پانی سے گھرا ہوا ہے اور اوپر ایک طرف سے زمین کے ساتھ جڑا ہوا ہے، جس طرح انسان کے جسم میں دل ہوتا ہے، لٹک رہا ہوتا ہے، صرف ایک طرف سے بدن کے ساتھ جڑا ہوتا ہے، یہ دل جب دھڑکتا ہے تو اس وقت تک انسان کی زندگی رہتی ہے، جب یہ دھڑکنا بند ہو جاتا ہے تو انسان کی زندگی ختم ہو جاتی ہے، دنیا کے نقشے کو دیکھئے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جزیرۂ عرب پوری دنیا میں Geographic Heart جغرافیائی دل ہے، اس لئے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے سب سے آخری نشانی یہ ہے کہ اللہ رب العزت کے گھر کو گرایا جائے گا، تو پھر اس کے بعد اللہ رب العزت اس پوری دنیا کو ختم فرما دیں گے، تو یہ جغرافیائی دل ہے، جب تک یہ دھڑکتا رہے گا اس وقت تک دنیا کی بقا رہے گی۔

مکہ مکرمہ امن کا شہر

امن کا شہر مکہ مکرمہ، اس کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا مانگی تھی۔

﴿رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا﴾...(البقرۃ:۱۲۶)

''اے اللہ! اس شہر کو امن والا بنا دیجئے''۔

تو اللہ رب العزت نے اس وقت سے اس کو امن والا شہر بنایا، تو پھر نبی کریم ﷺ نے اس امن والے شہر میں حجۃ الوداع کے موقع پر امن کا ایسا اعلان کیا کہ آج تک یہ خطہ امن کے ساتھ ہی موجود ہے، چنانچہ اگر بیرونی طور پر کچھ لوگ یہاں آ کر فساد مچا سکتے تھے تو اللہ رب العزت نے اس کے پہاڑوں کو ایسا بنایا کہ "وادغیر ذی ذرع" کہ سبزے کا نام ونشان ہی نہیں۔ خشک پہاڑ۔ چنانچہ جس زمانے میں قیصر وکسریٰ کی حکومتیں تھیں اور دنیا پر ان کا راج تھا، وہ جزیرۂ عرب کی طرف دھیان ہی نہیں دیتے تھے کہ یہاں تو پانی نہیں۔ کاشت نہیں۔ سبزہ نہیں۔ ہم نے یہاں کیا کرنا ہے؟ گویا اللہ تعالیٰ نے اس طرح سے اس علاقے کو ان ملکوں کی دست برد سے محفوظ رکھا اور یہ امن کا علاقہ ہے اور اگر کسی نے اس کے امن کو خراب کرنے کی کوشش کی جیسے ابراہ نے کوشش کی تھی تو اللہ نے اس کے ہاتھی والے لشکر کو پرندوں کے ذریعے سے ختم کروا دیا، امن ختم کرنے کی کوئی بھی کوشش کسی کی کامیاب نہ ہو سکی، چنانچہ یہ امن والا شہر ہے۔

آج بھی دیکھئے! اس امن والے شہر کی کیا شان ہے؟ لاکھوں لوگ حج کے موقع پر آتے ہیں، بسا اوقات ستر لاکھ لوگ اس شہر میں جمع ہوتے ہیں اور شہر کی اپنی آبادی اس کے علاوہ اور اتنے بڑے شہر کا اس وقت بھی پرامن رہنا یہ اللہ رب العزت کی کتنی بڑی نعمت ہے۔

مکہ مکرمہ وسطِ عالم

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو ایسی جگہ بھیجا جو دنیا کا علاقائی دل ہے، اگر زمین کے نقشے کا پھیلا کر دیکھیں تو یہ جگہ وسط بنتی ہے، چنانچہ بیت المقدس، بلادِ شام یہ وسط دنیا نہیں ہے لیکن مکہ مکرمہ بالکل وسطِ دنیا بنتا ہے، صرف اس لئے کہ یہ اول عالم

تھا، مرکزِ عالم تھا، وسطِ عالم تھا۔

جیسے پانی کہیں کھڑا ہوا اور تالاب کے اندر درمیان میں کنکری پھینکیں تو جو لہریں پیدا ہوتی ہیں تو مرکز سے چل کر پورے کناروں تک پھیل جاتی ہیں۔ اللہ رب العزت نے بھی اپنے حبیب ﷺ کو دنیا کے مرکز میں بھیجا کہ میرے حبیب ﷺ کا نور یہاں سے جو پھیلے گا تو دنیا کے چاروں کونوں تک پھیل جائے گا تو اس کا مطلب یہ کہ جگہ کا بھی بہترین انتخاب کیا،

مکہ مکرمہ کا موسم بہترین

پھر مکہ مکرمہ کا موسم بھی بہترین ہے، بعض ایسے ممالک ہیں جہاں بہت بارشیں ہوتی رہتی ہیں اور ٹھنڈے ممالک ہیں۔ اب اگر مکہ مکرمہ کا موسم ویسا ہوتا تو حج کے موقع پر اتنی بیماریاں پھیلتیں کہ الامان، اللہ رب العزت نے موسم ایسا بنایا کہ گرمی ہے لیکن لاکھوں لوگ اکٹھے ہوتے ہیں اور ان کا جتنا بیکٹیریا ہوتا ہے، گرمی کی وجہ سے Kill ہو جاتا ہے، ایک دوسرے کی بیماریاں دوسروں کو ٹرانسفر ہی نہیں ہوتیں، سبحان اللہ، موسم بھی ایسا کہ بہترین، مناسب اور جگہ بھی اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کے لئے بہترین چنی،

مکہ مکرمہ کے اوقات بہترین

دنیا میں کئی علاقے ہیں جہاں پر چھ مہینے دن اور چھ مہینے رات ہوتی ہے اور یہاں دیکھو Almost (تقریباً) آدھا دن اور آدھی رات، تھوڑا آگے پیچھے موسم کے اعتبار سے ہوتا ہے تو ہر لحاظ سے یہ دنیا کا بہترین موسم اور بہترین جگہ، ایک مرکز جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے لئے پسند فرمایا،

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قبیلہ بہترین

اللہ کے حبیب ﷺ عربوں کے کسی بھی قبیلے میں پیدا ہو سکتے تھے۔ حضرت

ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں چوالیس قبیلے تھے، بنوثقیف، بنونضیر، بنوخزرج، بکر بن وائل کا قبیلہ اور کئی دوسرے، مگر اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کسی قبیلے میں اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کو پیدا نہیں فرمایا بلکہ قریش میں پیدا کیا، قریش کا لفظ قرش سے بنا ہے، وہ جگہ جو حرکت نہ کرے، گویا اس قبیلے کو قریش جو کہتے تھے تو ان کی مستقل مزاجی کی وجہ سے کہتے تھے۔ مستحکم قبیلہ، سب سے بہترین قبیلے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو پیدا فرمایا، پھر قبیلے کی آگے شاخ دیکھئے! بنو ہاشم ہے، بنو ہاشم مہمان نواز قبیلہ کہلاتا تھا۔

دادا کا انتخاب بہترین

اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کے لئے دادا کا انتخاب فرمایا، عبدالمطلب، یہ بیت اللہ کے والی تھے۔ بیت اللہ کے خدمت گار تھے۔ متولی تھے۔ کیونکہ اللہ رب العزت نے ان کو حبیب ﷺ کا دادا بنانا تھا، ان کو بیت اللہ کی چابیاں ہی حوالے کر دیں، ایسی عزت والا خاندان۔

والد ماجد کا بہترین انتخاب

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے لئے کس والد کو چنا؟ عبدالمطلب کے بارہ بیٹے تھے۔ بارہ میں سے کوئی بھی والد بن سکتے تھے۔ غور کیجئے! ان میں ایک نام عبدالعزیٰ جسے ابولہب کہتے ہیں۔ ایک کا نام تھا عبدالشمس، ایک کا نام تھا عبدالحارث، اگر ان میں سے کوئی بنتے تو لوگ کہتے کہ جی ان کے باپ کا نام ہی بتوں کے نام پر تھا، ایک چچا نوفل تھے۔ اس کا معنی سخت جگہ، ایک حمزہ تھے۔ لمبی جگہ، ایک چچا عباس تھے یعنی پتھریلی جگہ۔ اگر نام دیکھے جائیں تو یا بتوں کے نام پر ہیں یا بے معنی ہیں۔ ان سب بارہ بیٹوں میں سے ایک کا نام تھا عبداللہ، اللہ کا بندہ،

اللہ تیری شان پر قربان جائیں کہ آپ نے اپنے حبیب ﷺ کے لئے کس والد کا انتخاب کیا اور ان کا نام کتنا خوبصورت ! اللہ کا بندہ، کیونکہ اس آنے والے نبی امی نے اللہ کی بندگی جو سکھانی تھی، آج نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوئی یہ طعنہ نہیں دے سکتا کہ آپ کے والد کا نام تو بتوں کے نام پر ہے۔

چنانچہ عبدالمطلب کے بارہ بیٹوں میں سے عبداللہ سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔ ایسا نور چمکتا تھا ان کے چہرے پر کہ لوگ حیران ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک عورت فاطمہ نے خود اپنے آپ کو نکاح کے لئے پیش کر دیا تھا،

ابن ذبیحین

اور عبداللہ ذبیح اللہ بھی تھے۔ عبدالمطلب زم زم کو تلاش کرنا چاہتے تھے مگر وہ ملتا نہیں تھا، تو انہوں نے منت مان لی کہ اگر زم زم مل گیا تو میں اس کے بدلے اپنے ایک بیٹے کو ذبح کروں گا، اللہ کی شان کہ زم زم مل گیا، چشمہ جاری ہو گیا، جس کے اوپر پتھر رکھا تھا وہ ہٹا دیا گیا، اب عبدالمطلب نے اپنی منت کو پورا کرنے کے لئے قرہ ڈالا تو قرہ عبداللہ کے نام نکلا، وہ چاہتے تھے کہ عبداللہ کو ذبح کریں، لیکن لوگوں نے مشورہ دیا کہ یہ اتنا خوبصورت اور اچھا بیٹا ہے اس کے بدلے آپ اونٹوں کو ذبح کر دیں۔

چنانچہ عبدالمطلب نے عبداللہ اور اونٹوں کے درمیان پھر قرہ ڈالا، پہلے دس اونٹوں کی نیت کی کہ دس کو قربان کروں یا عبداللہ کو، قرہ عبداللہ کے نام نکلا، پھر بیس اونٹوں کی نیت کی پھر تیس کی کی جتنی نیتیں کرتے رہے نام عبداللہ کا نکلتا رہا، حتیٰ کہ جب سو اونٹوں کی نیت کی تو قرہ اونٹوں کے نام نکلا، چنانچہ عبدالمطلب نے سو اونٹوں کو قربان کیا، اس لئے حضرت عبداللہ کو ذبیح اللہ بھی کہا جاتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک اعرابی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے،

اس نے نبی ﷺ کو یوں کہا کہ یاابن ذبیحین (اے دوذبح ہونے والوں کے بیٹے!) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکرائے اور فرمایا: ہاں میرے اوپر کے بزرگوں میں اسمٰعیل علیہ السلام بھی ذبیح اللہ تھے اور میرے والد عبداللہ بھی ذبیح اللہ تھے۔ چنانچہ میرے دو والد ذبیح اللہ بنے۔

دیکھئے! لسانِ نبوت کا انتخاب بھی بہترین، جس جگہ پر پیدا ہوئے وہ جگہ بھی بہترین اور جس جگہ میں اتنا اللہ رب العزت نے خزانہ رکھا کہ آج پوری دنیا اس ملک کے خزانوں کے اوپر حیران ہے، پھر قبیلے کا انتخاب بھی بہترین، شاخ کا انتخاب بھی بہترین، دادا کا انتخاب بھی بہترین، اور پھر والد کا انتخاب بھی بہترین،

والدہ ماجدہ کا انتخاب بہترین

آیئے والدہ کی طرف ذرا دیکھئے! کہ والدہ مدینہ منورہ کی رہنے والی تھی اور وہاں پر کئی قبیلے عربوں کے تھے جیسے ''بنوثقیف'' (چاقوؤں والا) ''بنونضیف'' (کانٹوں والا) اس قسم کے کئی قبیلے تھے۔ لیکن ایک قبیلہ ایسا تھا کہ جس کا نام تھا ''بنوزہریٰ'' (تازگی والا) نبی ﷺ کی والدہ ماجدہ بنوزہریٰ قبیلہ سے تھیں یعنی قبیلے کا نام بھی ایسا کہ بہترین نام، بہترین قبیلے کو چنا،

پھر والدہ کا نام بھی بہترین، اس زمانہ میں عورتوں کے بہت سارے نام تھے۔ کئی تو بہت ہی عجیب ہوتے تھے۔ جیسے خنثیٰ (بدشکل)، حربیٰ (لڑنے والی) اور اسی طرح کے نام ہوتے تھے۔ مگر اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کے لئے جس کو والدہ کے طور پر چنا، اس کا نام تھا (آمنہ) یعنی امانت والی، کیونکہ اللہ رب العزت نے اپنی امانت ان کے سپرد کرنا تھی، اس لئے اللہ رب العزت نے اس کا نام بھی آمنہ چنا کہ یہ امانت والی ہے میری امانت کی صحیح حفاظت کرے گی۔

بی بی آمنہ فرماتی ہیں کہ جب میں امید سے تھی تو اتنی برکتیں ہوتی تھیں، میں چلتی

تھی تو درخت جھک جاتے تھے۔ میں زم زم بھرنے جاتی تھی تو زم زم کا پانی اوپر کنارے کے قریب ہوجاتا تھا، مکہ مکرمہ کی دوسری لڑکیاں مجھے پکڑ لیتی تھیں، آمنہ مت جاؤ! آپ کے جانے کے بعد پانی نیچے چلا جائے گا، وہ جتنی دیر کھڑی رہتی تھیں، پانی بھرنا آسان ہوتا تھا، تو برکتوں والی ہستی نے تشریف لانا تھا، اللہ نے اس امانت والی خاتون کے سپرد کیا۔

نبی ﷺ کے نام کا انتخاب بہترین

نبی ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے تو اب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے لئے ناموں میں سے بہترین نام کو پسند کیا، نام مبارک حضرت محمد ﷺ، اس کا لفظی معنی ہے کہ وہ ہستی جس کی جتنی تعریف کی جائے کائنات میں کسی اور کی اتنی تعریف نہ کی گئی ہو۔ اور واقعی یہ بات حقیقت بھی ہے کہ جتنی نبی ﷺ کی تعریفیں ہوئی ہیں کسی کی تعریفیں اتنی نہیں ہوئیں، مخلوق نے بھی تعریف کی، خالق نے بھی تعریف کی، اپنوں نے بھی تعریف کی، غیروں نے بھی تعریف کی، سب سے زیادہ جس کی تعریف ہوئی وہ اللہ کے پیارے حبیب ﷺ ہیں۔ آج پوری دنیا میں جہاں اذان ہوتی ہے نبی ﷺ کا نام اس میں لیا جاتا ہے، تعریف ہو رہی ہوتی ہے۔

دوسرا نام آپ کا احمد ہے، احمد کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا، واقعی کسی ہستی نے اللہ کی اتنی تعریف نہیں کی جو تعریف اللہ کے پیارے حبیب ﷺ نے کی ہے، اور نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھے مقامِ محمود عطا فرمائیں گے، میں وہاں جا کر سجدے میں جاؤں گا اور میں اللہ کی ایسی تعریف کروں گا کہ ایسی تعریف نہ پہلے کسی نے کی ہوگی نہ بعد میں کوئی تعریف کرے گا، یہ شرف بھی اللہ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو عطا فرمایا، چنانچہ آپ کی بھی سب سے زیادہ تعریفیں کی گئیں اور آپ نے اپنے اللہ کی بھی سب سے زیادہ تعریف

فرمائی۔ اتنا خوبصورت نام کہ نہ پہلے کبھی رکھا گیا کہ کسی کے ذہن میں آجاتا،

☆......سب سے پہلے یہ نام اس دنیا میں اللہ نے اپنے پیارے حبیبا کا رکھوایا، تو یہ نام چن لیا تھا، تو دیکھو! نام کا انتخاب بھی بہترین، ورنہ اور بھی انبیاء تھے، ان کے بھی نام تھے۔ جیسے

☆......آدم علیہ السلام کا نام گندم گوں یعنی گندمی رنگ والا

☆......نوح علیہ السلام، نوح کا لفظی معنی نوحہ کرنے والا، رونے والا

☆......زکریا علیہ السلام، زکریا کا معنی سبق یاد کرنے والا

☆......ادریس علیہ السلام، ادریس کا معنی درس دینے والا

☆......یوسف علیہ السلام، یوسف کا معنی افسوس کرنے والا

☆......یعقوب علیہ السلام، یعقوب کا معنی بعد میں آنے والا

☆......موسیٰ علیہ السلام، موسیٰ کا معنی پانی سے نکالا ہوا

☆......عیسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ کا معنی سیاحت والا

تو اور انبیاء علیہم السلام کے ناموں کو بھی دیکھیں تو ان کے ناموں کے معنی میں وہ شان نہیں جو اللہ کے حبیب ﷺ کے اپنے الفاظ میں اپنے نام کے معنی میں ہے، نہ محمد کے معنی میں نقطہ ن احمد کے معنی میں نقطہ، مقصد کیا تھا کہ دیکھو! میں ایسی ذات کے لئے یہ نام چن رہا ہوں کہ تم ان کے کردار پر کوئی دھبہ نہیں لگا سکتے۔ میں نے ان کے نام پر بھی کسی نقطہ کو پسند نہیں کیا،

☆......تو محمد کا نام لیں تو بھی ہونٹ دو دفعہ ملتے ہیں، محبت کا نام لیں تو بھی دو دفعہ ہونٹ ملتے ہیں۔ چنانچہ یہ وہ ہستی تھی جو دنیا میں محبتیں تقسیم کرنے کے لئے تشریف لائی۔ میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے،

☆......پھر اور ذرا غور کیجئے! کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام لو تو لب ملتے ہیں اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات پر عمل کرو تو دل آپس میں ملتے ہیں۔

☆...... پھر ایک اور نقطہ کہ نبی ﷺ کا نام ہے احمد، ذرا نماز کی حالت پر غور کریں نمازی جب قیام کی حالت میں کھڑا ہوتا ہے تو ''الف'' کے حرف کی مانند ہوتا ہے، جب وہ رکوع میں چلا جاتا ہے تو ''ح'' کی مانند بن جاتا ہے، جب سجدے میں چلا جاتا ہے تو ''م'' کی مانند بن جاتا ہے، اور جب التحیات کی حالت میں بیٹھتا ہے تو ''د'' کی مانند، گویا یہ نمازی نماز کو ادا کر رہا ہے لیکن اس کے مختلف ارکان کی جو شکلیں بن رہی ہیں وہ احمد کا نام بن رہا ہوتا ہے، میں اپنے اللہ کی زبان سے بھی تعریفیں کر رہا ہوں اور پورا جسم بھی ایک ایسا نام پکار رہا ہے جس کا معنی اللہ کی سب سے زیادہ تعریفیں کرنے والا ہے،

اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کے لئے بہترین نام کو چنا، آج لوگ اپنے بچوں کے لئے بہترین نام چنتے ہیں۔ بیوی سے محبت ہوتی ہے تو اس کو بہترین نام دیتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کے لئے کیسا نام چنا کہ اس کے معانی کو سن کر انسان حیران ہو جاتا ہے۔

پرورش کے لئے بہترین عورت کا انتخاب

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب دنیا میں تشریف لائے تو آپ کی پرورش کے لئے اللہ رب العزت نے ایک اور عورت کو چنا جو قبیلہ بنو سعد کی تھی، قبیلے تو بہت سارے تھے لیکن اس قبیلے کا نام دیکھو! بنو سعد، اس کا معنی ہے نیک بخت، اور واقعی وہ نیک بخت قبیلہ ہی تھا کہ جس کی عورت کو نبی ﷺ کی پرورش کرنے کی سعادت نصیب فرمائی، بنو سعد کی عورت کون تھی؟ کوئی اور نام بھی ہو سکتا تھا، کوئی بھی عورت ہو سکتی تھی، نہیں! ایک ایسی عورت کو چنا جس کا نام بھی تھا حلیمہ، حلیمہ کا معنی ہوتا ہے حلم والی، اس لئے کہ چھوٹے بچے کی تربیت کرنے میں حلم کی بڑی ضرورت ہوتی ہے، اگر انسان کے اندر حلم نہ ہو تو پھر انسان بچے کو جلدی ڈانٹ دیتا ہے، جلدی ہاتھ اٹھا لیتا ہے، جو بھی سامنے ہو اس کو تھپڑ لگا دیتا ہے تو یہ چیزیں Short Tempered (گرم مزاج) لوگوں کے لئے

ہوتی ہیں۔ جو حلم والے ہوتے ہیں ان کی قوتِ برداشت بہت ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ کے حبیب ﷺ کی پرورش ہونی تھی تو اللہ رب العزت نے عورتوں میں ایک ایسی عورت کو چنا جو سب سے زیادہ حلم والی تھی، تمہاری گود میں میرے محبوب کھیلیں گے تمہارے اندر حلم کا ہونا ضروری ہے، چنانچہ قسمت ہے حلیمہ کی کہ اس نے نبی ﷺ کی پرورش کی، اور ابتدائی زندگی کے جو چند سال تھے۔ گود میں کھلایا۔

حلیمہ تیرے مقدراں پر حیران ہوتے ہیں۔ چھوٹے بچے کو آپ گود میں اٹھاتی بھی ہوں گی، اس کے چہرے کو تکتی بھی ہوں گی اور کبھی خوش ہو کر اس کے ماتھے کو بوسہ بھی دیتی ہوں گی، حلیمہ کبھی تو اس بچے کو اپنے سینے سے بھی لگاتی ہوں گی، تیرے مقدروں پر قربان جائیں کہ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کو تمہاری گود کے اندر اس طرح پالا کہ تم بھی حلم والی اور جس نے پرورش پائی تھی وہ بھی حلم والا، وہ بھی رحمتوں والا، وہ بھی برکتوں والا، چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پرورش کے لئے سب سے بہترین عورت کا انتخاب کیا۔

ازواجِ مطہرات کا بہترین انتخاب

نبی ﷺ جب اس دنیا میں جوانی کی عمر کو پہنچے تو آپ ﷺ نے اس وقت نکاح فرمایا اور مختلف وجوہات کی وجہ سے آپ ﷺ نے مختلف قبیلوں میں نکاح کیے۔ چنانچہ جو بیویاں تھی ان بیویوں کے ذرا نام دیکھئے اور ان کے معانی دیکھئے اس سے پتہ چل جائے گا کہ یہ کیسی چنی ہوئی بیویاں تھیں، آج کوئی ماں بیٹے کے لئے رشتہ پسند کرتی ہے تو بہترین لڑکی کو چننے کی کوشش کرتی ہے، یہ تو کائنات کے سردار تھے، یہ تو اللہ رب العزت کے حبیب تھے۔ یہ تو سید الاولین والآخرین تھے۔ اس کے لئے اللہ رب العزت نے بیویوں کو چنا تو کیسی بیویاں؟

☆ ......خدیجہ: اس کے معنی ہوتے ہیں حاجیوں کی خدمت کرنے والی

☆ ......سودا: آرام دینے والی

☆......عائشہ: عیش دینے والی

☆......حفصہ: رات کو تہجد میں قیام کرنے والی

☆......میمونہ: بختوں والی

☆......صفیہ: منتخب کی گئی

☆......زینب: استغفار کرنے والی

☆......ام سلمٰی: سلامتی والی

☆......ام حبیبہ: پیار والی

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیویوں کے نام میں ہی غور کر لیجئے کن صفات والی عورتوں کو اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کے لئے بیویوں کے طور پر پسند فرمایا، اور قرآن میں گواہی دے دی۔

"یانسآء النبی لستن کاحد من النسآء"۔ (الاحزاب: ۳۲)

''اے نبی ﷺ کی بیویو! تم جیسی کائنات میں کوئی دوسری عورت نہیں ہے''

اللہ اکبر کبیرا! واقعی قرآن کا اصول سچا، فرمایا:

﴿الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ﴾ (النور: ۲۶)

''پاک مردوں کے لئے پاکیزہ عورتیں ہوتی ہیں''

اللہ کے حبیب ﷺ طاہر مطہر تھے۔ پاک تھے۔ تو اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کے لئے بیویوں کو بھی ایسا پسند کیا جو پاک تھیں،

چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام پر بہتان لگا، اللہ نے ایک بچے کے ذریعے سے گواہی دلوائی، بی بی مریم علیہا السلام پر بہتان لگا، اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے سے ان کی پاکدامنی کی گواہی دلوائی، لیکن جب سیدۃ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے بہتان لگایا تو اللہ رب العزت نے حبیبِ خدا کے ذریعے قرآن مجید میں خود گواہی عطا فرمائی اور اسے قرآن کا حصہ بنا دیا، کیا پاکدامنی کی شان ہے کہ اللہ رب العزت کا یہ کلام دنیا

میں بھی پڑھا جائے گا، جنت میں بھی پڑھا جائے گا، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کی گواہیاں دی جائیں گی،

بیٹوں کا بہترین انتخاب

چنانچہ نبی ﷺ کے لئے اللہ رب العزت نے بیٹوں کا انتخاب فرمایا: اس میں تو الگ حکمت تھی کہ چھوٹی عمر میں ان بیٹوں کو اپنے پاس بلا لیا، مگر ان بیٹوں کے ناموں پر ذرا غور کر لیجیے!

☆......ایک کا نام تھا قاسم، قاسم کا مطلب ہوتا ہے تقسیم کرنے والا، نبی ﷺ نے فرمایا:

"انما انا قاسم والله يعطى"۔ (البخاری:۲۵)

''میں تقسیم کرنے والا ہوں، اللہ کی نعمتوں کو اور اللہ مجھے عطا کرنے والا ہے''

☆......ایک بیٹے کا نام تھا طیب، طاہر، یعنی پاک، نبی ﷺ خود بھی پاک تھے اور آپ کے پیارے بیٹے کا نام بھی ایسا تھا،

☆......ایک بیٹے کا نام تھا ابراہیم، یعنی بزرگی والا، نبی ﷺ بھی بزرگی والے اور آپ کے پیارے بیٹے کا نام بھی بزرگی والا،

تو بہترین معانی والے الفاظ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے بیٹوں کے نام کے لئے پسند فرمایا،

بیٹیوں کا بہترین انتخاب

نبی علیہ السلام کی بیٹیوں کا انتخاب چنانچہ آپ ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں،

☆......ایک بیٹی کا نام تھا زینب، یعنی استغفار کرنے والی

☆......ایک بیٹی کا نام تھا رقیہ، خاوند کی خدمت کرنے والی

☆......ایک بیٹی کا نام تھا ام کلثوم، بچوں کی اچھی تربیت کرنے والی

☆......ایک بیٹی کا نام تھا فاطمہ، دوزخ سے آزاد،

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جنتی خواتین کا سردار بنایا اور ایسی بیٹیاں عطا فرمائیں کہ جن کی زندگیوں کو دیکھ کر انسان کا دل گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے حبیب ﷺ کو اللہ نے بہترین بیٹیوں سے نوازا،

تو ذرا غور کیجئے! کہ دایہ کے قبیلے کا انتخاب بہترین، خود دایہ کا انتخاب بہترین، بیویوں کا انتخاب بھی بہترین، بیٹوں کا انتخاب بھی بہترین، بیٹیوں کا بھی انتخاب بہترین،

یاروں کا بہترین انتخاب

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے یاروں کو منتخب فرمایا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، ایک ایک کی سیرت پڑھتے جایئے اور عش عش کرتے جایئے کہ واقعی اللہ نے اپنے حبیب کے یاروں کو ایسا چنا کہ کائنات کے بہترین لوگوں کو اپنے محبوب کا شاگرد بنادیا، استاد کی شان شاگردوں سے معلوم ہوتی ہے، جس طرح شاگرد اپنے استاد کے مقام کے ثبوت ہوا کرتے ہیں اسی طرح یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کے علم کے ثبوت تھے۔ اس کے یہ گواہ تھے۔ استاد کی عظمت شاگردوں سے پہچانی جاتی ہے، نبی ﷺ کی عظمت صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کی زندگیوں سے پہچانی جاتی ہے،

اللہ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کے لئے بہترین یاروں کو پسند فرمایا،

بہترین کتاب کا انتخاب

اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کو کتاب عطا فرمائی،

☆......تورات بھی کتاب ہے،

☆......انجیل بھی کتاب ہے،

☆......زبور بھی کتاب ہے،

لیکن وہ اور زبانوں میں ہے، قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوئی اور پھر یہ قرآن اللہ کلام ہے، ذرا فرق کو کہ پہلے کتابیں کتاب کی شکل میں صحیفوں کی شکل میں آئیں اور یہ قرآن یہ اللہ کے کلام کی شکل میں آیا، یوں سمجھیں کہ ایک بندے کا لکھا ہوا لیٹر آجاتا ہے اور ایک بندے کی اپنی آواز میں بات ہوتی ہے تو لیٹر کا آجانا اور چیز ہے اور زبان سے بات کا سننا ایک الگ چیز ہوتی ہے، تو پہلی کتابیں اللہ کا لکھا ہوا پیغام تھیں کتابی شکل میں تھی۔ اور قرآن پاک تو اللہ کا کلام تھا اس لئے حدیث پاک میں آیا ہے:

"تبارك بالقرآن فانه كلام الله"۔ (کنزالاعمال:۲۴۳۶)

''قرآن سے برکت حاصل کرو کہ یہ اللہ کا کلام ہے''

اس کتاب کی شان دیکھو! پہلی کتابیں جو آئیں تو امت نے اس کے اندر کچھ چیزیں خلط ملط کردیں، تحریف شدہ کتابیں بن گئیں، آج آپ کو نہ تورات اپنی شکل میں ملے گی، نہ انجیل ملے گی، نہ زبور ملے گی، لیکن اللہ کا کلام الحمدللہ چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی آج محفوظ حالت میں پوری دنیا کے اندر موجود ہے، تو نبی ﷺ کو سب سے بہترین کتاب ملی۔

بہترین دین کا انتخاب

تو اللہ کی شان دین اسلام کو بھی پسند کیا گیا، پہلے جو ادیان تھے ان کے نام یا نبی کے نام پر تھے یا قبیلے کے نام پر، جیسے:

عیسائی یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام پر عیسائی کہلائے،

یہودی یہ قبیلہ تھا یہودہ اس کے نام پر یہ نام بنا،

مگر اسلام یہ نہ کسی شخصیت کے نام پر اور نہ ہی کسی قبیلے کے نام پر، اسلام کا معنی ہے، تسلیم کرنے والا، سلامتی والا، تو اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کو کیا

دین دیا جو سلامتی والا ہے۔ فرمایا:

"اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا"۔

(المائدہ: ۳)

''اے میرے حبیب ﷺ! میں نے اسلام کو تیرے لئے مذہب کے طور پر پسند فرمایا''



تیسرا باب

محبوب دو جہاں ﷺ کی امتیازی شان اور خصوصیات کا ایک تذکرہ

شانِ نبوت ﷺ کی امتیازی خصوصیات کا ایک جائزہ

چنانچہ پچھلے انبیا کو اللہ رب العزت نے جتنی بھی فضیلتیں عطا فرمائیں وہ سب فضیلتیں اور ان سے بھی بڑھ کر اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمائیں، اب یہاں ایک سرسری جائزہ پیش کرنا ہے تاکہ یادیں تازہ ہوجائیں کہ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کو کیا شان عطا فرمائی،

جسمانی معراج

چنانچہ سابقہ انبیا کو معراج ہوا مگر روحانی تھا یا منامی تھا جبکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج حاصل ہوا تو وہ جسمانی معراج تھا، بنفس نفیس اللہ کے حبیب ﷺ آسمانوں پر تشریف لے گئے، اور اگر پہلے انبیا کو جسمانی معراج ہوا تو وہ بھی درمیانی تھا، مثلاً: حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے آسمان پر اٹھائے گئے، اسی طرح ادریس علیہ السلام بھی آسمان پر لے جائے گئے، مگر اللہ رب العزت کے حبیب ﷺ کو جب معراج نصیب ہوا تو کہاں تک ہوا۔

"عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰى"۔ (النجم: ۱۴-۱۵)

''سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جس کے پاس جنت ماویٰ ہے''

اتنا قرب حاصل ہوا،

"ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى"۔ (النجم: ۸-۹)

''پھر قریب ہوا اور بھی قریب پھر فاصلہ دو کمان کے برابر تھا یا اس سے بھی کم''

اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کو ایسا معراج عطا فرمایا!

عالمی دعوت

سابقہ انبیا کی دعوت علاقائی تھی، یا اس قوم کو تھی، اللہ کے حبیب ﷺ کی دعوت عالمی دعوت تھی، پوری انسانیت کو خطاب کر کے فرمایا:

"يَاأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ"۔ (سورۃ البقرۃ:۲۱)

''اے لوگو! عبادت کرو اپنے رب کی جس نے تمہیں پیدا کیا اور تم سے پہلے والوں کو تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ''،

جہانوں کے لئے رحمت

سابقہ انبیا محدود حلقے تک باعثِ رحمت تھے اور ہمارے آقا اور سردار حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ یہ تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

"وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ"۔ (الانبیاء:۱۰۷)

''ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا''

تمام انسانوں کے لئے ہادی

سابقہ انبیا کو فقط اپنی قوم کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا، ان کے لئے فرمان تھا:

﴿وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾...(الرعد:۷)

''ہر قوم کے لئے ایک ہدایت بتلانے والا ہوتا ہے''

مگر اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کو فرمایا:

﴿لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾... (الفرقان:۱)

''تاکہ آپ جہانوں والوں کے ڈرانے والے بن جائیں''

پھر فرمایا:

﴿كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا﴾

''جتنے بھی انسان ہیں سب کے لئے آپ بشیر اور نذیر بن کے آئے''

ظاہری اور باطنی علوم کے حامل

سابقہ انبیا کو اگر شریعت ملی تو ظاہری شریعت ملی، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے واقعے سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے، اللہ رب العزت نے اپنے حبیب کو علمِ ظاہر بھی عطا کیا اور علمِ باطن بھی عطا کیا، شریعت بھی اور طریقت بھی۔

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں نے نبی ﷺ سے دو علوم سیکھے، ایک وہ علم جس کو ظاہر کر دوں تو گلے پہ چھری پھر جائے، تو اللہ کے حبیب ﷺ نے اس امت کو ظاہری علوم بھی پہنچائے اور باطنی علوم بھی پہنچائے۔

تمام نمازوں کے جامع

سابقہ انبیاء علیہم السلام کو ایک ایک نماز ملی؛ آدم علیہ السلام کو فجر کی نماز ملی، ابراہیم علیہ السلام کو ظہر کی نماز ملی، عزیر علیہ السلام کو عصر کی نماز ملی، داؤد علیہ السلام کو مغرب کی نماز ملی، جب کہ اللہ کے حبیب ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں عطا فرما دیں، چار نمازیں سابقہ انبیاء والی اور عشاء ان سے زائد بھی عطا فرمائی۔

پوری زمین مصلیٰ

سابقہ انبیاء علیہم السلام کے لئے خاص جگہیں ہوتی تھیں جو مصلیٰ بنتی تھیں، چنانچہ خصائل کبریٰ کی روایت ہے:

﴿ولم یکن احد من الانبیاء یصلی حتی یبلغ محرابا﴾

”کوئی بھی نبی جب تک وہ اپنے مصلے کی جگہ تک نہیں پہنچتے تھے نماز نہیں پڑھتے تھے“

لیکن اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کے لئے پوری زمین کو مصلیٰ بنا دیا، بخاری شریف کی روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿جعلت لی الارض مسجدا وطھورا﴾

اللہ تعالیٰ نے میرے لئے اپنی زمین کو پاک بھی بنا دیا اور میرے لیے اس کو مصلیٰ اور مسجد بھی بنا دیا۔

اول و آخر کے علوم کے حامل

سابقہ انبیاء کا علم مخصوص تھا، آدم علیہ السلام کو علم الاسماء ملا، یوسف علیہ السلام کو تعبیر الرؤیا ملی، سلیمان علیہ السلام کو منطق الطیر، عیسیٰ علیہ السلام کو حکمت، اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں خصائصِ کبریٰ میں لکھا ہے:

﴿اوتیت علم الاولین والاخرین﴾ ''مجھے اول و آخر کے تمام علوم عطا کیے گئے''

ختم نبوت کے حامل

سابقہ انبیاء علیہم السلام کو فقط نبوت ملی اور ہمارے نبی ﷺ کو ختم نبوت ملی، چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ ...(الاحزاب:۴۰)

''ولیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں''

خاتم النبیین بھی اللہ رب العزت نے آپ کو بنایا۔

انبیاء علیہم السلام کے نبی

سابقہ انبیاء علیہم السلام عوام کے نبی اور ہمارے آقا ﷺ عوام کے بھی نبی اور انبیاء علیہم السلام کے بھی نبی بنے۔

﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ﴾ (آل عمران:۸۱)

''اور جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے وعدہ لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کروں گا، پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے''

یعنی نبی ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سب انبیاء سے عہد لیا کہ جب میرے محبوب ﷺ آئیں گے تو تم ان کی تصدیق کرنا۔

امام الانبیاء بنے

سابقہ انبیاء علیہم السلام عابد تھے اور ہمارے آقا ﷺ امام العابدین تھے۔ چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، نسائی شریف کی روایت ہے:

''ثم دخلت بيت المقدس جمع لي الانبياء فقدمني جبرئيل حتى امهت''۔

''پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا، سارے انبیاء موجود تھے۔ مجھے جبرئیل علیہ السلام نے آگے بڑھایا اور میں نے ان تمام انبیا کی امامت فرمائی''

ازل سے نبی تھے

سابقہ انبیاء علیہم السلام پیدائش کے بعد نبی بنے لیکن آقا ﷺ دنیا میں تشریف لانے سے پہلے ہی نبوت سے سرفراز تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿كنت نبيا وادم بين الروح والجسد﴾

''میں اس وقت بھی نبی تھا جب ابھی آدم علیہ السلام روح اور مٹی کی حالت میں تھے''

سابقہ انبیاء علیہم السلام کی نبوت حادث تھی لیکن نبی ﷺ کی نبوت قدیم، چنانچہ حاکم کی روایت ہے، ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

"متی وجبت لك النبوة؟"

"اے اللہ کے حبیب ﷺ آپ کو نبوت کب ملی؟"

﴿قال بين خلق آدم نحو نفخ الروح فيه﴾

"کہ جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اور ان میں روح ڈالی گئی تھی مجھے اس سے پہلے بھی نبوت ملی ہوئی تھی،

سببِ تخلیقِ کائنات

سابقہ انبیاء علیہم السلام کائنات کے لئے دنیا میں تشریف لائے جبکہ اللہ کے حبیب ﷺ سببِ تخلیقِ کائنات بن کر تشریف لائے، مستدرک کی روایت ہے،

﴿فلولا محمد ما خلقت آدم ولا الجنة ولا النار﴾

"اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو میں آدم کو بھی پیدا نہ کرتا نہ جنت اور جہنم کو"

اول المقربین

سابقہ انبیاء علیہم السلام مقرب تھے اور اللہ کے حبیب ﷺ اول المقربین تھے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے میثاق لیا جس کا تذکرہ تو حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں روحوں سے پوچھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو:

﴿كان محمد ﷺ اول من قال بلى﴾

سب سے پہلے اللہ کے حبیب ﷺ نے بلیٰ کا لفظ استعمال فرمایا،

غلبۂ دین اور حفاظتِ دین

سابقہ انبیاء علیہم السلام کو دین ملا لیکن اللہ کے حبیب ﷺ کو غلبۂ دین بھی نصیب ہوا، چنانچہ انبیائے سابقین نے دین کی دعوت میں اپنی زندگیاں لگائیں، لیکن

پیروکاروں کی محدود جماعت ہی بنی جن کا دین پر عمل اپنی حد تک تھا اور نبی ﷺ کے دین کو اللہ نے غالب فرما دیا اور ایسی ریاست وجود میں آگئی کہ جس میں باقاعدہ طور پر نفاذِ دین ہوا،

﴿هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾... (صف:۹)

''وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ھدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کرے''

اور پھر سابقہ انبیاء علیہم السلام کے دین میں وقت کے ساتھ تحریف ہوتی چلی گئی اور آقا ﷺ کے دین کو اللہ رب العزت خود محفوظ فرما رہے ہیں۔

عملی اور علمی معجزے

☆......سابقہ انبیاء علیہم السلام کو عملی معجزات نصیب ہوئے:

☆......چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا ملا، یدِ بیضا ملا،

☆......عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔

☆......ابراہیم علیہ السلام کے حق میں آگ کو ٹھنڈا فرما دیا گیا تھا،

☆......صالح علیہ السلام کو ناقہ ملی،

☆......یوسف علیہ السلام کی قمیص سے یعقوب علیہ السلام کی بینائی واپس لوٹ آئی،

تو ان انبیاء علیہم السلام کے معجزات عملی معجزات تھے۔ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کو عملی معجزات بھی دیئے اور علمی معجزات بھی دیئے، عملی معجزے کی مثال جیسے:

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾... (القمر:۱)

''چاند دو ٹکڑے ہو گیا''

دیکھو عملی ظاہری حسی معجزہ ملا،

اور علمی معجزہ، قرآن مجید، یہ بھی نبی ﷺ کا معجزہ ہے کہ اللہ رب العزت نے آپ کو عطا فرمایا:

اسی لئے سابقہ انبیاء علیہم السلام کے معجزے ختم ہو گئے اور اللہ کے حبیب کے معجزے ابھی تک باقی ہیں۔ قرآن مجید،

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (سورۃ الحجر: ۹)

چنانچہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کو اللہ نے کتاب عطا فرمائی، تو آقا ﷺ کو جامع کتاب عطا فرمائی، چنانچہ فرمایا:

"کان الکتاب الاول ینزل من باب واحد علی حرف واحد ونزل القرآن من سبعة ابواب وسبعة احرف"۔

''پہلی کتابیں ایک باب اور ایک زبان میں نازل ہوئی تھیں جبکہ قرآن سات ابواب اور سات زبانوں میں اترا''

سابقہ انبیاء علیہم السلام کے معجزوں کو قوم نے جھکایا، آقا ﷺ کے معجزے نے پورے عالم کو جھکایا:

"قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا"۔ (سورۃ الاسراء: ۸۸)

''کہہ دیجئے کہ اگر انسان اور جن اس بات پر اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن جیسی کوئی چیز لے آئیں تو اس کی مثل نہیں لے سکتے اگرچہ کہ ایک دوسرے کے مددگار ہو جائیں''

پورے انسانوں کو دعوت دی گئی کہ اگر تم اس کے مقابلے میں اگر کچھ لا سکتے ہو تو لا کے دکھاؤ تم کبھی بھی نہیں لا سکو گے،

متبوع الانبیاء

چنانچہ سابقہ انبیاء علیہم السلام دنیا میں آئے تو قوم نے ان کی اتباع کی اور نبی ﷺ

دنیا میں تشریف لائے تو انبیاء نے ان کی اتباع کی، چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام جب دنیا میں تشریف لائیں گے تو نبی ﷺ کی شریعت کی پیروی کرنے والے ہوں گے،

تو آقا ﷺ متبوع الانبیاء کہلائے، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

﴿لو کان موسیٰ حیا ما وسعہ الا اتباعی﴾

''اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری اتباع کے سوا ان کے پاس کوئی چارہ نہ ہوتا''

شفاعتِ کبریٰ کے حامل

چنانچہ سابقہ انبیاء علیہم السلام قیامت کے دن کہیں گے لست لھا لست لھا جیسے انسان نفسی نفسی کہتا ہے کہ میں ان لوگوں کے کام نہیں آسکتا، لیکن نبی ﷺ اس دن فرمائیں گے: انا لھا انا لھا اور آپ امتی امتی فرمائیں گے،

چنانچہ سابقہ انبیاء علیہم السلام قیامت کے دن شفاعتِ صغریٰ فرمائیں گے، ایک محدود شفاعت، اور آقا ﷺ کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن شفاعتِ کبریٰ عطا فرمائیں گے،

﴿یا محمد ارفع رأسك سل تعط واشفع تشفع﴾

''اے محمد ﷺ! سر اٹھایئے! جو آپ کہیں گے، ہم آپ کی مراد کو پورا فرمادیں گے''

نبی علیہ السلام کے معجزات اور انبیائے سابقین کے معجزات کا موازنہ

یہ تو تھا ایک جنرل تذکرہ انبیاء کے مقابلے میں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے کیا شان عطا فرمائی تھی؟ اب ذرا ایک ایک نبی ﷺ کے معجزے کے ساتھ انبیاء کے معجزات کو بھی کمپیئر کرتے چلے جائیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کے معجزات سے موازنہ

☆......حضرت آدم علیہ السلام کی تحیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ:

﴿اسجدوا لآدم﴾

تو انسان محسوس کرتا ہے کہ آدم علیہ السلام کی بڑی شان ہے کہ فرشتوں کو حکم ہوا کہ تم سجدہ کرو، دوسری طرف دیکھیں تو نبی ﷺ کے لئے اللہ نے سب کو حکم دیا کہ:

"إِنَّ اللهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا". (سورۃ الاحزاب: ۵۶)

"بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں
اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود وسلام بھیجا کرو"

تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے حبیب ﷺ پر رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔ درود نازل فرماتے ہیں۔

☆......آدم علیہ السلام کو حجرِ اسود ملا، یہ جنت کا پتھر تھا اور اللہ کے حبیبا کو اللہ تعالیٰ نے (روضۃ من ریاض الجنۃ) جنت کا ایک ٹکڑا ہی عطا فرما دیا،

☆......آدم علیہ السلام کا جو شیطان تھا وہ اپنا کام دکھا گیا کہ جھوٹی قسمیں کھا کر ﴿وقاسمھما﴾ قسمیں کھا کر یقین دلا گیا کہ اس شجر کے پھل کو کھا لو گے تو آپ ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہو گے، چنانچہ انہوں نے پھل کھا لیا تو ان کا شیطان اپنا مکر چلا گیا جبکہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت نے میرے شیطان کو مسلمان بنا دیا،

☆......آدم علیہ السلام کی زوجہ مکرمہ سے بھول ہوگئی لیکن نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات کارِ نبوت میں معین بنیں۔ چنانچہ بیہقی کی روایت ہے:

﴿وکن ازواجی عونا لی﴾

"اللہ نے میری بیویوں کو دین کے کام میں میرا معاون بنا دیا"

حضرت نوح علیہ السلام کے معجزات سے موازنہ

حضرت نوح علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے معجزات عطا فرمائے،

☆......چنانچہ نوح علیہ السلام کو شریعت کی ابتدائی شکل نصیب ہوئی اور نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے شریعت کی انتہائی شکل عطا فرمائی، نوح علیہ السلام کو جب تکلیف پہنچی تو قوم کے لئے بددعا کی، اور اللہ کے حبیب ﷺ نے تکلیف پہنچنے کے باوجود اپنی قوم کے لئے دعا فرمائی:

﴿اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون﴾

☆......نوح علیہ السلام کے زمانے میں پانچ بت تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ان بتوں کو نکال دیں، قوم نے نہیں نکلوایا، اللہ کے حبیب ﷺ کے زمانے میں بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بت تھے۔ آپ نے اللہ کی رحمت سے تمام بتوں کو بیت اللہ سے نکلوا دیا،

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معجزات سے موازنہ

☆......حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں دیکھئے کہ ابراہیم علیہ السلام کو مقامِ ابراہیم عطا ہوا،

﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى﴾ (البقرۃ: ۱۲۵)

''مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ''

یہ دنیا کے اندر ان کو مقام ملا اور نبی ﷺ کو اللہ رب العزت نے مقامِ محمود عطا فرمایا:

﴿عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (الاسراء: ۷۹)

''قریب ہے کہ اللہ آپ کو مقامِ محمود عطا کرے گا''

☆......ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَكَذٰلِكَ نُرِيٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ"۔ (الانعام: ۷۵)

''اور اس طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمین میں نشانیاں دی تاکہ وہ خوب یقین حاصل کرنے والے ہو جائیں''

لیکن جب نبی ﷺ کے بارے میں معاملہ ہوا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى﴾ ...(النجم: ۱۸)

''تحقیق انہوں نے اپنے پروردگار کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں''

ادھر زمین اور آسمان کی نشانیاں دکھائیں، یہاں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہیں اپنے رب کی نشانیاں دکھائی گئیں،

☆......ابراہیم علیہ السلام کو آگ نہیں جلا سکی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ﴾ (الانبیاء: ۶۹)

''ہم نے حکم دیا اے آگ ٹھنڈی ہو جا ابراہیم پر اور سلامتی والی بن جا''

ادھر نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی آگ نہیں جلا سکی، چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿الحمد لله الذی جعل فی امتنا مثل ابراهيم خليل﴾

''تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے ہماری امت میں ابراہیم خلیل علیہ السلام کی مثال بنادی''

☆......ابراہیم علیہ السلام کو محشر میں اللہ رب العزت جنتی پوشاک پہنائیں گے اور نبی ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ جنتی پوشاک پہنائیں گے،

﴿ثم يقوم عن يمين الله مقاما يغبط الناس الاولون والاخرون﴾

''پھر وہ اللہ کے پاس ایسے مقام پر ہوں گے کہ اگلے پچھلے

سارے رشک کریں گے''

اللہ رب العزت قیامت کے دن محبوب کو ایسی جگہ کھڑا کریں گے کہ اگلے پچھلے سب ان پر رشک کر رہے ہوں گے،

☆......اللہ رب العزت نے اولادِ ابراہیم علیہ السلام کے لئے زم زم کا پانی جاری فرمادیا اور نبی ﷺ کا معاملہ دیکھئے کہ اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کی مبارک زبان سے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے لئے پانی جاری فرمادیا۔

☆......ابراہیم علیہ السلام کے لئے اللہ نے مکہ کو بسایا جو حرم بنا اور نبی ﷺ کے لئے اللہ نے مدینہ طیبہ کو بسایا، وہ بھی حرم بنا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے معجزات سے موازنہ

اب حضرت یوسف علیہ السلام کی خصوصیات کو ذرا دیکھئے:

☆......حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ نے حسین بنایا، اپنے حبیب ﷺ کو اللہ نے ملیح بنایا۔

☆...... یوسف علیہ السلام کی قمیص سے یعقوب علیہ السلام کی بینائی لوٹ آئی اور نبی ﷺ نے ایک صحابی کی نکلی ہوئی آنکھ کو دوبارہ اس کی جگہ پر رکھ دیا، وہ صحابی کہتے ہیں کہ میری بینائی پہلے والی آنکھ سے بھی زیادہ بڑھ گئی،

☆...... یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر مصر کی عورتوں نے انگلیاں کاٹی تھیں، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر یہ عورتیں میرے آقا ﷺ کی پیشانی کے نور کو دیکھ لیتیں تو یہ اپنے دل کے ٹکڑے کر دیتیں۔

☆...... یوسف علیہ السلام کی برأت کی گواہی ایک بچے نے دی تھی اور نبی ﷺ کی زوجہ مطہرہ کی برأت کی گواہی اللہ رب العزت نے خود قرآن مجید میں فرمائی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے موازنہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو دیکھئے:

☆......اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کوہ طور پر ہم کلامی فرمائی اور اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کے ساتھ سدرۃ المنتہیٰ پر ہم کلامی فرمائی۔

﴿فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ﴾ ...(النجم:۱۰)

''پھر ہم نے اپنے بندے کی طرف القا کیا جو کچھ القا کیا''

☆......موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے چشمے پھوٹے اور نبی ﷺ کی مبارک انگلیوں سے اللہ نے پانی کو جاری فرما دیا۔

☆......موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ اے اللہ! میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں تو جواب میں فرمایا:

﴿لَن تَرَانِي﴾...(سورۃ الاعراف:۱۴۳)

''اے میرے پیارے موسیٰ! تم مجھے نہیں دیکھ سکتے''

اور نبی ﷺ کو اللہ نے معراج پر اپنا دیدار عطا فرمایا، چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ فرماتے ہیں:

﴿رای مرۃ ببصرہ ومرۃ بفؤادہ﴾

''ظاہری آنکھ سے بھی دیکھا اور دل کی آنکھ سے بھی''

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ رب العزت کو دل کی آنکھ سے بھی دیکھا اور ظاہری آنکھ سے بھی دیدار کیا۔

☆......موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کلام سے مشرف فرمایا اور نبی ﷺ کو اللہ نے کلام سے اور دیدار سے دونوں سے مشرف فرمایا:

"ان الله اصطفى ابراهيم بالخلة واصطفى موسى بالكلام واصطفى محمدا برؤية"۔

''اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو دوستی کے لئے چنا، موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلامی کے لئے اور نبی ﷺ کو اپنے دیدار کے لئے''

اللہ رب العزت نے ان کو اپنا دیدار عطا فرمایا۔

☆ ...... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اور ان کے صحابہ نے دریائے نیل کو عبور کر لیا اور اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کے اصحاب کو ان کے گھوڑوں سمیت دجلہ کے دریا سے عبور کروا دیا۔

☆ ...... موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے فلسطین کی زمین عطا فرمائی اور اپنے حبیب ﷺ کے بارے میں اللہ نے کیا معاملہ فرمایا؟ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿اوتیت مفاتیح خزائن الارض﴾

''اللہ نے زمین کے سب خزانوں کی کنجیاں مجھے عطا فرما دیں''

☆ ...... موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کا ظاہری مقابل لایا گیا، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے عصا پھینکا جو اژدھا بن گیا، اب ظاہری طور پر جادوگروں نے اس کے مقابلے میں رسیاں پھینکیں، وہ بھی سانپ بن گئے، تو ظاہری طور پر کچھ تو مقابلے میں لایا گیا، لیکن نبی ﷺ کو اللہ نے قرآن مجید کا جو معجزہ دیا، اس کے مقابلے میں آج تک کفار کوئی ایک سورت بھی پیش نہ کر سکے، چند آیتیں بھی پیش نہ کر سکے، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی:

﴿رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ﴾ ... (طٰہٰ:۲۵)

''اے اللہ! میرے سینے کو کھول دیجئے''

اور اللہ کے حبیب ﷺ کی شان دیکھئے کہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾ ... (الم نشرح:۱)

''کہ میرے حبیب کیا ہم آپ کو شرح صدر نہیں عطا فرما دیا''

☆ ...... موسیٰ علیہ السلام اللہ سے ملاقات کے لئے گئے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ﴾ ... (الاعراف: ۱۴۳)

کہ جب موسیٰ ہماری ملاقات کے لئے آئے،

اور اپنے حبیب ﷺ کے لئے اللہ فرماتے ہیں:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ﴾ (الاسراء:۱)

تو معلوم ہوا کہ جو کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزات ملے تھے اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمائے تھے۔

یوشع بن نون علیہ السلام کے معجزات سے موازنہ

یوشع بن نون علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے آفتاب کی حرکت کو روک دیا تھا اور حدیث پاک میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کام میں مصروف تھے، سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا تھا، اللہ کے حبیب ﷺ نے دعا کی تو سورج پیچھے کی طرف لوٹا،

﴿وردت علیه الشمس حتی صلی﴾

حتی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی عصر کی نماز کو ادا فرما لیا،

یوشع علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے سورج کے حرکت کے دو ٹکڑے کئے اور نبی ﷺ کے لئے اللہ نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے، تو جو ان کو نصیب ہوا اللہ نے اس سے بہتر حبیب ﷺ کو عطا فرما دیا،

حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزات سے موازنہ

حضرت سلیمان علیہ السلام کی مثالیں دیکھئے:

☆......اللہ رب العزت نے ان کو ایک انگوٹھی دی تھی جس سے ان کو جنوں کی تسخیر حاصل ہو گئی تھی اور نبی ﷺ کو اللہ نے مہرِ نبوت دی جس سے آپ کو دلوں کی تسخیر حاصل ہو گئی، دلوں کو اللہ نے مسخر فرما دیا۔

☆......سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے منطق الطیر (پرندوں کی بولی کا علم) دیا، پرندوں نے سلیمان علیہ السلام سے بات کی، اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معاملہ دیکھئے کہ نبی ﷺ سے اونٹ نے گفتگو کی، بکری نے کی، چڑیا نے کی، گدھے نے کی، ہرنی نے کی، احادیث میں یہ تمام واقعات موجود ہیں۔

☆......سلیمان علیہ السلام کے وزیر زمین تک محدود تھے۔ آقا ﷺ نے فرمایا کہ میرے دو وزیر زمین میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما اور دو وزیر آسمانوں میں ہیں۔ اللہ نے میکائیل اور جبرئیل علیہما السلام کو میرا وہاں پر وزیر بنادیا،

☆......سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو بات سمجھائی تو بات سمجھ آگئی، نبی ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک بھیڑیا آیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھیڑیے کو بات سمجھائی، وہ بھیڑیا بات کو سمجھ کر واپس چلا گیا،

☆......سلیمان علیہ السلام نے مانگ کر ملک لیا تھا،

﴿قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾... (ص:۳۵)

"کہا: اے میرے رب! مجھے معاف فرما اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما کہ بعد میں کسی کو ایسی نہ ملے بے شک تو بڑا عنایت کرنے والا ہے"

اللہ کے حبیب ﷺ کو اللہ نے بن مانگے ملک عطا فرمادیا تھا، چنانچہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿سیبلغ ملك امتی ماروی منہا﴾

"اللہ تعالیٰ نے اتنا ملک میری امت کو عطا فرمایا اور وہ مجھے دکھا بھی دیا"

☆......سلیمان علیہ السلام کے لئے اللہ نے ہوا کو مسخر کیا جو انہیں لے کر جاتی تھی اور اللہ نے حبیب ﷺ کے لئے براق کو مسخر کیا جو پلک جھپکنے میں آپ کو حرم سے لے کر بیت المقدس تک پہنچادیتی تھی۔

تو معلوم ہوا کہ جو کچھ سلیمان علیہ السلام کو ملا اللہ نے اس سے بہتر اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمایا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے موازنہ

اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثالیں دیکھئے:

☆......عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے احیائے موتٰی کا معجزہ عطا فرمایا، وہ مردوں کو تھوڑی دیر کے لئے زندہ کر دیا کرتے تھے اور اللہ نے اپنے حبیبا واحیائے قلوب کا معجزہ عطا فرمایا، کافر آتے تھے ایک نظر ان کے اوپر پڑتی تھی ان کے دل زندہ ہو جاتے تھے۔ کافر آتے تھے۔ اللہ کے فضل سے کلمہ پڑھ کر مسلمان بن کر واپس جاتے تھے۔

☆......عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر کھانے پینے سے مستغنی فرما دیا وہ آسمان پر ہیں اور کھانے پینے سے مستغنی، اور نبی علیہ السلام کے امتیوں میں سے کچھ ایسے ہوں گے جنہیں اللہ کھانے پینے سے مستغنی فرما دیں گے، چنانچہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب یاجوج ماجوج کا زمانہ ہوگا تو میرے کچھ امتی اپنی جگہ پر چھپے ہوئے ہوں گے، ان کو اللہ تعالیٰ ''سبحان اللہ'' کے ذریعے سے رزق عطا فرمائے گا، یہ سبحان اللہ پڑھا کریں گے ان کی بھوک پیاس مٹ جایا کرے گی،

☆......عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے سے پرندے زندہ ہوتے تھے اور اللہ کے حبیب ﷺ کے ذریعے سے اللہ نے ایک لکڑی کے تنے کو زندہ کر دیا، چنانچہ اسطونہ حنانہ کا واقعہ آج بھی کتابوں کے اندر موجود ہے اور مسجد نبوی میں وہ جگہ مخصوص کی ہوئی ہے جہاں ایک کھجور کا خشک تنا تھا، نبی ﷺ کی جدائی کے اندر اتنا رویا تھا جیسے بچہ اپنے باپ کی جدائی میں رویا کرتا ہے، تو پرندوں کو زندہ کرنا تو ایک آسان کام ہے کہ پہلے بھی زندگی تھی لے لی گئی، اب دوبارہ تھوڑی دیر کے لئے مل گئی، لیکن کھجور کے تنے کا بچوں کی مانند رونا یہ

اور حیرت انگیز ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ جب نبی ﷺ نے اس پر ہاتھ رکھا وہ کھجور کا تنا اس طرح چپ ہوا جیسے ایک بچہ سسکیاں لیتا ہوا، روتا روتا چپ ہو جایا کرتا ہے۔

☆......عیسیٰ علیہ السلام کے محافظ روح القدس تھے اور آقا ﷺ کے محافظ روح القدس کے خالق تھے۔ خود اللہ رب العزت تھے۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ (المائدۃ: ٦٧)

''اے میرے محبوب ﷺ اللہ تعالیٰ ہی آپ کی حفاظت فرمائیں گے''

نبی علیہ السلام تمام انبیاء کے کمالات کے جامع

تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ رب العزت نے وہ تمام کمالات دیئے جو باقی انبیاء علیہم السلام کو عطا فرمائے، شاعر نے کہا:

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارن تو تنہا داری

''یوسف علیہ السلام کا حسن، عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ کرنا، موسیٰ علیہ السلام کا روشن ہاتھ، سب میں یہ خوبیاں اپنی اپنی ہیں مگر تو اکیلا یہ سب خوبیاں رکھتا ہے''

کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کو اللہ نے جو معجزات عطا کئے، کمالات عطا کئے، اے میرے حبیب ﷺ! ہم نے وہ تمام کمالات آپ اکیلے کو عطا فرما دیئے،

روزِ محشر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ امتیاز

یہ تو وہ چیزیں تھیں جو باقی انبیاء علیہم السلام کو بھی ملیں لیکن نبی ﷺ کو ان سے بڑھ کر ملیں، کچھ چیزیں ایسی تھیں جو پہلے انبیاء کو نہ ملیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو امتیازی شان عطا فرمائی، وہ کیا تھی؟

☆......قیامت کا دن ہوگا سب سے پہلے اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کو پکارا

جائے گا، چنانچہ فرمایا:

"فيكون اول من يدعى محمد فذالك قوله تعالىٰ عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا"

''سب سے پہلے جنہیں پکارا جائے گا وہ محمد ﷺ ہوں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: عنقریب تیرا رب تجھے مقام محمود پر کھڑا کرے گا''

☆...... چنانچہ قیامت کے دن ساری مخلوق اللہ کے سامنے کھڑی ہوگی لیکن سب سے پہلے اللہ رب العزت کے سامنے اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ سجدہ فرمائیں گے۔ چنانچہ مسند احمد کی روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:

"انا اول من يؤذن له بالسجود يوم القيمة"۔

(مسند احمد)

''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جب سجدے کا حکم فرمائیں گے تو سب سے پہلے میں ہی سجدہ کروں گا''

یہ شرف بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمایا:

☆......قیامت کے دن سب سے پہلے سجدے سے اللہ کے حبیب ﷺ سر اٹھائیں گے، چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿انا اول من يرفع رأسه فانظروا الى بين يدى﴾

''سب سے پہلے سجدے سے میں ہی پہلے اٹھوں گا''

☆......اور قیامت کے دن آقا ﷺ اول الشافعین والمشفعین ہوں گے۔

چنانچہ ابو نعیم کی روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿انا اول شافع واول مشفع﴾

''میں پہلا سفارش کرنے والا اور سفارش قبول کیا ہوا ہوں گا''

میں قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کروں گا، یہ شفاعت کا حق بھی اللہ تعالیٰ سب سے پہلے اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمائیں گے،

☆......پھر آقا ﷺ نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن سب سے پہلے پل صراط کو عبور کروں گا۔ بخاری شریف کی روایت ہے:

﴿یضرب جسر جهنم واکون اول من یجیز﴾

''جہنم کے اوپر پل صراط بنی ہوگی اور اس پل صراط کو سب سے پہلے (اللہ رب العزت کے اذن سے) میں ہی عبور کرنے والا بنوں گا''

☆......اور قیامت کے دن سب سے پہلے اللہ کے حبیب ﷺ ہی جنت کے دروازے کو کھٹکھٹائیں گے، حدیث پاک میں آیا ہے، ابو نعیم کی روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿انا اول من یقرع باب الجنة﴾

''میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا''

نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے میں جنت کے دروازے پر پہنچوں گا اور جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا کہ اس کو کھول دیا جائے، پھر آقا ﷺ کے لئے جنت کے دروازے کو کھولا جائے گا۔

چنانچہ نبی ﷺ فرماتے ہیں:

﴿انا اول من تفتح له ابواب الجنة﴾ (ابو نعیم)

''میں ہی ہوں گا جس کے لئے قیامت کے دن سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا''

☆......اور پھر اللہ کے حبیب ﷺ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ چنانچہ بیہقی شریف کی روایت ہے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿انا اول من یدخل الجنة یوم القیمة فلا فخر﴾

''میں قیامت کے دن سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا اور

مجھے اس کے اوپر کوئی فخر نہیں ہے"

کتابِ فطرت کے سرورق پر جو نامِ احمد رقم نہ ہوتا

تو ان تمام احادیث اور آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے پہلے انبیاء علیہم السلام کو جتنے معجزے عطا فرمائے، وہ سارے کے سارے معجزے، بہترین شکل میں اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کو بھی عطا فرمائے، اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو ایسے معجزات عطا فرمائے کہ جو پہلے کسی کو عطا نہیں ہوئے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی شان کو بلند فرمایا۔ اور ان کو اللہ نے وہ شان دی جو شان مخلوق میں سے کسی کو حاصل نہیں ہوئی،

نبی آتے رہے آخر میں نبیوں کے امام آئے
وہ دنیا میں خدا کا آخری لے کر پیام آئے
وہ ہیں بے شک بشر لیکن تشہد میں اذانوں میں
جہاں دیکھو خدا کے نام کے بعد ان کا نام آئے

تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام اللہ کے نام کے ساتھ آتا ہے، اللہ نے آپ ﷺ کو وہ شان عطا فرمائی۔ سچ بات تو یہ ہے کہ

کتابِ فطرت کے سرورق پر جو نامِ احمد رقم نہ ہوتا
تو نقشِ ہستی ابھر نہ سکتا وجودِ لوح و قلم نہ ہوتا
زمیں نہ ہوتی فلک نہ ہوتا عرب نہ ہوتا عجم نہ ہوتا
یہ ' ' کن فکاں نہ ہوتی اگر وہ شاہِ امم نہ ہوتا

امتِ محمدیہ میں انبیائے کرام والے تیس اوصاف

اس امت محمدیہ پر اللہ تعالیٰ کی اتنی نعمتیں ہیں کہ ان کو دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے، مفسرین نے لکھا ہے کہ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے تیس صفات ایسی بخشی ہیں

جو انبیاء علیہم السلام کی صفات ہیں۔ یہ تیس (۳۰) صفات گویا تیس انعامات ہیں۔

ان میں سے

☆......دس انعامات وہ دیئے جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو ملے،

☆......دس انعامات وہ دیئے جو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو ملے،

☆......دس انعامات وہ دیئے جو حضرت محمد ﷺ کو ملے،

وہ انعامات ذرا مختصراً ملاحظہ کیجئے، تاکہ اس بات کا احساس ہو کہ اس امت میں سے پیدا ہونا کتنی بڑی نعمت ہے،

حضرت ابراہیم علیہ السلام والے اوصاف

وہ اوصاف جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی ملے اور اس امت کو بھی ملے، وہ یہ ہیں:

(۱)......حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا﴾... (البقرة:۱۳۰)

یہی لفظ اللہ نے اس امت کے لئے بھی استعمال کیا، فرمایا:

﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا﴾ (فاطر:۳۲)

(۲)......حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ﴾... (النحل:۱۲۱)

یہ اجتبیٰ کا لفظ اس امت کے لئے استعمال کیا، فرمایا:

﴿هُوَ اجْتَبٰىكُمْ﴾... (الحج:۷۸)

(۳)......حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾... (البقرة:۱۳۰)

اور اس امت کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ﴾... (الانبياء:۱۰۵)

(۴)......حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَهَدٰىهُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾... (النحل:۱۲۱)

یہ ہدایت کا لفظ اس امت کے لیے بھی استعمال کیا، فرمایا:

﴿وَإِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا﴾... (الحج:۵۴)

(۵)......حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿سَلٰمٌ عَلٰٓى إِبْرٰهِيْمَ﴾... (الصفت:۱۰۹)

اور اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى﴾... (النمل:۵۹)

(۶)......حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى إِبْرٰهِيْمَ﴾...(الانبیاء:۶۹)

اور اس امت کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا﴾

(آل عمران:۱۰۳)

(۷)......حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾... (الصفت:۱۱۱)

اور اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾... (ابراهیم:۳۱)

(۸)......حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَتُبْ عَلَيْنَا﴾... (الاحزاب:۱۲۸)

اور اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ (الاحزاب:۷۳)

(۹)......حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی:

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا﴾... (البقرۃ:۱۲۷)

اور اس امت کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا﴾... (الاحقاف:۱۶)

(۱۰) .....حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ﴾... (الصفت:۱۰۱)

اور اس امت کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ﴾... (یونس:۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام والے اوصاف

اس امت کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام والے دس (۱۰) اوصاف بھی عطا فرمائے:

(۱)......حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی:

﴿رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي﴾... (طٰہٰ:۲۵)

اور اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ﴾... (الزمر:۲۲)

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی:

﴿وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي﴾...(طٰہٰ:۲۶)

اور اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ﴾... (البقرۃ:۱۸۵)

(۳)......حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ﴾... (الصفت:۱۱۴)

اور اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ... (ال عمران:۱۶۴)

(۴)...... حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنا کلام تھا:

﴿إِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ﴾ ... (الشعراء:۶۲)

اور اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ﴾ (النحل:۱۲۸)

(۵)...... حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قَدْ أُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا﴾ ... (یونس:۸۹)

اور اس امت کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ... (الشوریٰ:۲۶)

(۶)...... حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلٰى﴾ ... (طٰہٰ:۶۸)

اور اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

(آل عمران:۱۳۹)

(۷)...... حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ﴾ ... (طٰہٰ:۳۹)

اللہ تعالیٰ نے محبت کا تذکرہ کیا۔

اور اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا﴾ ... (مریم:۹۶)

ود محبت کو کہتے ہیں۔

(۸)......حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَخَفْ إِنَّكَ مِنَ الْآمِنِينَ﴾...(القصص:۳۱)

اور اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ﴾...(الانعام:۸۲)

(۹)......حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قَدْ أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَا﴾...(یونس:۸۹)

اور اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾...(البقرة:۱۸۶)

(۱۰)......حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک دعا مانگی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا:

﴿إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَ لَهُ﴾...(القصص:۱۶)

اور اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا﴾...(الزمر:۵۳)

حبیب کبریا حضرت محمد ﷺ والے اوصاف

دس اوصاف ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمائے، ہو بہو وہی اوصاف اللہ تعالیٰ نے اس امت کو بھی عطا فرمائے۔

(۱)......نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ﴾...(الاحزاب:۳۸)

اور اس امت کے بارے میں فرمایا:

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾...(الحج:۷۸)

(۲)......نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾(الفتح:۲)

اور اس امت کے بارے میں فرمایا:

﴿يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ﴾... (آل عمران: ۳۱)

(۳)...... نبی علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا﴾ (الفتح: ۲)

اور اس امت کے بارے میں فرمایا:

﴿وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي﴾... (المائدہ: ۳)

(۴)...... نبی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا﴾... (الفتح: ۲)

اور اس امت کے بارے میں فرمایا:

﴿وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا﴾... (الحج: ۵۴)

(۵)...... نبی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا﴾... (الفتح: ۳)

اپنی مدد کے بارے میں فرمایا:

﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ﴾... (الروم: ۴۷)

(۶)...... نبی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿وَلَوْلَا أَن ثَبَّتْنَاكَ﴾... (بنی اسرائیل: ۷۴)

ثابت قدم رکھنے کے بارے میں ہے،

اور اس امت کے بارے میں فرمایا:

﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾... (ابراهیم: ۲۷)

(۷)...... نبی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ﴾... (الضحیٰ: ۵)

رضا کے بارے میں، کہ تیرا رب تجھے اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

اوراس امت کے بارے میں فرمایا:

﴿لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ﴾... (الحج:۵۹)

(۸)...... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں فرمایا:

﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾...(الانشراح:۱)

اوراس امت کے بارے میں فرمایا:

﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ﴾ (الانعام:۱۲۵)

(۹)...... اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کو فرماتے ہیں:

﴿وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ﴾... (القلم:۳)

اوراس امت کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ﴾... (التین:۶)

(۱۰)...... گواہی کے بارے میں فرمایا:

﴿وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا﴾... (النساء:۴۱)

اوراس امت کے بارے میں فرمایا:

﴿لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَى النَّاسِ﴾... (البقرۃ:۱۴۳)

اس کے علاوہ ایک گیارہویں بات بھی ملاحظہ کر لیجیے: اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے بارے میں فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰۗىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَي النَّبِيِّ﴾

''بے شک اللہ تعالیٰ اور فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں''

اوراس امت کے بارے میں فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰۗىِٕكَتُهٗ﴾... (الاحزاب:۴۳)

...... اللہ تعالیٰ نے اس امت کو کیا شان بخشی کہ جو اوصاف اپنے انبیا کو دیئے وہی اوصاف اس امت کے اولیاء کو بھی عطا فرما دیئے، یہ اللہ رب العزت کا چناؤ ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس امت میں پیدا فرما دیا، اس پر ہم اللہ رب العزت کا جتنا شکر ادا کریں، کم ہے، ہم تو فقط مال و دولت کو دیکھتے ہیں۔ کبھی اس نعمت پر بھی غور کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ کتنی بڑی نعمت بغیر استحقاق کے عطا فرمائی ہوئی ہے اگر ہم ساری زندگی سجدے میں پڑے رہیں تو ہم اس نعمت کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔

اللہ رب العزت نے اس امت کو جو اتنے انبیاء علیہم السلام کے اوصاف عطا فرمائے، اس کو "اجتبائیت" کہتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے "کسی کو چن لینا" ...... "کسی کو پسند کر لینا" اللہ رب العزت نے گویا اس امتِ بیضا کو چن لیا، پسند فرما لیا۔

دس انبیاء کو دس علوم ملے

اللہ رب العزت نے دس انبیاء علیہم السلام کو دس علوم کے لئے چنا۔

☆ ......حضرت آدم علیہ السلام کو علم الاسماء عطا فرمایا۔

☆ ......حضرت ادریس علیہ السلام کو علمِ قلم عطا فرمایا۔

☆ ......حضرت نوح علیہ السلام کو حلال و حرام کا علم عطا فرمایا۔

☆ ......حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علمِ مناظرہ عطا فرمایا۔

☆ ......حضرت داؤد علیہ السلام کو فصل الخطاب کا علم عطا فرمایا۔

☆ ......حضرت سلیمان علیہ السلام کو علمِ منطق الطیر عطا فرمایا۔

☆ ......حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علمِ مناجات عطا فرمایا۔

☆ ......حضرت یوسف علیہ السلام کو تعبیر الرؤیا کا علم عطا فرمایا۔

☆ ......حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو علمِ حکمت عطا فرمایا۔

☆ ......سیدنا رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے علم الاولین والآخرین عطا فرمایا:

"وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا"۔

نبی اکرم ﷺ کی برکات

اللہ کے حبیب ﷺ کی مبارک زندگی جو سراپا برکت تھی، اور آپ کی ہر ہر چیز میں برکت تھی، اس کے مختصر واقعات ملاحظہ فرمائیں:

وضو کے پانی کی برکات

جب اللہ کے حبیب ﷺ وضو فرماتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے وضو کا پانی زمین پہ نہیں گرنے دیتے تھے۔ بلکہ وہ اسے اپنے ہاتھوں میں لے لیتے تھے اور پھر اسے اپنے چہرے پہ مل لیتے اور باقی جسم پر مل لیتے تھے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے:

"کان النبی ﷺ اذا توضا کادوا یقتتلون علی وضوءہ لفرط حرصھم علی التبرك بما مسه ﷺ ببدنه الشریف وکان من لم یصب من وضوئه یأخذ من بلل ید صاحبه"۔

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمجھتے تھے کہ یہ پانی محبوب ﷺ کے مبارک بدن سے لگ کر آیا ہے، لہٰذا وہ اس کو لینے کے لئے ایک دوسرے سے بڑھ کر کوشش فرماتے تھے۔

لعابِ رسول اللہ ﷺ کی برکات

حدیث پاک میں ہے کہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تھوک پھینکتے تھے تو صحابہ رضی اللہ عنہم اس کو بھی ہاتھوں میں لے لیا کرتے تھے۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ:

"کان النبی ﷺ لا یبصق بصاقا ولا یتنخم نخامة الا تلقوھا، واخذوھا من الھواء، ووقعت فی کف رجل

منهم ،فدلكوا بها وجوههم واجسادهم، ومسحوابها جلودهم واعضاء هم تبركا بها وكان يتفل فى افواه الاطفال ، ويمج ريقه فى الايادى، وكان يمضغ الطعام فيمجه فى فم الشخص، وكان الصحابة يأتون بأطفالهم ليحنكهم النبى ﷺ رجاء البركة"۔

صحابیات رضی اللہ عنہن بھی بچوں کو لے کر آتی تھیں اور نبی علیہ السلام ان بچوں کے منہ میں اپنا لعاب مبارک ڈال دیا کرتے تھے۔ بسا اوقات نبی علیہ السلام نوالہ اپنے منہ میں ڈالتے تھے۔ اسے چباتے تھے اور اسے نکال کر کسی بندے کو کھانے کے لئے دے دیتے تھے۔ اس سے اس بندے کو بھی اس کی برکت حاصل ہو جاتی تھی''

ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت بہت ہی نڈر قسم کی تھی، وہ مردوں سے بات کرنے سے نہیں شرماتی تھی، ایک مرتبہ اس نے دیکھا کہ نبی علیہ السلام کھانا کھا رہے ہیں۔ وہ قریب آ کر کہتی ہے اکیلے اکیلے کھا رہے ہیں اور ہمیں پوچھتے ہی نہیں۔ اس وقت نبی علیہ السلام کے سامنے جو روٹی تھی اس کا ٹکڑا پیش کیا اور فرمایا کہ تم بھی روٹی کھالو، وہ کہنے لگی: جی! نہیں۔ میں یہ نہیں کھاؤں گی، آپ جو لقمہ چبا رہے ہیں، میں اسے کھاؤں گی، چنانچہ اللہ کے نبی ﷺ نے اس کو وہ لقمہ دیا جو آپ ﷺ چبا رہے تھے۔ اس لقمہ کو کھانے کے بعد اس عورت پر حیا اتنی غالب آئی کہ اتنی حیا دوسری عورتوں میں نظر نہیں آتی تھی، اس لئے کہ وہ اللہ کے حبیب ﷺ کا لقمہ تھا۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک خون کی برکات

نبی علیہ السلام کے مبارک خون کی برکت دیکھئے:

عبدالله بن زبير رضی اللہ عنہ انه اتى النبى ﷺ وهو يحتجم، فلما فرغ قال: ياعبدالله اذهب بهذا الدم فاهرقه حيث

لا یراك احد فشربه، فلما رجع، قال: یا عبد الله اذهب بهذا الدم فاهرقه حیث لا یراك احد فشربه، فلما رجع، قال: یا عبد الله ما صنعت؟ قال: جعلته فی اخفی مکان علمت انه مخفی عن الناس، قال: لعلك شربته؟ قلت: نعم قال: ویل للناس منك، وویل لك من الناس، فکانوا یرون ان القوة التی به من ذالك الدم، وفی روایة ان النبی ﷺ قال له (من خالط دمه دمی لم تمسه النار)"

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پچھنے لگوا رہے تھے۔ اس سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک بدن سے خون نکلا۔ جب آپ ﷺ پچھنے لگوا کر فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عبداللہ! اس خون کو لے جاؤ اور کسی ایسی پوشیدہ جگہ میں ڈال دو جہاں سے کوئی بندہ اسے دیکھ نہ سکے، وہ لے کر گئے اور جا کر انہوں نے اس خون کو پی لیا۔ جب وہ لوٹ کر واپس آئے تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا: اے عبداللہ! تو نے اس خون کا کیا کیا؟ کہنے لگے: اے اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام! میں نے اسے ایسی مخفی جگہ پر ڈال دیا ہے کہ کسی کو اس کا پتہ ہی نہیں چلے گا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: لگتا ہے کہ تو نے اس کو پی لیا ہے، میں نے عرض کیا: جی ہاں، اللہ کے حبیب ﷺ نے فرمایا: بس! اب انسانوں کی مصیبت تیری وجہ سے اور تیری مصیبت انسانوں کی وجہ سے۔ (اصل میں ان کی موت لڑائی کے دوران آنی تھی۔ کچھ لوگوں کو انہوں نے قتل کرنا تھا اور کچھ لوگوں نے ان کو شہید کرنا تھا۔ یہاں اس طرف اشارہ فرمایا) اب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے اندر عام لوگوں کی نسبت جو بہت زیادہ طاقت آ گئی تھی۔ وہ اسی خون کی برکت تھی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ

نبی علیہ السلام نے ان کو فرمایا: میرا خون جس کے خون کے ساتھ مل گیا اس کو جہنم کی آگ نہیں جلا سکتی۔

موئے مبارک کی برکات

نبی علیہ السلام کے موئے مبارک کی برکات بھی عجیب ہیں۔ایک روایت میں ہے:

کان النبی ﷺ یوزع شعرہ بین الصحابة عند مایحلق رأسه الشریف،وکان الصحابة رضی اللہ عنہم یحرصون علی ان یحصلوا شیئا من شعرہ ﷺ ویحافظون علی مایصل الی ایدیهم منه للتبرك به"۔

''جب نبی علیہ السلام حلق کرواتے تھے تو پھر آپ ﷺ اپنے موئے مبارک کو صحابہ میں تقسیم فرمادیا کرتے تھے۔اور وہ صحابہ رضی اللہ عنہم اس بات پر حریص ہوتے تھے کہ انہیں نبی علیہ السلام کے موئے مبارک مل جائیں، وہ پھر ان کی حفاظت کیا کرتے تھے اور ان سے برکت بھی حاصل کیا کرتے تھے''

حجۃ الوداع کے موقع پر جب نبی علیہ السلام نے حلق کروایا تو آپ ﷺ نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: میرے یہ بال صحابہ میں تقسیم کردو، چنانچہ کسی صحابی کو ایک بال ملا اور کسی کو دو ملے۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھی وہ بال ملے انہوں نے ان کے ساتھ کیا کیا؟ انہوں نے ان بالوں کو اپنی ٹوپی کے اندر سی لیا تھا، وہ فرماتے ہیں: یہ ٹوپی کر کے میں جب بھی جہاد میں جاتا تھا اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ فتح عطا فرمادیتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ یرموک کے دن ان کی وہ ٹوپی گم ہوگئی، جب انہوں نے اپنی ٹوپی ڈھونڈی تو وہ انہیں مل گئی اور انہوں نے کہا: آپ ﷺ کا حلق ہور ہا تھا

جب آپ ﷺ کی پیشانی کے قریب کے بال اترے تو میں نے آگے بڑھ کر تبرک کے طور پر لے لئے۔ لہٰذا اب ان کو اپنے پاس رکھنے سے اللہ کی برکت اور رحمت میرے ساتھ شامل ہو جاتی ہے۔

بچے ہوئے پانی اور کھانے کی برکات

اللہ کے حبیب ﷺ کے بچے ہوئے کھانے کی برکات کے بارے میں دیکھئے:

آپ ﷺ کا بچا ہوا پانی پینے میں اور آپ ﷺ کا بچا ہوا کھانا لے کر کھانے میں صحابہ رضوان اللہ عنہم ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب آپ ﷺ پانی پیتے تو بچا ہوا پانی اپنی دائیں طرف والے صحابی کو دے دیتے تھے۔ ایک موقع پر بائیں طرف بڑے حضرات بیٹھے تھے اور دائیں طرف ایک بچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر اس وقت کیا ہوا؟

فعن سهل بن سعد رضی اللہ عنہ ان رسول الله اتى بشراب فشرب منه وعن يمينه غلام، وعن يساره الاشياخ، فقال للغلام اتأذن لى ان اعطى هؤلاء؟ فقال الغلام وهو ابن عباس رضی اللہ عنہ والله يا رسول الله لا أوثر بنصيبى منك احدا، فتله رسول الله ﷺ فى يده".

"سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے حبیب ﷺ نے پانی پیا، اس وقت آپ ﷺ کی دائیں طرف ایک لڑکا بیٹھا ہوا تھا اور بائیں طرف شیوخ تھے۔ نبی ﷺ نے اس لڑکے سے کہا: ...... کیا آپ کی طرف سے اجازت ہے کہ میں یہ پانی ان بڑے لوگوں کو دے دوں؟ لڑکے نے کہا: ...... وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تھے، اے اللہ کے

حبیب! اللہ کی قسم! آپ کی بچی ہوئی چیز کے معاملے میں میں اپنے اوپر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ بچا ہوا پانی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو پکڑا دیا"

ایک اور بات بھی ملاحظہ کیجئے:

وعن عميرة بنت مسعود رضي الله عنها انها دخلت على النبي ﷺ هي واخواتها يبايعنه، وهن خمس، فوجدته ياكل قديدة فمضغ لهن قديدة ثم ناولني القديدة، فمضغتها كل واحدة قطعة قطعة، فلقين الله وما وجد لافوههن خلوف"۔

"عمیرہ بنت مسعود رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ وہ اور ان کی بہنیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیعت کرنے کے لئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ وہ پانچ تھیں، انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خشک گوشت کھاتے ہوئے پایا، وہ خشک گوشت جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام چبا رہے تھے وہ آپ ﷺ نے ان کو دے دیا، وہ کہتی ہیں کہ ہم سب نے وہ تھوڑا تھوڑا کھالیا، وہ بوڑھی ہو کر فوت ہو گئیں مگر ان کے منہ سے کبھی بدبو نہیں آیا کرتی تھی"

ناخن مبارک کی برکات

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ناخن مبارک میں بھی برکت ہوتی تھی۔ ایک روایت میں ہے:

"ثبت انه ﷺ قلم اظافره وقسمها بين الناس للتبرك بها"۔

"نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ناخن مبارک کاٹتے تھے اور پھر ان کو لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے تاکہ ان کو برکت حاصل ہو جائے"

لباس مبارک کی برکات

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک لباس کے اندر بھی برکت تھی، ایک روایت میں ہے:

"ان الصحابة رضی اللہ عنہم کانوا یحرصون علی اقتناء ملابسه واوانیه للتبرك بها والاستشفاء"۔

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے استعمال والے کپڑوں سے اور برتنوں سے برکت حاصل کرنے میں اور شفا حاصل کرنے میں حریص ہوتے تھے''

چنانچہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کہتی ہیں:

انها اخرجت جبة طيالسة وقالت : ان رسول الله ﷺ یلبسها فنحن نغلسلها للمرضی یستشفی بها"

''ان کے پاس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک جبہ تھا، انہوں نے وہ نکالا اور فرمانے لگیں: نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ جبہ پہنا تھا، ہم اس کپڑے کو پانی میں ڈبو دیتیں ہیں اور وہ پانی مریضوں کو پلاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ مریضوں کو شفاء عطا فرما دیتے ہیں''

لمسِ نبوی ﷺ کی برکات

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جس چیز کو چھو لیتے تھے اس چیز میں بھی برکت آجاتی تھی۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ کر لیجیے:

☆......سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی آزادی کے لئے ان کے مالک نے یہ شرط رکھی کہ تم اس وقت تک آزاد نہیں ہو سکتے جب تک تمہاری لگائی ہوئی تین سو کھجوریں پھل نہیں دیں گی، اور جب تک تم چالیس اوقیہ سونا نہیں دو گے، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ

شرط نبی علیہ السلام کو آ کر بتائی، نبی علیہ السلام نے فرمایا: وہ جو شرط لگاتا ہے طے کرلو، چنانچہ وہ طے کر کے آ گئے اور نبی علیہ السلام کو بتا دیا۔

اس کے بعد ایک آدمی نبی علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور اس نے سونے کا ایک ٹکڑا نبی علیہ السلام کو پیش کیا، نبی علیہ السلام نے وہ ٹکڑا لے کر سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو دے دیا اور فرمایا: سلمان! جاؤ اور یہ اپنے مالک کو دے دو اور اس کو کہو کہ وہ اسے تول لے، چنانچہ وہ سونے کا ٹکڑا لے کر گئے اور یہودی مالک کو دیا، وہ دیکھنے میں چھوٹا تھا مگر جب وزن کیا تو پورا چالیس اوقیہ تھا، یہودی نے دو تین دفعہ اس کا وزن کیا، پھر وہ مطمئن ہو گیا کہ اس کا وزن تو پورا ہے۔

پھر اس کے دل کو اس بات سے تسلی ہوئی کہ ابھی تو تین سو کھجوریں لگیں گی، پھر پھل دیں گی، اور کھجوریں تو پھل دینے میں بھی کئی سال لگا دیتی ہیں۔ اس لئے کئی سال تک تو اِدھر اُدھر کہیں نہیں جا سکتا،

نبی علیہ السلام نے فرمایا: تو پودے [illegible] کہنا، میں آ کر ان کو لگاؤں گا، چنانچہ آپ ﷺ نے کھجوروں کے تین سو میں سے دو سو ننانوے پودے لگا[illegible]، اور ان سب پودوں نے اسی سال پھل دینا شروع کر دیا، ایک پودے نے پھل نہ دیا، اس کے بارے میں پتہ چلا کہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے وہ پودا خود براہِ راست لگا دیا، پھر آپ ﷺ نے ایک پودا اور لگایا اور پورے تین سو پودوں نے پھل دے دیا۔

☆......ایک صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں گیا، ان کے ہاں کھانا کھایا۔ اس کے بعد ان کی باندی میرے لئے ایک تولیہ لے کر آئی، وہ تولیہ ذرا میلا سا تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جب وہ تولیہ دیکھا تو انہوں نے اس کو ڈانٹا اور کہا: اتنا میلا تولیہ لے کر آئی ہے؟ وہ کہنے لگی: جی آپ تھوڑی دیر انتظار کریں، میں ابھی آتی ہوں، تنور جل رہا تھا، وہ بھاگ کر گئی اور اس نے جا کر وہ تولیہ تنور کے اندر ڈال دیا، جب تھوڑی دیر کے بعد اس تولیہ کو تنور سے نکالا تو وہ بالکل صاف ستھرا

تھا، چنانچہ وہ گرم گرم تولیہ میرے پاس لائی اور کہنے لگی: جی! اب آپ اپنے ہاتھ صاف کرلیں، میں نے ہاتھ صاف کر لئے اور ساتھ یہ بھی پوچھا مجھے بتاؤ کہ یہ کیا معاملہ ہے؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا: ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے گھر دعوت پر تشریف لائے تھے۔ میں نے اس وقت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہی تولیہ پیش کیا تھا۔ جب سے اللہ کے حبیب ﷺ نے اس تولیے سے ہاتھ صاف فرمائے، آگ نے اس تولیے کو جلانا چھوڑ دیا، چنانچہ جب یہ میلا ہوجاتا ہے تو ہم اسے آگ میں ڈال دیتے ہیں۔ آگ میل کچیل تو کھالیتی ہے اور صاف ستھرا تولیہ ہم باہر نکال لیتے ہیں۔

☆...... ایک مرتبہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا روٹیاں پکا رہی تھیں، اسی وقت اللہ کے حبیب ﷺ تشریف لے آئے آپ ﷺ نے فرمایا: فاطمہ! میں بھی روٹی لگاؤں گا، انہوں نے کہا: جی! لگائیں، چنانچہ اللہ کے حبیبا نے روٹی لگائی، اب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حیران ہیں کہ سب روٹیاں پک گئی ہیں اور ایک روٹی ایسی ہے جو پکتی ہی نہیں۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی ﷺ ایک روٹی نہیں پک رہی، آپ ﷺ نے فرمایا: چونکہ اس آٹے کو میرا ہاتھ لگ چکا ہے اس لئے آگ اس کے اوپر اثر ہی نہیں کرسکتی۔

☆...... ایک روایت میں ہے:

"کان یؤتی الیہ ﷺ بالمرضی واصحاب العاھات والمجانین فیمسح علیھم بیدہ الشریفۃ ﷺ فیزول مابھم من مرض وجنون وعاھۃ"۔

"نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس کئی آسیب زدہ اور پاگل لوگوں کو لایا جاتا تھا، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کو اپنے ہاتھوں سے مس کردیتے تھے۔ اس سے ان کا مرض، پاگل پن اور آسیب کا اثر جاتا رہتا تھا"

☆ ......ایک صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام میرے گھر میں تشریف لائے، آپ ﷺ نے ایک مصلے پر نماز پڑھی، اس کے بعد میں اس مصلے پر نماز پڑھا کرتا تھا اور برکت حاصل کیا کرتا تھا۔

☆ ......ایک اور صحابی بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی علیہ السلام تشریف لائے اور آپ ﷺ نے میرے بدن کے ایک حصے کو پکڑا...... جیسے بازو سے پکڑ لیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس پکڑ لینے سے میرے جسم کے اس حصے میں برکت آ گئی، حتیٰ کہ اگر کوئی بیمار آدمی آتا تھا اور میں اس کو جسم کے اس حصے سے ٹچ کروا دیتا تھا تو اس کی بیماری دور ہو جاتی تھی، اللہ اکبر کبیرا، جیسے پارس ہوتا ہے کہ وہ پتھر کو بھی سونا بنا دیتا ہے، اسی طرح اللہ کے حبیب ﷺ بھی پارس کی مانند تھے۔ آپ ﷺ سراپا برکت تھے۔

ایک سچے جانشین کی برکات

جس طرح نبی علیہ السلام کے استعمال کی چیزوں میں برکات ہوتی تھیں، بالکل اسی طرح کا معاملہ ان لوگوں کا بھی ہوتا ہے جو نبی علیہ السلام کے سچے جانشین ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ پر مسئلہ خلق قرآن کے بارے میں امتحان آنا تھا، اس سے پہلے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خواب دیکھا، اس کا لبِ لباب یہ تھا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس امتحان میں کامیاب ہو جائیں گے۔ چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آدمی کو بھیجا اور فرمایا کہ یہ خواب امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو بتا دو، جب وہ بشیر آیا تو انہوں نے اس بشارت کی وجہ سے اس کو اپنا جبہ دے دیا۔

جب وہ لوٹ کر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا تو ان کو بتایا: جی! مجھے احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے خوشی میں جبہ دیا ہے اور انہوں نے فرمایا کہ اس میں میرے لئے

بشارت ہے، اس لئے کہ میرا امتحان تو ہوگا مگر میں اس میں کامیاب ہو جاؤں گا، یہ سن کر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

''بہت اچھا! جبہ تم اپنے پاس رکھو۔ اس کو پانی میں بھگو دو۔ ہم اس پانی کو برکت کے لئے نوش کر لیں گے''

چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ پانی نوش فرمایا۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

چوتھا باب

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انقلابی پالیسی اور اس کا مختصر جائزہ

اہلِ عرب کی مثال

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری سے پہلے مکہ مکرمہ کے مشرکین جہالت کی زندگی گزار رہے تھے۔ قتل وغارت، ظلم وستم، جنگ وجدل اور لوٹ مار ان کا شیوہ تھا، بے حسی کی انتہا دیکھئے کہ دوستوں کی محفل میں گوشت کھلانے کے لئے زندہ جانور سے گوشت کاٹ کر پکالیا کرتے تھے۔ ان کو اس سے کوئی غرض نہیں تھی کہ زندہ جانور کے ساتھ کیا بیت رہی ہے، معمولی بات پر جولڑائی شروع ہوتی تھی تو وہ سینکڑوں انسانوں کے مرنے کا سبب بن جاتی تھی، ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' والا قانون تھا، قیصروکسریٰ ان پر حکومت کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ باپ کے مرنے کے بعد ماں کو بھی میراث کے مال کی طرح تقسیم کردینا ان کی عادت تھی، بیوہ کو ذلت ورسوائی کا طوق ڈالنا اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا، یہ ان کے عام سے بات تھی۔

اللہ کے پیارے حبیب ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ان کو دین سکھایا اور ان جانور نما انسانوں کو صحیح معنوں میں انسان بنایا۔

ایک حیرت انگیز انقلاب

ان لوگوں کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علم کے ہیرے اور موتی عطا کئے، وحی کی بارش ہوئی، اور پھر ایسی بہار کا موسم کھلا کہ پوری دنیا نے اس کو دیکھا، آپ ﷺ کی تعلیم پاکر صحابی رضی اللہ عنہم اخلاق کی اعلیٰ قدروں تک پہنچ گئے،

☆...... جو جاہل تھے وہ عالم بنے۔

☆...... جو ظالم تھے وہ عادل بنے۔

☆...... جو غاصب تھے وہ امین بنے۔

☆ ...... جو عزتوں کے لٹیرے تھے وہ عزتوں کے محافظ بنے۔

☆ ...... جو ننگِ انسانیت تھے وہ فخرِ انسانیت بن گئے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو ایسے مکارمِ اخلاق کی تعلیم دی کہ وہ پورا معاشرہ ایک مثالی معاشرہ بن گیا۔ ان کے اندر اللہ رب العزت نے اخوت، الفت، ہمدردی، ایثار، تواضع، سینہ بے کینہ اور پرسوز دل جیسی نعمتیں عطا فرمادیں۔ چنانچہ ان میں سے ہر ہر بندہ ''خلیفۃ اللہ فی الارض'' بننے کی اہلیت پا گیا۔

اعلان نبوت سے پہلے معاشرے کی پسندیدہ شخصیت

جب نبی علیہ السلام تشریف لائے اور چالیس سال کی عمر میں آپ نے نبوت کا اعلان فرمایا، تو اعلان فرمانے سے پہلے آپ اس پورے علاقے کے بہت ہی زیادہ ہر دلعزیز شخصیت تھے۔ ہر آدمی آپ سے محبت کرتا تھا۔ ہر آدمی آپ کو پسند کرتا تھا۔ آپ کی ذہانت کو مانتے تھے، حتیٰ کہ جب انہوں نے بیت اللہ شریف کو بنانا تھا تو فیصلہ نہیں ہورہا تھا کہ حجرِ اسود کو کون اپنی جگہ پر نصب کرے۔ ہر قبیلے کے لوگ یہ چاہتے تھے کہ یہ عزت ہمیں ملنی چاہیے۔ بالآخر نبی علیہ السلام کو فیصلہ کرنے کے لیے کہا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب نے فیصلہ یہ کیا کہ چادر بچھائی اور تمام قبیلوں کے بڑے سرداروں کو کہا کہ چادر کو پکڑ لیں اور اس کے اندر حجر اسود رکھ کر اسے اٹھا کر سب لے کر چلے، جب بالکل قریب آ گیا تو آپ نے اٹھا کر اسے نصب فرمادیا، اتنے بڑے بڑے مسئلے کو اتنی آسانی کے ساتھ حل کر دیا، تو لوگ آپ کی شخصیت اور حکمت و دانائی کے پہلے ہی معترف تھے۔

دعوت توحید

جب آپ نے نبوت کا دعوی کیا تو وہ لوگ جو آپ کو اتنا پسند کرتے تھے، وہ آپ

کے دشمن ہو گئے، قوم کو جمع کرنے کے اور بھی تو طریقے ہو سکتے تھے، مثلاً آپ اپنی قوم، قریش مکہ کو کہتے کہ دیکھو! ہم عرب ہیں، ہم سب اکٹھے ہو جائیں اور اپنے علاقے کی ڈویلپمنٹ کریں، وہ سب ایک ہو جاتے اور آپ کو اپنا لیڈر بنا لیتے۔

اگر آپ اکنامکس کا نعرہ لگا دیتے کہ لوگو! کھانے کو کچھ نہیں...... پینے کو پانی نہیں جینے کو پانی نہیں، آؤ! ہم مل کر کوئی لائحہ عمل بناتے ہیں، کوئی تجارت کے اصول وضع کرتے ہیں، تاکہ ہم اپنی حالت کو بہتر بنا سکیں، تو وہ لوگ یقیناً اس آواز پر لبیک کہتے اور آپ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جاتے، مگر نہیں! آپ نے لیڈر بننے کا یہ جو آسان طریقہ تھا، اس کو نہیں اپنایا، یہ اس بات علامت ہے کہ آپ نے جو کچھ کیا، اللہ رب العزت کے حکم کے تحت کیا۔

آپ نے وہ طریقہ اپنایا جو سب سے زیادہ مشکل تھا، آپ نے لوگوں کو دعوت دی کہ لوگو! تم جن معبودوں کی پیروی کرتے ہو، یہ سب کے سب تمہارے ہاتھوں کے بنے ہوئے ہیں، عبادت کے لیے فقط اللہ رب العزت کی ذات ہے جو خالقِ کائنات ہے، لوگوں نے تو بیت اللہ شریف میں مٹی کے خدا، لوہے کے خدا، پتھر کے خدا، آٹے کے خدا، بڑے خدا، چھوٹے خدا، موٹے خدا، سب جھوٹے خدا...... ۳۶۵ بت جمع کر رکھے تھے، نبی علیہ السلام نے آکر ایک ہی بات کہی:

قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْنَ۔

''کہہ دو کہ اللہ ایک ہے تم کامیاب ہو جاؤ گے''

نبوت کی کھلی دلیل

آج اگر کوئی آدمی کسی بات کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کی دلیل کے طور پر بہت ادھر ادھر کی باتیں کرتا ہے، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت مبارکہ کیا عجیب ہے کہ جب آپ ﷺ نے نبوت کا دعویٰ فرمایا تو لوگوں نے پوچھا کہ آپ کی نبوت کی دلیل کیا ہے تو اس پر

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

﴿فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ﴾......(یونس:۱۶)

''لوگو! میں نے تمہارے درمیان زندگی گزاری ہے''

میری زندگی اس بات پر گواہ ہے، تو دلیل کے طور پر اپنے کردار کو پیش کرنا یہ بہت بڑی ذمہ داری ہوتی ہے، دنیا میں کوئی دوسرا بندہ ایسا نظر نہیں آتا کہ جس نے اپنے کردار کو پیش کیا ہو، نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: دیکھو! نبوت سے پہلے بھی میں نے تم میں زندگی گزاری ہے، اس کا مطلب ہے:

☆......اتنی پاکیزہ زندگی تھی،

☆......اتنی پاکدامنی کی زندگی تھی،

☆......اتنی دیانتداری کی زندگی تھی،

☆......اتنی امانتداری کی زندگی تھی،

☆......اتنی دوسروں کے ساتھ غم خواری کی زندگی تھی،

کہ اللہ کے حبیب نے اپنی مبارک زندگی کو دلیل کے طور پر پیش کیا،

کردار......سب سے بڑا ہتھیار

دنیا تلوار کا مقابلہ تو کر سکتی ہے، کردار کا مقابلہ نہیں کر سکتی، کردار بہت عظیم ہوتا ہے، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کردار کو پیش کیا، سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں،

﴿فتحت المدينة بالاخلاق﴾ ''مدینہ اخلاق کے ذریعے سے فتح کیا گیا''

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اخلاق عظیمہ کی وجہ سے مدینہ کے لوگوں کے دلوں کو فتح فرمالیا تھا،

انوکھا فاتح

فتح مکہ کا موقع ہے، نبی علیہ السلام سواری پر سوار ہیں، مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہے ہیں،

عام دستور کیا ہوتا ہے؟ ایسے موقع پر:

☆......نعرے ہوتے ہیں،

☆......دعوے ہوتے ہیں،

☆......ڈھول باجا ہوتا ہے،

☆......تماشا ہوتا ہے،

☆......فتح کا جشن منایا جاتا ہے،

مگر دنیا نے یہ عجیب فاتح دیکھا، جھکے ہوئے ہیں، سواری کی گردن کے بالوں سے پیشانی لگ رہی ہے اور اس حالت میں فرما رہے ہیں:

﴿لا الہ الا اللہ وحدہ نصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ﴾

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۷۰۵)

''سب تعریفیں اس ایک اللہ کے لیے ہیں، اس ایک اللہ نے اپنے بندے کی مدد کی، اس ایک اللہ نے سب مخالفوں کو شکست عطا فرمادی''

خود کریڈٹ نہیں لیا، ساری تعریفیں اللہ کی طرف منسوب کیں، کردار سے دکھا دیا، اب اس کردار کا مقابلہ کوئی کیا کرتے؟

اخلاقی فتوحات

پھر لوگ جب جیت جاتے ہیں تو دشمنوں کو عبرت کا نشان بنا دیتے ہیں...... اتنا ظلم کرتے ہیں...... یہ عجیب فاتح ہے کہ اللہ نے جیت بھی عطا فرمادی، فاتح مکہ بھی بنادیا، مگر اس کے باوجود دشمنوں سے درگزر کیا، معاف کر دیا، اور معاف بھی کن کو کیا؟ جنہوں نے آپ ﷺ پر ظلم کے پہاڑ توڑے تھے، سبحان اللہ!

اسلام تلوار سے نہیں کردار سے پھیلا

آج دنیا کہتی ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا، ایسا نہیں ہے، اسلام تو کردار

کے روز سے پھیلا ہے، تلوار خود بخود نہیں چلتی، تلوار کے پیچھے چلانے والے ہاتھ ہوتے ہیں، وہ جو چلانے والے ہاتھ تھے ان کے دلوں کو کس نے فتح کیا؟ بیرون ملک میں ایک دفعہ ایک صاحب بحث کرنے لگے: کہنے لگے کہ جی! وہ تو چند جنگجو اکھٹے ہو گئے تھے اور انہوں نے تلوار کے زور پہ اسلام کو پھیلا دیا تھا، تو میں نے اس سے سوال پوچھا کہ چند جنگجو اکٹھے ہو گئے تھے، ان کے دلوں کو کس تلوار نے اکٹھا کیا تھا؟ کہنے لگا: ہاں! وہ تو مسلمانوں کے نبی ﷺ کے اخلاق اور محبت سے اکٹھے ہوئے تھے، میں نے کہا: اصل چیز یہ تھی کہ وہ دین اسلام کردار کے زور سے پھیلا ہے،

دل کو مسخر کر دینے والے اخلاق

اس کرداری کی عظمت کو دیکھنا ہے تو ذرا دیکھیے! نبی علیہ السلام کی زندگی کو، قدم قدم پر آپ ﷺ کے اخلاق کے اعلیٰ نمونے سامنے آئیں گے،

☆......اللہ کے حبیبا جب بھی بیت اللہ کی طرف جاتے تھے تو راستے میں ایک عورت بہانے سے کوڑا کرکٹ سر پہ ڈال دیتی تھی، وہ تاک میں رہتی تھی، جب بھی آپ ﷺ گزرتے تو وہ چھت کے اوپر سے کوڑا کرکٹ اس طرح سے ڈالتی کہ مٹی آپ ﷺ کے کپڑوں پہ پڑتی، ایک دفعہ نہیں......دو دفعہ نہیں......درجنوں دفعہ یہ واقعہ پیش آیا، ایسی صورت حال میں دل کو کتنی ایذا پہنچتی ہے اور کتنا غصہ آتا ہے، مگر اللہ کے حبیب ﷺ جانتے تھے کہ یہ بیوہ عورت ہے اس لیے آپ خاموشی اختیار فرماتے تھے،

اور وہ بیوہ عورت جب بیمار ہوگئی اور کچھ دن اس نے کوڑا کرکٹ نہیں پھینکا، اللہ کے حبیب ﷺ کو حیرانی ہوئی کہ یہ عورت کیوں نہیں کوڑا کرکٹ پھینکتی، معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ بیمار ہے، آپ ﷺ اس کے دروازے پہ تشریف لے گئے، دروازہ کھٹکھٹایا......اندر بیوہ عورت ہے اور اس کی ایک جوان العمر بیٹی ہے......کوئی مرد نہیں

جو اس کی صحیح تیمارداری کر سکے، جب دروازہ کھٹکھٹایا گیا تو بیٹی بھاگی ہوئی آئی، اس نے کواڑ سے دیکھا تو نبی علیہ السلام کو کھڑے پایا...... گھبرا گئی...... اس نے کہا: امی! میں آپ کو منع کرتی تھی کہ کوڑا کرکٹ نہ ڈالا کریں اور آپ ضد اور غصے میں آ کر یہ کام کرتی تھیں، آج دیکھو وہ بندہ دروازے پہ کھڑا ہے، تم بیمار ہو، میں جوان العمر ہوں، آج ہمارا کیا بنے گا؟ کوئی مرد نہیں جو آج ہمیں اس سے بچائے، عورت جب یہ بات سنتی ہے تو تھوڑی دیر سوچتی ہے، پھر کہتی ہے: ہاں! میں نے سنا ہے کہ وہ اچھے اخلاق والے ہیں، تم جاؤ، دروازہ کھولو اور پوچھو! کیا کہنے آئے ہیں؟ اس لڑکی نے دروازہ کھولا، پوچھا: آپ نے دروازہ کیوں کھٹکھٹایا؟ نبی علیہ السلام فرماتے ہیں: مجھے پتہ چلا ہے کہ تمہاری والدہ بیمار ہے، گھر میں سودا سلف لانے کے لیے کوئی مرد نہیں، میں اس لیے آیا ہوں کہ اگر کوئی دوا منگوانی ہو تو میں حاضر ہوں، وہ عورت جو کوڑا کرکٹ ڈالا کرتی تھی، جب وہ اس بات کو سنتی ہے تو کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو جاتی ہے...... کردار کی عظمت عجیب چیز ہے۔

☆...... نبی علیہ السلام کے اعلانِ نبوت کے ابتدائی دنوں کی بات ہے، ایک بڑھیا اپنا سامان گٹھڑی وغیرہ لے کر کہیں جا رہی تھی، اللہ کے حبیب نے اس بڑھیا کو دیکھا تو آپ ﷺ نے کہا: اماں! یہ بوجھ آپ کا میں اٹھا لیتا ہوں اور جہاں لے جانا ہے میں وہاں پہنچا دیتا ہوں، وہ بڑھیا بڑی خوش ہوئی اور کہنے لگی: ہاں! اے نوجوان! تم کتنے اچھے ہو! تم مجھے ہیلپ آؤٹ کر دو اور یہ سامان ذرا مکہ مکرمہ سے باہر پہنچا دو، جہاں تک وہ گئی، اللہ کے حبیب نے اس کا سامان وہاں پہنچا دیا، جب سامان پہنچا کر واپس آنے لگے تو وہ بڑھیا کہنے لگی: نوجوان! میں تمہیں نصیحت کرتی ہوں تم اپنے باپ دادا کے دین پر جمے رہنا، مکہ مکرمہ میں کوئی نیا آدمی آیا ہے جو ہمارے معبودوں کو برا کہتا ہے اور ان کی پرستش سے منع کرتا ہے، میں نے اپنے پوری زندگی اپنے بڑوں کے دین پر گزاری ہے، میں نے سنا ہے کہ اس کی باتوں میں بڑا اثر ہے...... انہیں سن

کر لوگ اپنے دین کو چھوڑ دیتے ہیں...... میں نہیں چھوڑنا چاہتی، اس لیے میں شہر چھوڑ کے آ گئی ہوں کہ میرے کانوں میں اس کی بات ہی نہ پڑے، اور میں تمہیں بھی نصیحت کرتی ہوں کہ تم بھی ذرا اس سے بچ کر رہنا، نبی علیہ السلام یہ سب باتیں خاموشی سے سنتے رہے، پھر آپ ﷺ جب وہاں سے چلنے لگے تو اس وقت وہ پوچھتی ہے کہ نوجوان! تمہارا نام کیا ہے؟ تم نے میرے ساتھ اتنا اچھا معاملہ کیا کہ میرا سامان یہاں پہنچا دیا، میں جب کبھی مکہ مکرمہ آؤں گی تمہیں آ کر ملوں گی، جب اس نے پوچھا تو اللہ کے حبیب ﷺ نے جواب دیا: اماں! جس کے بارے میں تو اب تک کہہ رہی تھی کہ وہ بُرا انسان آ گیا ہے، میں وہی محمد ﷺ ہوں، تو بڑھیا کہتی ہے، اگر تم وہی ہو جس نے آ کر توحید کا دعویٰ کیا ہے تو میں بھی کلمہ پڑھتی ہوں اور مسلمان ہوتی ہوں۔

تو اسلام تلوار کے زور سے نہیں کردار کے زور سے پھیلا ہے، بتایئے!

☆...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کس تلوار نے فتح کیا؟

☆...... حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسے بہادر، جنگجو جرنیل کو کس تلوار نے فتح کیا؟

یہ نبی علیہ السلام کے اخلاق تھے جس نے ان کے دلوں کو مسخر کیا، پھر ایسی بھی جگہیں ہیں جن میں مسلمانوں کی کوئی فوج نہیں گئی، جیسے حبشہ، بحرین، وغیرہ مسلمانوں کے جانے سے پہلے وہاں اسلام قبول کر لیا گیا تھا، تو معلوم ہوا کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں، اخلاق کے زور سے پھیلا ہے، کردار دیکھنے میں بڑی بے قیمتی چیز نظر آتی ہے مگر یہ بڑی سے بڑی قیمتی چیزوں کو بھی خرید لیا کرتا ہے، اس لیے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ کو کردار بنانے کی طرف متوجہ کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے اندر وہ اخلاق پیدا کیے، عادات پیدا کیں کہ جن کی وجہ سے وہ ایک عظیم انسان بن کر زندگی گزارنے والے بن گئے۔

انقلابِ نبوی ﷺ کے عجائب

نبی علیہ السلام نے جو دنیا میں انقلاب پیدا کیا، اس انقلاب کی چند باتیں تو بڑی عجیب ہیں:

(۱)......کم وقت میں انقلاب

پہلی بات کہ دنیا میں ہر تبدیلی کے آنے میں وقت لگا کرتا ہے، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب نبوی کا دعویٰ فرمایا تو پہلے تیرہ سال تو مکہ مکرمہ میں قریش مکہ کی مشقتیں ہی برداشت کرتے رہے، پھر مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی تو اس کے بعد دس سال تھے؛ دس سال کی مدت، قوموں کی مدت میں بہت تھوڑی مدت ہوا کرتی ہے، آج کے حالات کو دیکھ لیں کہ دس سال گزرتے ہیں تو کیا تبدیلیاں آتی ہیں؟ کچھ بھی نہیں آتیں، مگر اللہ کے حبیب ﷺ نے دس سال کی قلیل مدت میں انسانوں کے دلوں کو اس طرح بدل کے رکھ دیا کہ جزیرۂ عرب کے اندر ایک انقلاب آ گیا،

(۲)......کم وسائل سے انقلاب

پھر انقلاب لانے کے لیے وسائل استعمال کرنے پڑتے ہیں، آج کی دنیا میں انقلاب لانے کے لیے ٹریلین آف ڈالرز استعمال ہوتے ہیں، نبی علیہ السلام نے جو انقلاب برپا کیا تو وسائل کی کتنی کمی تھی، کھانے کی چیز نہیں ہوتی تھی، پہننے کو پورا کپڑا نہیں ہوتا تھا، وسائل تھے ہی نہیں، اتنے کم وسائل میں، اتنے کم وقت میں اور اتنے کم نقصان کے ساتھ یہ انقلاب آ گیا،

(۳)......کم نقصان سے انقلاب

کم نقصان سے کیا مراد کہ دنیا میں انقلاب آتے ہیں تو خون بہایا جاتا ہے، چنگیز خان کے حالاتِ زندگی پڑھ لیجئے، ہلاکو کے حالاتِ زندگی پڑھ لیجیے،

☆......فرانس میں انقلاب آیا تو پچیس لاکھ آدمی مارے گئے،

☆......روسی انقلاب میں چالیس لاکھ انسان مارے گئے،

☆......ہند کی آزادی میں پانچ لاکھ آدمی کام آئے،

☆...... اور جب ملک تقسیم ہوا تو ایک کروڑ لوگ مارے گئے، کروڑوں انسانوں کی زندگیاں انقلاب لانے میں کام آتی ہیں، نبی علیہ السلام کا یہ انقلاب اتنا عجیب تھا کہ آپ کی مبارک زندگی میں مسلمان اور کافر دونوں طرف سے جو لوگ جنگوں میں فوت ہوئے یا مارے گئے ان کی تعداد ایک ہزار تریسٹھ تھی، آج تو عام معمول کے ملکوں میں ایک مہینے میں ایک ہزار بندے مار دیے جاتے ہیں،

اب کہنے کی بات یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو انقلاب برپا کیا اس کی تین خاص باتیں ہیں، اتنے کم وقت میں، اتنے کم وسائل کے ساتھ اور اتنے کم نقصان کے ساتھ اتنا بڑا انقلاب برپا کر دینا، یہ اللہ کے حبیب کی شان تھی، پوری دنیا کے لیے ایک چیلنج ہے کہ کوئی قدم بڑھائے اور ایسا انقلاب برپا کر کے دکھائے، کوئی بھی ایسا عظیم انقلاب برپا نہیں کر سکے گا،

کامیاب اور مکمل انقلاب

آج دنیا میں لوگ آتے ہیں، کہتے ہیں: جی! ہمارا (عرصہ) دس سال تھا ہم یہ کام نہ کر سکے اور موقع ملتا تو ہم اور کرتے،

لوگ فوت ہوتے ہیں تو ان کے بارے میں کہا جاتا ہے:

☆......جی! اس نے بڑا کام کیا، زندگی نے وفا نہ کی اور موقع ملتا تو یہ بڑے کام کرتا۔

☆......اس سائنسدان نے بڑی ریسرچ کی، زندگی نے وفا نہ کی اور وہ اپنے کام کو پورا نہ کر سکا،

☆......اس رائٹر نے بڑی کتابیں لکھیں اگر زندگی وفا کرتی تو وہ اور کتابیں لکھتا،

☆......اس فاتح نے بڑے ملکوں کو فتح کیا اور اگر زندہ رہتا تو اور فتوحات کرتا،

اکثر یہی کہا گیا کہ یہ اپنے کام کو پورا نہ کر سکا، اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے جتنے لوگوں کی زندگیاں ہیں سب ادھوری زندگیاں ہیں، تاریخ انسانیت میں صرف ایک

زندگی ایسی نظر آتی ہے جو کامل، مکمل اور اکمل زندگی ہے، وہ کیسے؟ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک لاکھ پچیس ہزار صحابہ کے سامنے کھڑے ہو کر...... رات کی تاریکی میں نہیں، دن کی روشنی میں...... جنگل کی تنہائی میں نہیں، بھرے مجمعے میں کہا: لوگو! میں جس مقصد کے لیے دنیا میں آیا تھا، کیا میں نے اس مقصد کو پورا کر دیا ہے؟ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ نے گواہی دی: اے اللہ کے حبیب ﷺ! آپ نے امانت کو پہنچا دیا، امت کو نصیحت کر دی اور اپنا کام پورا کر دیا، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر کہا:

﴿اللھم اشھد﴾...... ''اللہ اس پر تو گواہ رہنا'' (صحیح البخاری: ۱۶۲۵)

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انقلابی پالیسی...... محبت اور نرمی

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس روحانی اور اخلاقی تبدیلی کے لئے سختی کا راستہ نہیں اپنایا، محبت والفت کا راستہ اپنایا، چنانچہ ایک حدیث مبارکہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نرمی پر وہ رحمتیں نازل فرماتا ہے جو سختی کے اوپر نازل نہیں فرماتا، محبت کا راستہ سب سے زیادہ قوت والا راستہ ہوتا ہے،

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے دلوں میں اللہ کی محبت بھی پیدا کی اور اللہ کے بندوں کی محبت بھی پیدا کی، یہ محبت ہی تھی جس نے ان کی زندگیوں کو بدل کر رکھ دیا اور ان کو صحیح معنوں میں انسان بنا دیا، عقل حیران ہے کہ ۲۳ سال کے قلیل عرصے میں ان کو ایسا شیر وشکر بنا دیا کہ جس کی مثال نہیں ملتی، رب کریم نے جو دلوں کے بھید جاننے والے ہیں ان کے بارے میں قرآن میں گواہی دی کہ:

﴿رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ﴾... (الفتح: ۲۹)

''وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بہت رحیم وکریم تھے''

اصحابِ رسول ﷺ کی صفاتِ حمیدہ کا ایک جائزہ

آیئے! ان صفاتِ حمیدہ کا جائزہ لیں کہ جن کی وجہ سے وہ ان اخلاقی بلندیوں

تک پہنچے، ان میں سے کچھ صفات انفرادی تھیں اور کچھ اجتماعی، اب ان کی خوبیوں اور صفات حمیدہ کو ملاحظہ کیجئے،

انفرادی صفات

(۱)......طلب علم

سب سے پہلے طلب علم کی صفت ہے، نبی علیہ السلام نے ہر ہر بندے کو علم کا طالب بنا دیا تھا، فرمایا:

"طلب العلم فريضة على كل مسلم"۔

(سنن ابن ماجه، رقم:۲۲۱)

''علم کا طلب کرنا ہر مسلمان (مرد وعورت) پر لازم ہے''

"اطلبوا العلم من المهد الى اللحد"۔

''تم پنگھوڑے سے لے کر قبر میں جانے تک علم حاصل کرو''

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، فرمایا:

"العلم نور"۔ (المؤطا، رقم:۲۴)

''علم روشنی ہے''

علم روشنی ہے اور جہالت اندھیرا ہے،

آج آپ جانتے ہیں کہ جو قوم علم میں آگے بڑھ جاتی ہے وہ پوری دنیا میں غالب آجاتی ہے،

(۲)...... بامقصد زندگی

نبی علیہ السلام نے ان کو بامقصد زندگی گزارنے کی تعلیم دی، اس کو کہتے ہیں۔ Goal Oriented Life (بامقصد زندگی) یعنی زندگی کا ایک مقصد ہو جسے انسان حاصل کرے۔ فرمایا:

"اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا"۔ (المومنون:۱۱۰)

''کیا تم گمان کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا''

(۳)......صدق وصفا

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے اندر صداقت کے بیج بوئے، ان کو فرمایا کہ اللہ سے ڈرو،

"خشية الله فی السر و العلانية"۔ (کنزالعمال، رقم:۴۳۲۷۳)

خلوتوں میں بھی اور جلوتوں میں بھی اللہ کے ڈر کی وجہ سے گناہوں کو چھوڑ دو،

(۴)......نیکوکاری

پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو نیکوکاری سکھائی اور بتلا دیا:

﴿وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (البقرۃ:۱۹۵)

''نیکی کرو، اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتے ہیں''

(۵)......تواضع

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے اندر سے غرور اور تکبر کو ختم کیا اور ان کے اندر تواضع پیدا کی، بتلایا:

"من تواضع لله رفعه الله"۔ (کنزالعمال، رقم:۸۵۰۸)

''جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے، اسے اللہ بلندیاں عطا فرماتا ہے''

(۶)......تحمل مزاجی

پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے اندر تحمل مزاجی (Fore bearance) پیدا کی، گویا یہ سمجھا دیا کہ انسان معمولی باتوں پر Instantanious react نہ کرے، بھڑک نہ اٹھے بلکہ باہمت بنے، ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچے، اور پھر مناسب قدم اٹھائے۔

یہ تحمل مزاجی بہت بڑی نعمت ہے، سیدنا انس رضی اللہ عنہ، نبی علیہ السلام کی خدمت میں دس سال رہے اور خدمت کرتے رہے، وہ کہتے ہیں کہ دس سال میں اللہ کے نبی علیہ السلام نے نہ کبھی مجھے مارا، نہ کبھی ڈانٹا اور نہ کبھی نبی علیہ السلام نے بولنا چھوڑا، حیرت کی بات ہے کہ ایک بچے کی تربیت ہوئی اور زندگی میں کبھی مار کا موقع ہی نہیں آیا، آج ہمیں دیواروں پر لکھ کر لگانا پڑتا ہے "مار نہیں پیار" اللہ کے حبیب ﷺ نے Practicaly (عملاً) کر کے دکھا دیا کہ بچوں کی تربیت ایسے بھی ہوتی ہے، پیار کے ذریعے، محبت کی وجہ سے تم جو چاہو گے تمہارے بچے ویسے ہی بنتے چلے جائیں گے۔

(۷)......مٹھاس

پھر نبی علیہ السلام نے ان کے اندر ایک دوسرے کے ساتھ محبت و پیار رکھنے کی عادت ڈالی، ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرمایا: میں تمہارے اندر ایمان تو دیکھتا ہوں مگر ایمان کی حلاوت نہیں دیکھتا، اے اللہ کے حبیب ﷺ! وہ ایمان کی حلاوت کیا ہوتی ہے؟ فرمایا: ایک دوسرے کے ساتھ الفت، محبت اور پیار کے ساتھ پیش آنا، گویا نبی علیہ السلام نے بتلا دیا کہ مومن رف اور ٹف نہیں ہوتا بلکہ:

"المؤمن حلو"۔ (کنز العمال، رقم: ۱۶۱۲)

"مومن کے اندر مٹھاس ہوتی ہے"

وہ بات کرتا ہے تو بات کے اندر شیرینی ہوتی ہے، وہ کوئی کام کرتا ہے تو وہ دوسروں کے لئے سکونِ قلب کا سبب بنتا ہے، تو مومن ایک Sophisticated طبیعت رکھنے والا انسان ہوتا ہے، جو اللہ کے بندوں کے لئے باعثِ رحمت بن جاتا ہے، فرمایا:

"ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء"۔ (سنن الترمذی، رقم: ۱۸۴۷)

"کہ تم زمین والوں پر رحم کرو گے تو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا"

(۸)......اخلاص

پھر اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اخلاص کی تعلیم دی کہ ہم دنیا میں جو بھی کوئی کام کریں کسی دنیاوی منفعت یا ذاتی غرض کی وجہ سے نہیں بلکہ خالصتاً اللہ کی رضا کے لئے کریں، یہ اسلام کی ایک ایسی بنیادی تعلیم ہے جس نے ایک مومن کی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا ہوا ہے، چنانچہ آپ کی اسی تعلیم کی برکت سے صحابہ رضی اللہ عنہم خلاص کے ایسے پیکر بنے کہ ان کی زندگیاں آنے والی انسانیت کے لئے روشن نمونہ بن گئیں،

اجتماعی صفات

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے اندر ایسی اجتماعی صفات بھی پیدا کیں، جن سے ان کا معاشرہ ایک پرسکون اور مثالی معاشرہ بن گیا،

(۱)......مساوات

مثال کے طور پر: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سمجھایا:

''نہ گورے کو کالے پر فضیلت ہے، نہ عربی کو عجمی پر فضیلت ہے''

آج اس Scientific World (سائنسی دنیا) میں، دنیا مساوات کی اس تعلیم کو بڑا عظیم اصول سمجھتی ہے، جبکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام چودہ سو سال پہلے اس اصول کو بتا دیا تھا۔

(۲)......انصاف

پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معاشرے کی بنیاد انصاف پر رکھی، بتادیا:

"وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ"۔ (الحجرات:۹)

''انصاف کرو اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں''

بتایا کہ

''کفر سے حکومت چل سکتی ہے مگر ظلم سے حکومت نہیں چل سکتی''

اگر تم چاہتے ہو کہ دنیا میں پرسکون زندگی گزارو تو انصاف کرنا پڑے گا،

انصاف ایسا کہ جو نظر بھی آئے کہ انصاف ہو رہا ہے،

(۳)......عفوودرگزر

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عفوودرگزر کی تعلیم دی، ایک خوبصورت بات کہی، فرمایا:

"صل من قطعك واعف عمن ظلمك"۔ (شعب الایمان، رقم:۷۵۸۵)

''جو تجھ سے توڑے تو اس سے جوڑ، جو تجھ پر ظلم کرے تو اسے معاف کردے''

اور فرمایا:

"واحسن الی من اساء الیك"۔ (کنزالعمال، رقم:۸۵۰۸)

''اور جو تجھ سے برا کرے تو اس سے اچھا سلوک کرلے''

یہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم ہے، امر کے صیغے ہیں گویا مومن کی تعریف بیان کی کہ وہ کیسے ہوا کرتا ہے۔

(۴)......ایثار

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو ایثار کی تعلیم دی کہ دوسروں کو اپنے پر فوقیت دو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمیشہ دوسرے بھائی کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے تھے۔ معاملہ یہاں تک پہنچا کہ جنگِ یرموک میں ایک سپاہی بڑا زخمی ہو چکا تھا، ڈی ہائیڈریشن ہو چکی، بلیڈنگ کی وجہ سے کمزوری ہو چکی، اور سخت گرمی کا موسم ہے، چنانچہ وہ کہتا ہے: "العطش" ''پیاس'' ان کے چچازاد بھائی ان کو پانی پلانے کے لئے مشک لے کر آئے، مگر جب پانی پلانے لگے تو کسی اور زخمی نے یہی بات کی العطش، تو انہوں نے منہ کو بند کرلیا اور اشارہ کیا کہ دوسرے کو پہلے پانی پلاؤ، وہ پانی لے کر دوسرے کی طرف گئے، اس وقت تیسرے کی طرف سے آواز آئی العطش، دوسرے نے بھی منہ بند کرلیا اور کہا کہ اُدھر جاؤ، جب یہ تیسرے کے پاس پہنچے تو وہ شہید ہو چکے تھے۔ یہ لوٹ کر دوسرے کی طرف آئے تو وہ بھی اللہ کو پیارے ہو چکے تھے اور جب پہلے کی

طرف تو وہ بھی اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔ آخری لمحے میں بھی وہ اپنے بھائیوں کو اپنے اوپر ترجیح دینے والے بن گئے تھے۔

(۵)......اخوت

پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے اندر اخوت کو پیدا کیا، فرمایا:

''تم تجسس نہ کرو، کسی کے عیبوں کو ڈھونڈنے میں نہ لگو''

﴿ولا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تباغضوا ولا تدابروا﴾

''ایک دوسرے کی ٹوہ میں نہ رہو۔ ایک دوسرے کی جاسوسی مت کرو، آپس میں بغض نہ رکھو اور نہ ہی آپس میں اختلاف رکھو''

اور آخر میں فرمایا:

"وکونوا عباداللہ اخوانا"۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۶۲۲۹)

''اللہ کے بندو! تم بھائی بھائی بن کر زندگی گزارو''

جب مہاجرین مدینہ تشریف لائے تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی مواخات کروائی، تاریخ انسانیت میں انسانی بھائی چارے کی ایسی مثال اور کوئی پیش نہیں کرسکتا کہ کس طرح انہوں نے بھائی بھائی بن کر ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزاری،

(۶)......ستر پوشی

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو ستر پوشی کی تعلیم دی کہ تم اگر اپنے کسی بھائی کا عیب دیکھو تو اس کی ستر پوشی کرو اور اصلاح کی کوشش بھی کرتے رہو۔ فرمایا:

"من ستر مسلما سترہ اللہ یوم القیمۃ"۔

(صحیح البخاری، رقم: ۲۲۶۲)

''جو اپنے مومن بھائی کے (عیبوں) کی ستر پوشی کرے گا اللہ قیامت کے دن اس (کے عیبوں) کی ستر پوشی کرے گا''

(۷)...... برائی کا خاتمہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو سمجھایا کہ دیکھو، برائی ناپسندیدہ چیز ہوتی ہے، اس کو ابتدا سے ختم کریں۔ یہ بھی فرمایا کہ اگر تم برائی کو دیکھو تو اگر ممکن ہو تو ہاتھ سے اسے روکو اگر ممکن نہ ہو تو زبان سے اظہارِ خیال کردو، اور اگر یہ بھی ممکن نہیں تو کم از کم دل میں ہی اسے بُرا سمجھو۔

(۸)......ازدواجی زندگی

پھر ازدواجی زندگی بہت محبت و پیار سے گزارنے کی تعلیم دی، کیونکہ ایک فیملی یونٹ پہلی معاشرتی اکائی ہوتا ہے، لہٰذا خوشگوار ازدواجی زندگی خوشگوار معاشرے کی بنیاد بنتی ہے، چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اچھی ازدواجی زندگی گزارنے کی تعلیم دی، فرمایا:

"خیرکم خیرکم لاهله"۔ (سنن الترمذی، رقم: ۳۸۳۰)

''تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہلِ خانہ کے لئے سب سے بہتر ہے''

(۹)......نفع رسانی

پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک بات فرمائی:

"خیر الناس من ینفع الناس"۔ (کنز العمال، رقم: ۴۴۱۵۴)

''انسانوں میں سے سب سے زیادہ بہتر انسان وہ ہے جو دوسرے انسانوں کے لئے فائدہ پہنچانے کا سبب ہو''

ذرا غور کیجئے! آج اس کسوٹی پر ہم اپنے آپ کو تولیں تو ہم کہاں جاتے ہیں؟

(۱۰)......خدمتِ خلق

پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیه"۔

(شعب الایمان، البیہقی، رقم: ۱۶۹۵)

''اللہ بندے کی مدد میں اس وقت تک رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی کاموں میں اس کی مدد کررہا ہوتا ہے''

کیا خوبصورت Concept (تصور) دیا ہے کہ اگر ہم اپنے بھائی کے کام آئیں گے، اس کی تکلیف کے دور کرنے میں، اس کی مصیبت کے دور کرنے میں، اس کی پریشانی بانٹنے میں لگیں گے تو اتنی دیر اللہ ہماری مدد کرے گا،

(۱۱)......محاسبہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعلیم دی کہ:

"کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته"۔ (الادب المفرد:۸۳)

''تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا''

لہٰذا انسان اپنا محاسبہ کرتا رہے، فرمایا:

"طوبیٰ لمن حاسبوا نفسه قبل ان تحاسبوا"

''مبارک ہو اس شخص کو جو قیامت سے پہلے اپنا محاسبہ خود کرلے''

لہٰذا انسان اگر اپنے اعمال کا جائزہ لیتا رہے کہ مجھ سے حقوق کی ادائیگی میں کہاں کہاں کوتاہیاں ہورہی ہیں تو وہ بہت سی خرابیوں سے اپنے آپ کو بچالیتا ہے اور اللہ اور مخلوق کی نظروں میں مقبول بن جاتا ہے،

(۱۲)......اخلاقِ حمیدہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو اخلاقِ حمیدہ کی تعلیم دی، فرمایا:

"تخلقوا باخلاق الله"

انسانیت کی عظمت یہ ہے کہ وہ اپنے اندر اللہ رب العزت کے اخلاق پیدا

کرے، اور واقعی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسی محنت فرمائی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اندر یہ ساری صفات پیدا ہو گئیں تھیں،

تعمیر انسانیت...... فکری تبدیلی کا ایک واقعہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کی اخلاقی قدروں میں کس طرح تبدیلی پیدا فرمائی اس کا اندازہ لگانے کے لئے ایک واقعہ ملاحظہ کر لیجئے،

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہیں۔ ایک صحابی ایک چھوٹی سی معصوم بچی کو اٹھائے ہوئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ زار و قطار رو رہے ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کہنے لگے: اے اللہ کے حبیب ﷺ! مجھے اپنا ماضی یاد آ رہا ہے، پوچھا: کیا ہوا؟ کہنے لگے:

میں اسلام لانے سے پہلے اتنا سنگدل انسان تھا کہ اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتا تھا، ایک مرتبہ میں سفر پر تھا میرے ہاں بیٹی ہوئی، میری بیوی نے اس بیٹی کو اپنی بہن کے گھر بھجوا دیا، میں سفر سے لوٹا اور میں نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ وہ کہنے لگی: بیٹی ہوئی تھی دفن کر دی، میں نے کہا: قصہ ختم ہوا۔

وہ بیٹی میری سالی کے ہاں پلتی رہی، حتی کہ لڑکپن کی عمر کو پہنچ گئی، میٹھی میٹھی باتیں کرنے لگ گئی، وہ کبھی کبھی اس کے ساتھ میرے گھر بھی آتی رہی، میں اسے اپنی سالی کی بیٹی سمجھتا، میں بھی اس کی باتیں سنتا، مجھے اچھی لگتیں، وہ بچی کبھی میری گود میں آ جاتی میں اظہارِ محبت بھی کر دیتا، حتی کہ اس بچی سے میں محبت کرنے لگ گیا، جب میری بیوی نے دیکھا کہ اب میں اس کی محبت میں گرفتار ہو گیا ہوں اور اسے بہت محبت دے رہا ہوں، تب اس نے یہ راز کھولا کہ یہ تو ہماری بیٹی ہے، کہتے ہیں: میں نے یہ سنا تو میرے دل کی کیفیت بدل گئی لیکن میں نے بیوی کو اظہار نہیں کیا،

دو چار دن گزرے، ایک دن میں نے اپنی بیوی کو کہا: کتنا اچھا ہوا گر میں اس کو

اپنے ساتھ بازار لے جاؤں، اس نے کہا: لے جائیں، میں نے اس چھوٹی سی پھول جیسی بیٹی کو اٹھایا اور میرے اندر کا حیوان اس وقت پوری طرح تیار تھا کہ میں اس بچی کو زندہ دفن کردوں، میں ویرانے میں گیا اور میں نے گڑھا کھودنا شروع کردیا، جب میں گڑھا کھود رہا تھا تو مٹی میرے کپڑوں پر پڑ رہی تھی اور وہ چھوٹی بچی میرے کپڑوں کو جھاڑ رہی تھی اور کہہ رہی تھی: ابو! آپ کے کپڑے میلے ہو رہے ہیں۔ آپ کے کپڑوں پر مٹی پڑ رہی ہے، میرے دل میں اس کا احساس نہیں تھا، جب میں نے گڑھا کھود لیا تو میں نے اس بچی کو پکڑ کر گڑھے میں پھینکا اور اس پر مٹی ڈالنی شروع کردی، معصوم بچی رونے لگ گئی، کہنے لگی: میرے سر پر مٹی پڑ رہی ہے، میرے آنکھوں میں مٹی پڑ رہی ہے، ایسا نہ کریں مجھے کیوں مٹی میں ڈال رہے ہیں؟ میں نے اس کی کوئی بات نہیں سنی، اے اللہ کے حبیب ﷺ! میں مٹی ڈالتا رہا، ڈالتا رہا، حتی کہ اس کی آواز آنی بند ہوگئی، میں نے اپنی بیٹی کو اپنے ہاتھوں سے زندہ دفن کیا، میں ایسا انسان تھا، آپ ﷺ تشریف لائے، آپ کی وجہ سے ہم نے کلمہ پڑھا، آپ نے ہمیں اخلاقِ عظیمہ سکھائے اور ایسی محبتیں سکھائیں، اے اللہ کے حبیب ﷺ! یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے، یہ مجھے اتنی پیاری لگتی ہے کہ میں اسے سینے سے لگا رہا ہوں،

یہ تعمیر انسانیت ہے کہ وہ لوگ جو اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کردیتے تھے اب ان کو دوسرے کے بچے کے ساتھ بھی ایسی محبت اور الفت ہوگئی،

سرزمینِ عرب...... ہیروز کی نرسری

جس طرح درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، اسی طرح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت آپ کے شاگردوں سے پہچانی جاتی ہے، چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ ایسی پاکیزہ اور مقدس جماعت چشمِ فلک نے کبھی نہیں دیکھی، غیروں کو بھی حقیقت تسلیم کئے بغیر چارہ نہ رہا، چنانچہ ایک مغربی مؤرخ لکھتا ہے:

After the death of MUHAMMAD Arabia became the nursery of Heroes.

''نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پردہ فرمانے کے بعد عرب کی زمین ہیروز کی نرسری بن گئی''

جیسے پھولوں کی نرسری ہوتی ہے، اس میں لاکھوں پھول ہوتے ہیں۔ ایسے ہی عرب کی زمین ہیروز کی نرسری بن گئی کہ جو شخصیت اٹھی وہ وقت کی ایک قائد شخصیت بن گئی، اب اگر غیر بھی اس بات کی گواہی دیتے ہیں تو واقعی یہ بات کتنی عظیم ہے کہ اللہ کے حبیب ﷺ نے ان کو ایسی قائدانہ صلاحیتیں عطا فرمادیں۔

اسلامی لیڈر شپ کی کیس سٹڈی

ہم لوگ آج کی Most modern World (جدید دنیا) میں زندگی گزار رہے ہیں۔ آج یونیورسٹیوں کے اندر Management (نظم و نسق) کا مضمون پڑھایا جاتا ہے جس میں لیڈر شپ کے بارے میں تفاصیل پڑھائی جاتی ہے، ذرا دیکھئے کہ چودہ سو سال پہلے محبوبِ رب العالمین حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ ﷺ نے صحابہ کے اندر کیسی قائدانہ صلاحیتوں کو پیدا کر دیا تھا، چنانچہ یہ ایک Case Study ہے۔ جیسے یونیورسٹیوں میں کچھ سمجھانے کے لئے اس کی عملی مثالیں دکھاتے ہیں جسے Case Study کہتے ہیں۔ کہ ذرا ان مثالوں کو دیکھو، بھئی! اللہ نے جو ٹریلین آف برین سیلز دیے ہیں ان کو استعمال کر کے ذرا خود دیکھو کہ تعلیمات نبوی ﷺ سے اصحابِ رسول ﷺ کی زندگی میں کیسا انقلاب آ گیا تھا؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زندگی

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک ساتھی عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ آیئے آج کی لیڈر شپ کی Qualities (خوبیوں) کو سامنے رکھتے ہوئے غور کرتے ہیں کہ ان کی زندگی اس معیار پر کس قدر پوری اترتی ہے۔

دو پیغمبروں کی دو دعائیں

ایک بات ذہن میں رکھیں کہ قرآن مجید میں دو پیغمبروں کا تذکرہ ہے، جنہوں نے دو دعائیں مانگیں۔

ایک موسیٰ علیہ السلام کا ذکر۔ انہوں نے ہارون علیہ السلام کے لئے دعا مانگی:

﴿وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ﴾... (طٰهٰ:۲۹)

تو اللہ تعالیٰ نے ہارون علیہ السلام کو نبی بنا دیا،

اور ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا مانگی:

"اللهم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب"۔ (سنن ابن ماجه، رقم: ۱۰۲)

''اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کو سربلندی عطا فرما، عزت عطا فرما''

اللہ نے یہ دعا قبول فرما لی اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلیفہ راشد بنے، نبی اس لئے نہ بنے کہ اللہ کے حبیب ﷺ خاتم النبیین تھے۔ اور آپ ﷺ نے فرما دیا:

"لو كان بعدى نبى لكان عمر بن الخطاب"۔ (سنن الترمذی رقم: ۱۹۳۶)

''اگر میرے بعد کوئی نبی آنا ہوتا تو عمر (کو اللہ نے وہ اہلیت دی تھی کہ یہ) نبی ہوتے''

قبل از اسلام طبیعت کی سخت گیری

اسلام لانے سے پہلے عمر رضی اللہ عنہ کی اپنی Personality (شخصیت) ایسی تھی کہ بہت سخت گیر طبیعت تھی، اس کو کہتے ہیں Personality Trait (شخصی صفت) جابر قسم کی شخصیت تھی، اس لئے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

"اجبار فى الجاهلية"۔ (جامع الاصول فى احاديث الرسول: ۸/۶۰۵)

''تم تو جاہلیت میں اتنے سخت تھے''

ان کی طبیعت میں سختی اور جسم میں قوت بہت تھی، چنانچہ اگر ان کے قبیلے کا کوئی بندہ مسلمان ہوتا تھا تو یہ اس کو بہت زیادہ سزا دیتے تھے۔ لوگ ان سے ڈرا کرتے تھے۔

قبولِ اسلام

سیرت کی کتب میں لکھا ہے کہ قریشِ مکہ نے آپس میں بیٹھ کر مشورہ کیا کہ ہم میں سے کوئی ہے جو مسلمانوں کے پیغمبر ﷺ کا قصہ ہی سمیٹ دے، کسی کی جرأت نہیں ہو رہی تھی، عمر بن خطاب کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: ہاں! یہ Assignment (کام) میں پوری کر دیتا ہوں، لوگوں کو یقین تھا کہ یہ اتنا بہادر لیڈر اور بے باک انسان ہے کہ یہ ایسا کر گزرے گا۔

چنانچہ گرمی کا دن ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ میں تلوار پکڑی اور لے کر چل پڑے، ان کا ارادہ یہ تھا کہ نبی علیہ السلام کو جہاں پائیں گے وہیں شہید کر دیں گے، راستے میں ایک صحابی نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی، انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو پوچھا: عمر! کہاں جا رہے ہو؟ کہا: مسلمانوں کے پیغمبر ﷺ کا قصہ سمیٹنے کے لئے، انہوں نے کہا: پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو، آپ کے بہنوئی سعید رضی اللہ عنہ تو مسلمان ہو گئے، بس یہ سننے کی دیر تھی کہ وہیں سے رخ بدلا اور بہن کے گھر پہنچے، دروازہ کھٹکھٹایا، اندر سے آواز سنی جیسے گھر میں میاں بیوی کچھ نہ کچھ پڑھ رہے تھے۔ دروازہ کھولا گیا، پوچھا: کیا پڑھ رہے تھے؟ پتا تو چل گیا کہ قرآن پڑھ رہے تھے۔ کہنے لگے: کیا تم لوگ مسلمان ہو گئے ہو؟ تو بہنوئی نے کہہ دیا: اگر اسلام سچ ہے تو قبول کرنے میں کیا حرج ہے؟ بس یہ سنا تو وہیں بہنوئی کو مارنا شروع کر دیا، نیچے گرا دیا اور ان کے سینے پر چڑھ بیٹھے، بہن چھڑوانے کے لئے آئیں تو بہن کو بھی تھپڑ لگا دیا، حتی کہ اس کے منہ سے خون آ گیا، بہن نے ان کا راستہ روکا۔ انہوں نے کہا: ہٹ جاؤ، میں تمہیں مار دوں گا، تو بہن نے جواب دیا: ''عمر! جس ماں کا دودھ تو نے پیا ہے، اسی ماں کا دودھ میں نے بھی پیا ہے، تم ہمارے جسموں سے جان تو نکال سکتے ہو مگر ہمارے دلوں سے ایمان کو

نہیں نکال سکتے۔ بہن کے تڑپا دینے والے الفاظ عمر رضی اللہ تعالیٰ کے دل پر بجلی بن کر گرتے ہیں۔ کہتے ہیں: اچھا! بتاؤ تم کیا پڑھ رہے تھے؟ انہوں نے کہا: تم ناپاک ہو۔ پہلے تمہیں غسل یا وضو کر کے پاک ہونا پڑے گا، چنانچہ وہ پاک ہو گئے اور قرآن سنا، اس کے بعد وہ مسلمان ہونے کے لئے تیار ہو گئے، چنانچہ دارِ ارقم میں آ کر کلمہ پڑھا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں میں شامل ہو گئے۔

تعلیماتِ نبوی کا اثر

یہ عمر رضی اللہ عنہ جن کی طبیعت اتنی سخت گیر تھی، جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مبارک ہاتھوں میں پہنچے تو اللہ کے نبی ﷺ نے ان کو نئے سانچے میں ڈھال دیا، آپ معمارِ انسانیت تھے۔ آپ نے ان کی شخصیت کو اس طرح بنایا کہ آج دنیا عمر رضی اللہ عنہ کی بلندیوں کو دیکھ کر حیران ہوتی ہے۔

تعلیماتِ نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) نے امیر المؤمنین بنا دیا

آپ مکہ مکرمہ جا رہے ہیں۔ پیچھے بہت سے لوگ ہیں۔ ایک جگہ رک کر کھڑے ہو گئے۔ وادی میں دیکھ رہے ہیں۔ دھوپ کافی ہے، کسی نے کہا: حضرت! آپ کھڑے کیوں ہو گئے؟ فرمانے لگے: میں اس وادی کو دیکھ رہا ہوں اسلام لانے سے پہلے میں یہاں اونٹ چرانے آتا تھا، مجھے اونٹ چرانے کا سلیقہ بھی نہیں آتا تھا، میرے اونٹ خالی پیٹ جاتے تھے تو میرا والد مجھے کوستا تھا، وہ کہتا تھا کہ تو کیسے زندگی گزارے گا، تجھے تو اونٹ چرانے نہیں آتے، میں اپنے اس وقت کو یاد کرتا ہوں، جب مجھے اونٹ بھی چرانے نہیں آتے تھے اور آج اس وقت کو یاد کر رہا ہوں جب میرے آقا ﷺ کی تعلیمات نے عمر کی زندگی ایسی بدل دی کہ عمر کو امیر المومنین بنا کر رکھ دیا، یہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعمیر انسانیت کی کتنی انوکھی مثال ہے کہ

جس کو اونٹ چرانے نہیں آتے تھے وہ اللہ کے حبیب ﷺ کی تعلیمات سے وقت کے امیر المومنین بن گئے،

صفہ تعلیماتِ نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کا مرکز

آج کی یونیورسٹیز اور کالجز کو ہم دیکھیں تو عام طور پر یہ آنے والے طلبا کو کسی ایک شعبے یا فن کی تعلیم دیتے ہیں۔ مثلاً:

☆......کامرس کالجز سے بزنس ایڈمنسٹریشن، اکاؤنٹینسی اور اکنامیکل افیئرز کی تعلیم ملتی ہے۔

☆......اگر کسی نے ڈاکٹر بننا ہو تو وہ میڈیکل کالجز میں جاتا ہے،

☆......انجینئر بننے کے لئے انجینئرنگ یونیورسٹیاں ہیں۔

☆......فضائی انجینئرنگ سیکھنے کے لئے ایروناٹیکل انجینئرنگ کے ادارے ہیں۔

☆......آرمی مکینیکل انجینئرنگ کے الگ ادارے ہیں۔

الغرض کہ آج کے تعلیمی ادارے کسی ایک شعبے میں ہی بندے کو ایکسپرٹ بناتے ہیں۔ لیکن قربان جائیں نبی علیہ السلام کی ذات بابرکات پر کہ آپ ﷺ نے بھی مسجد نبوی میں صفہ کو تعلیمی مرکز بنایا اور وہاں سے تعلیمی و تربیتی معارف کے ایسے جواہر تقسیم کئے کہ جو شاگرد آیا وہ انسانِ کامل بن کر نکلا، ربِ کائنات کی منشاد یکھیے!

فرشتوں کو دکھانا تھا۔ بشر ایسے بھی ہوتے ہیں،

گلشنِ نبوت (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے پھولوں کا تعارف

پھر آپ ﷺ کا فیضان معاشرے کے کسی ایک طبقے کو نہیں، بلکہ ہر بنی نوع انسان کو ملا، آیئے! اس گلشن کے پھولوں کا مختصر تعارف کرتے ہیں،

☆ ...... دیگر مذاہب کے کبار علماء جیسے:

☆ ...... یہود کے بڑے عالم عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ

☆ ......عیسائیوں کے پیشوا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ

☆ ......قبیلہ طے کے پادری تمیم داری رضی اللہ عنہ

☆ ......اور مجوسیوں میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جیسے جدی پشتی آتش کدہ جلانے والے۔

فیضانِ نبی ﷺ سے فیضیاب ہو کر دنیا کو فیضیاب کرتے ہیں۔

☆ ......کئی صحابہ دور دراز کے علاقوں سے آتے ہیں۔ جیسے:

☆ ......حبشہ سے بلال رضی اللہ عنہ آئے،

☆ ......روم سے صہیب رضی اللہ عنہ آئے،

☆ ......ایشیائے کوچک سے عداس رضی اللہ عنہ آئے،

اور آکر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خدام میں شامل ہو جاتے ہیں۔

☆ ...... بادشاہوں کا نظارہ دیکھئے:

☆ ......شاہِ دومۃ الجندل، اکیدر رضی اللہ عنہ

☆ ......شاہِ بحرین، عبفر رضی اللہ عنہ

☆ ......شاہ ابی سینا، صحم رضی اللہ عنہ

☆ ......شاہِ حمیر، ذوالکلاع رضی اللہ عنہ

☆ ......ملکِ یمن کے وائسرائے، باذان رضی اللہ عنہ اور

☆ ......ملکِ شام کے وائسرائے، فرودہ خزاعی رضی اللہ عنہ

آتے ہیں اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں میں شامل ہو جاتے ہیں۔

☆ ......شعر و ادب کی دنیا کے ماہرین پر نظر دوڑائیے:

☆ ......ابنِ زہیر جیسے سخن گستر

☆......نابغہ جیسے زبان آور

☆......کعب جیسے زمزمہ سنج اور

☆......حسان جیسے حقیقت پسند

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خوشہ چیں نظر آتے ہیں۔

☆......**شجاعت و بہادری کے پیکر**

☆......فاتحِ عراق، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

☆......فاتحِ شام، ابوعبیدہ اللہ رضی اللہ عنہ

☆......فاتحِ ایران، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور

☆......فاتحِ مصر، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ

درِ نبوت سے ہی ذوقِ خدائی لے کر نکلتے ہیں۔

☆......**جرأت و بے باکی میں:**

☆......ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ

☆......شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ

☆......عکرمہ کرز بن جابر الفہری رضی اللہ عنہ

☆......سہیل بن عمرو قرشی رضی اللہ عنہ

☆......ثمامہ بن اثال نجدی رضی اللہ عنہ

☆......اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ

☆......جیسے امیرِ جیش نظر آئیں گے،

☆......**فقراء اور غرباء کے طبقے کو دیکھیں:**

حضرت سالم رضی اللہ عنہ...... ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں۔ مگر راہِ ہجرت میں مہاجرین کے امام ہیں۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ...... غلام ہیں۔ مگر سریہ موتہ میں جعفر رضی اللہ عنہ کے اوپر تھے۔

صہیب رومی رضی اللہ عنہ...... غلام ہیں۔ مگر عہدِ فاروقی کے آخری دور میں مسجدِ نبوی کے امام ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبا سے یہ کام لیا، چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کی یہ جماعت ایک مقدس جماعت بن کر گزری اور آپ ﷺ کی تعلیمات نے ان کو انسان بنا کر رکھ دیا، یہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرتِ طیبہ کا کیا روشن باب ہے،

آج ہم بھی یہ عہد اور ارادہ کریں کہ ہم سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کریں گے اور ان کی تعلیمات کے مطابق زندگی کو بدلیں گے اور ایک اچھا انسان بن کر رہنے کی آئندہ کوشش کریں گے، اور ہم ایک معاشرے کا بہتر انسان اور گھر کا بہتر فرد بن کر زندگی گزاریں گے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کو پوری دنیا کے اندر پھیلائیں گے۔

نبی آتے رہے آخر میں نبیوں کے امام آئے
وہ دنیا میں خدا کا آخری لے کر پیغام آئے
پرِ پرواز بخشے اس نے ایسے آدمیت کو
ملائکہ رہ گئے پیچھے کچھ ایسے بھی مقام آئے
وہ آئے جب تو عظمت بڑھ گئی دنیا میں انساں کی
وہ آئے جب تو انساں کو فرشتوں کے سلام آئے
خدا شاہد ہے یہ ان کے فیضِ صحبت کا نتیجہ تھا
شہنشاہ گر پڑے قدموں میں جب ان کے غلام آئے

سیرت النبی......انسانیت کے لیے آسمان کے مانند

☆......مذہبی اداروں میں شخصیت پرستی کی بجائے خدا پرستی آپ نے سکھائی۔

☆......اعتقادات میں توہم پرستی کی بجائے حق پرستی کی بنیاد آپ نے ڈالی۔

☆......سائنس میں فطرت کو پوجنے کی بجائے اس کو مسخر کرنے کا سبق آپ نے دیا۔

☆......سیاست میں نسلی بادشاہت کی بجائے عوامی حکومت کا راستہ آپ نے دیا،

☆......علم کی دنیا میں خیال آرائی کے بجائے حقیقت نگاری کی طرح آپ نے ڈالی۔

☆......اور سماجی تنظیم کے لیے ظلم کے بجائے عدل کا باب آپ نے سکھایا۔

تو جس نے انسانیت کو ایسی اعلیٰ تعلیمات دی ہوں میرا دل کہتا ہے کہ میں اپنی زندگی کا رہبر و رہنما اسی شخصیت کو بناؤں۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک سیرت بنی نوعِ انسان کے لیے آسمان کے مانند ہے، آپ دنیا میں جہاں بھی کہیں ہوں، تھوڑا سا سر اٹھا کر اوپر دیکھیں تو آپ کو سر پر نیلا آسمان نظر آئے گا، جہاں بھی دنیا میں ہوں، مشرق میں...... مغرب میں...... شمال میں ...... جنوب میں ...... جہاں کہیں بھی ہوں، آپ کو نیلا آسمان نظر آئے گا، بالکل اسی طرح میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ انسانیت کے ناطے اپنی زندگی کی رہبر و رہنمائی کے لیے کسی کی طرف نظر اٹھاتا ہوں تو مجھے نبی علیہ السلام کی مبارک زندگی آسمان انسانیت نظر آتی ہے۔ آپ زندگی کے جس شعبے میں چاہیں آنکھ اٹھا کر دیکھیں، آپ کو نبی علیہ السلام کی مبارک مثالیں نظر آئیں گی۔

بحیثیت خاوند

ایک خاوند ہے، وہ چاہتا ہے کہ میں اچھا خاوند کیسے بنوں؟ ذرا آنکھ اٹھا کر سیرت کی طرف دیکھیے، اللہ کے حبیب ﷺ ایک کامیاب خاوند کی شکل میں اس کو نظر آئیں گے، محبت، پیار کی زندگی...... گھر والوں کے حقوق کو ادا کرنا...... گھر کے کاموں کے اندر دلچسپی لینا...... ان کو دین سکھانا...... ان کو اللہ کے قریب کرنا...... ایک کامیاب

شوہر کی جتنی ممکنہ خصوصیات ہیں وہ اللہ کے حبیب کے اندر بدرجہ اتم موجود ہیں،

بحیثیت والد

ایک والد کی حیثیت سے دیکھیے! نبی علیہ السلام نے اپنی اولاد کو کیا محبتیں دیں! سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے گھر میں چار روٹیاں بنائیں، ایک روٹی سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کھائی، ایک حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے، ایک سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اور ایک روٹی اپنے لیے بنائی، جب کھانے بیٹھیں اور ایک لقمہ منہ میں ڈالا تو خیال آیا: فاطمہ! تم کھانا کھا رہی ہو، پتہ نہیں تمہارے ابا حضور کو کھانے کو کچھ ملا بھی ہے یا نہیں ملا؟ تو انہوں نے روٹی کو آدھا آدھا کر دیا، آدھی روٹی خود کھائی اور آدھی روٹی کو اپنی چادر کے کونے میں باندھا اور نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں، محبوب ﷺ نے پوچھا: فاطمہ! کیسے آنا ہوا؟ اے اللہ کے حبیب ﷺ! میں کھانا کھا رہی تھی، دل میں خیال آیا کہ معلوم نہیں ابا حضور نے کچھ کھایا یا نہیں، چنانچہ آدھا کھانا میں نے خود کھایا اور بقیہ میں آپ کی خدمت میں ہدیہ لے کر آئی ہوں، نبی علیہ السلام نے وہ روٹی کا ٹکڑا لیا اور اس میں سے ایک لقمہ اپنے منہ میں ڈالا اور فرمایا: فاطمہ! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے، تین دن گزر چکے ہیں تیرے باپ کے منہ میں ایک لقمہ روٹی کا نہیں گیا، تو بحیثیت والد ایک مکمل زندگی نظر آتی ہے،

بحیثیت دوست

بحیثیت دوست کے دیکھیے! آپ ﷺ نے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ جس طرح نبھایا اور معاملہ کیا، اس میں ایک کامیاب دوست کی شکل نظر آتی ہے،

بحیثیت امیر

بحیثیت ایک امیر کے آپ کی مبارک زندگی کو دیکھیے کہ آپ نے اللہ کے قانون

کو کیسے سکھایا اور کیسے اس قانون کو لاگو کر کے دکھا دیا، ایک قبیلہ کی عورت چوری کرتی ہے تو بہت سفارشیں آتی ہیں، اللہ کے حبیبا نے خدا کے حکم کو لاگو کرنے میں کسی کی سفارش کو قبول نہ فرمایا۔

بندگی خدا

اگر ایک بندے کی حیثیت سے زندگی کو دیکھنا چاہیں کہ اللہ کا بندہ بن کر کون کیسے رہ سکتا ہے تو میرے آقا ﷺ کی مبارک زندگی کو دیکھ لیجیے سارا دن دین کے کاموں میں مشغول ہیں، جب رات آتی ہے تو مصلے پہ کھڑے ہو کر اتنی عبادت فرماتے ہیں حتی تورمت قدماہ ’’قدمین مبارک متورم ہو جاتے ہیں‘‘ سجدے میں سر ڈالتے ہیں، اتنا روتے ہیں کہ ریش مبارک تر ہو جاتی ہے، سجدے کی زمین تر ہو جاتی ہے، اللہ کے حبیبا نے اتنے لمبے سجدے فرمائے کہ ایک مرتبہ تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے شک ہونے لگا کہ کہیں روح پرواز تو نہیں کر گئی؟ میں اٹھی اور میں نے آپ ﷺ کے پاؤں مبارک کی انگلی کو تھوڑا سا پکڑا تو حرکت ہوئی تو مجھے یقین ہو گیا کہ نہیں نہیں، آپ ﷺ ابھی حیات ہیں، اللہ اکبر کبیرا...... اتنا لمبا سجدہ!!...... تو ایک بندے ہونے کی نظر سے دیکھیں تو بھی ایک کامل بندگی کی زندگی نظر آتی ہے،

گویا سیرت طیبہ نیلے آسمان کی طرح ہے، جو بندہ زندگی کے جس موڑ پہ ہے ذرا سیرت کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے، اللہ کے حبیب کی مبارک سیرت میں اس کو پوری روشنی نظر آئے گی۔

☆...... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

☆...... مذہبی اداروں میں شخصیت پرستی کے بجائے خدا پرستی کی تعلیم دی،

☆...... اعتقادات کو توہم کے بجائے حق پرستی کی بنیاد فراہم کی،

☆...... سائنس میں فطرت کی پرستش سکھانے کے بجائے اسے مسخر کرنے کا سبق دیا۔

☆......سیاسیات میں نسلی بادشاہت کے بجائے عوامی حکومت کا رستہ دکھایا،

☆......علم کی دنیا میں خیال آرائی کے بجائے حقیقت نگاری کی بنیاد ڈالی،

☆......سماجی زندگی میں ظلم کے بجائے عدل کے اوپر بنیاد رکھی۔

ان تمام تبدیلیوں کا مرکز ومحور کون ہے؟...... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک ذات ہے۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

پانچواں باب

عہدِ نبوی ﷺ میں

ایک یادگار مجلس کا تذکرہ

ایک یادگار مجلس کا تذکرہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ صحابہ کے درمیان بیٹھے تھے، اور اس میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ان کے چاروں یار بھی موجود تھے، باتوں باتوں میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تین پسندیدہ چیزوں کا ذکر فرمایا۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تین محبوب چیزیں

آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿حبب الی من دنیا کم ثلث﴾ (کشف الخفاء:۱/۳۴۰)

''تمہاری دنیا سے مجھے تین چیزیں اچھی لگتی ہیں''

ذرا غور کیجیے کہ آقا ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ مجھے اس دنیا سے بلکہ فرمایا: من دنیا کم تمہاری دنیا سے، جیسے اپنا تو کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا، واسطہ ہی نہیں ہوتا۔ اس سے اندازہ لگانا چاہیے کہ اللہ کے حبیب ﷺ کا دل اس دنیا سے کتنا کٹا ہوا تھا۔ تو فرمایا کہ مجھے تمہاری اس دنیا سے تین چیزیں اچھی لگتی ہیں۔

پہلی......خوشبو اچھی لگتی ہے،

دوسری چیز......نیک بیوی اچھی لگتی ہے،

اور تیسری چیز فرمائی......میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے،

ظاہر اور باطن کی پاکیزگی مقصود ہے

اب ذرا اس پر غور کیجیے کہ انسان جب اپنے بدن کو صاف کر کے خوشبو لگاتا ہے تو پورا بدن معطر ہو جاتا ہے، صاف ستھرا ہو جاتا ہے تو خوشبو ظاہر بدن کو پسندیدہ بنا دیتی ہے۔

دوسری بات ہے میاں بیوی کی، تو جو خاوند اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھتا، اٹھتا ہو اس کے ذہنی خیالات پاک ہو جاتے ہیں، اس کے ذہن میں یہ نفسانی، شیطانی، شہوانی خیالات نہیں رہتے، کیونکہ جب اس کی ضرورت ہو اس کے ساتھ اس کی بیوی موجود رہتی ہے، گویا بیوی کی وجہ سے انسان کی سوچ بھی پاک ہو جاتی ہے۔

اور تیسری چیز فرمائی: نماز، نماز سے انسان کا دل پاک ہو جاتا ہے، انسان کے دل کی ظلمت ختم ہو جاتی ہے، دل منور ہو جاتا ہے، دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے لبریز ہو جاتا ہے، اس لیے فرمایا:

﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ (العنکبوت:۴۵)

''نماز برائی اور فحش کاموں سے روک دیتی ہے''

تو غور کیجیے کہ یہ تین چیزیں اتنی اہم ہے کہ یہ انسان کے ظاہر و باطن کو پاک صاف کر دیتی ہیں۔

☆......خوشبو سے انسان کا جسم پاک صاف

☆......بیوی کی وجہ سے انسان کی سوچیں پاک

☆......اور نماز کی وجہ سے انسان کے معاملات بھی ٹھیک اور دل بھی پاک،

اس کو کہتے ہیں من بھی پاک ہو گیا، تن بھی پاک ہو گیا اور ایسے ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں، اس کی دلیل قرآن عظیم الشان میں سے یہ ہے کہ فرمایا:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ (البقرۃ:۲۲۲)

''بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے بھی محبت کرتا ہے اور پاک لوگوں سے بھی محبت کرتا ہے''

اب طہارت کا تعلق ظاہری جسم سے ہے اور توبہ کا تعلق انسان کے من کی پاکیزگی سے ہے، تو یہ بات سمجھ میں آئی کہ جو انسان ظاہر میں بھی پاکیزہ ہو جائے اور اس کا من بھی پاکیزہ ہو جائے تو وہ اللہ رب العزت کا پسندیدہ بندہ بن جاتا ہے۔

احکامِ شریعت انسان کے ظاہر و باطن کو پاک کرنے کے لیے ہیں

دین اسلام کا مقصد بھی یہی اور شریعت کا مطمع نظر بھی یہی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ﴾......(المآئدۃ:٦)

''اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر کوئی بوجھ نہیں رکھنا چاہتے، بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ تمہیں پاک کریں اور اپنی نعمتیں تمہارے اوپر کامل کر دیں''

تو جو شخص ظاہر و باطن میں پاک ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اس پر بارش کی طرح برستی ہیں۔ آپ کے پاس کوئی بندہ ایک پیالہ لائے جو میلا ہو اور گندہ ہو اور کہے جی کہ اس میں تھوڑا سا دودھ ڈال دیں تو آپ کہیں گے کہ بھئی! پہلے اس کو پاک صاف کر کے تو لاؤ میں گندے پیالے میں دودھ کیسے ڈالوں؟ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی گندے دلوں میں اپنی رحمتیں اور برکتیں نہیں ڈالتے، اپنی معرفت کو نہیں ڈالتے، ان کا بھی مطالبہ ہے کہ میرے بندو! تم اپنے دل کے برتن کو صاف کرو، اس لیے شریعت کے جتنے احکام ہیں وہ انسان کو ظاہر و باطن میں پاک کر دیتے ہیں، تو شریعت کے اوپر عمل کرنے والا انسان ظاہر میں بھی پاک، باطن میں بھی پاک اور ایسے بندے سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں۔ تو اللہ کے حبیب ﷺ نے ان تین باتوں میں پورے دین کو سمیٹ کے رکھ دیا۔

نماز اللہ کے خزانوں کی چابی

حب اللہ کے حبیب نے یہ بات فرمائی تو صحابہ رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے، وہ یہ بات

سن کر تڑپ گئے۔ اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ نماز اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے، نماز مومن کی معراج ہے۔ بلکہ یوں سمجھیے جیسے مختلف تالوں کو کھولنے کے لیے چابی ہوتی ہے تو نماز اللہ تعالیٰ کے خزانوں کے دروازے کھولنے کی چابی ہے۔

اللہ کے حبیبا نے بھی جب دنیا سے تشریف لے جانا تھا تو آپ امت کو بے سہارا چھوڑ کے نہیں گئے، حدیث پاک میں آتا ہے کہ ملک الموت آئے، عرض کیا کہ اے اللہ کے حبیب ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو یاد فرمایا ہے تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کہ ملک الموت! مجھے یہ پہلے پوچھ کہ بتا کہ میرے بعد میری امت کا کیا بنے گا؟

رب کریم نے فرمایا: اے میرے حبیب! ہم آپ کے بعد آپ کی امت کو تنہا نہیں چھوڑیں گے، جب نبی علیہ السلام کو تسلی ہوگئی تو پھر آپ نے لبیک کہہ کر اللہ کے پاس جانے کے لیے تیاری فرمائی۔

(احیاء علوم الدین: ۹/۳۸۶، المعجم الکبیر للطبرانی: ۳/۵۸ رقم ۲۶۷۷)

تو نبی علیہ السلام نے تسلی کی کہ اگر میرے بعد میری امت کو کوئی بھی ضرورت پیش آئے تو انہیں اللہ سے لینے کا طریقہ آتا ہو، اللہ سے لینے کے طریقے کا نام نماز ہے، اس لیے جو انسان اپنی نماز کو ذرا بنائے اور یقین کے ساتھ پڑھنا سیکھے، وہ دامن اٹھائے گا اللہ رب العزت اس کو بھر دیں گے، وہ جو چاہے مانگے اللہ عطا فرما دیں گے، اس لیے یہ نماز ''اللہ تعالیٰ کے خزانوں کی کنجی'' کہلاتی ہے، خوش نصیب ہے وہ مرد یا عورت جس کو نماز پڑھنے کا سلیقہ آجائے، جس کی نماز اللہ کے ہاں قبول ہو جائے وہ تو دنیا اور آخرت کے سب خزانوں کے دروازے کھلنے کی اہلیت پا گیا۔

نماز، محبوب کا تحفہ

اسی لیے یہ نماز اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمانوں پہ بلا کر تحفے کے طور پر عطا فرمائی، اب دیکھیں کہ گفٹ تو وہ چیز کی جاتی ہے جو بہت قیمتی ہو، تو یوں سمجھیے کہ اللہ

رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کو عرش پہ بلایا اور پھر زمین و آسمانوں کی کنجی نماز کو گفٹ کیا، اے میرے حبیب! اس نماز کو پڑھیے! امت کو سکھایئے! جب ضرورت ہو اس کنجی کو استعمال کر کے میرے خزانوں سے فائدے اٹھالیجیے، اس لیے کہتے ہیں کہ اللہ والوں کے ہاتھ اللہ کی جیب میں ہوتے ہیں کہ جن ان کو ضرورت ہوتی ہے وہ دو رکعت نفل پڑھتے ہیں۔ اللہ سے مانگتے ہیں، اللہ ان کی دعاؤں کو پورا فرما دیتے ہیں، تو یہ نماز ایک عجیب نعمت ہے۔

نبی علیہ السلام نے تین باتوں میں پوری داستان کو سمیٹ کے رکھ دیا کہ مجھے خوشبو پسند ہے، بیوی پسند ہے اور نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تین محبوب چیزیں

جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے، وہ تڑپ گئے اور کھڑے ہو کر کہنے لگے: اے اللہ کے حبیب ﷺ! مجھے بھی تین چیزیں بہت پسند ہیں، اس سے اندازہ لگایئے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نبی علیہ السلام کی بات پر کتنی جلدی (توجہ) کرتے تھے، تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، اے اللہ کے حبیب ﷺ! مجھے بھی اس دنیا میں تین چیزیں بہت اچھی لگتی ہیں،

پہلی چیز...... نبی علیہ السلام کے چہرۂ انور کو دیکھنا،

دوسری چیز...... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اپنا مال خرچ کرنا،

اور تیسری چیز...... کہ میری بیٹی آپ کے نکاح میں ہے،

(۱)...... نبی علیہ السلام کے چہرۂ انور کو دیکھنا

ان میں سے ایک آپ کے چہرۂ انور کو دیکھنا، سبحان اللہ! ایک عاشق صادق کی یہی پہچان اور شان ہوتی ہے کہ وہ محبوب کے چہرے کو تکتا ہی رہے اور صحابۂ

رضی اللہ عنہم تو نبی علیہ السلام کے عشاق تھے کائنات میں عشاق کی ایسی جماعت کبھی پیدا ہوئی۔ نہ پیدا ہوگی۔

نبی کے حسن و جمال پہ یہ ایسے عاشق تھے کہ بس ان کی زندگی کا سب سے بڑا کام محبوب کے چہرۂ انور کا دیدار کرنا تھا۔

وہ چہرۂ انور جس کو اللہ رب العزت نے قرآن میں وَالضُّحٰی فرمایا،

وہ زلف جنہیں اللہ رب العزت نے وَالَّیْلِ فرمایا،

جس چہرۂ انور کو خود اللہ رب العزت بڑی محبت کے ساتھ دیکھا کرتے تھے،

اس چہرۂ انور کو دیکھنا صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے سب سے بڑی نعمت ہوا کرتی تھی،

شوق زیارت کی فضیلت

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''جس نے ایک مرتبہ محبت کی نظر سے میرے چہرے کو دیکھا، اللہ رب العزت اس کے اوپر جہنم کی آگ کو حرام فرما دیتے ہیں'' (کنز العمال: ۱۱/ ۵۳۱)

وہ چہرۂ انور جس کو صحابہ محبت سے دیکھتے تھے، ؎

اے چہرۂ زیبائے تو رشک بتان آذری
ہر چند وسود می کنم درحسن زاں بالاتری
آفاقہا گر دیدہ ام مہرِ بتاں درزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام اما تو چیزے دیگری

''اے اتنے خوبصورت چہرے والے کہ جس پر بتانِ آذری بھی رشک کھاتے ہوں، میں نے جتنی تحقیق کی آپ کا حسن سب سے بڑھ کر پایا، میں کئی جہانوں میں پھر اور کتنے ہی حسینوں کو دیکھا، سب ایک سے بڑھ کر ایک تھے لیکن تیرا حسن کچھ اور ہی چیز ہے''

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بے مثال سعادت

اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تو عاشق صادق تھے، عشق کے میدان میں وہ سب صحابہ سے بازی لے گئے تھے، اس لیے ان کے حالاتِ زندگی میں لکھا ہے کہ نبی علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کے سفر کے لیے گئے تو غارِ ثور میں پہنچ کر انہوں نے کہا: اے اللہ کے حبیب ﷺ! آپ تھوڑی دیر باہر انتظار کر لیجیے! میں پہلے غار میں جاتا ہوں، صفائی کر لیتا ہوں، ممکن ہے کوئی جاندار، کوئی کیڑا مکوڑا ہو جو آپ کو تکلیف پہنچائے، چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے، اندر انہوں نے موٹی صفائی کر دی، کچھ سوراخ تھے، ان سوراخوں کو بند کر دیا، ایک بچ گیا تھا، انہوں نے سوچا کہ اس کو تو میں اپنے پاؤں سے بھی بند کر لوں گا، پھر عرض کیا: اے اللہ کے حبیب ﷺ! آپ اندر تشریف لائیے، نبی علیہ السلام چونکہ ساری رات جاگتے رہے تھے، تھکاوٹ تھی، آپ آرام فرمانا چاہتے تھے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی گود پیش کی کہ اے اللہ کے حبیب ﷺ! تکیے کے طور پر یہ قبول فرما لیجیے! محبوب کائنات نے اپنا سر مبارک ان کی گود میں رکھا اور لیٹ گئے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہ خوش نصیب ہیں کہ غار کی تنہائی ہے اور اپنے محبوب ﷺ کے دیدار میں لگے ہوئے ہیں، آج دنیا چاہتی ہے کہ ہمیں اپنے محبوب کے ساتھ تنہائی کا وقت ملے، ہم ہی ہم ہوں، تیری محفل میں کوئی اور نہ ہو، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قسمت دیکھیے کہ اللہ رب العزت نے ان کو یہ موقع عطا کیا کہ غار کی تنہائی ہے اور اس میں محبوب کا چہرۂ انور سامنے ہے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بیٹھے دیکھ رہے ہیں۔

اسی دوران سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو کسی سانپ نے ڈسا اور اس کی وجہ سے تکلیف ہوئی، اس تکلیف کی وجہ سے طبعاً آنکھوں سے آنسو ٹپکے، ایک آنسو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرۂ انور پر بھی آ گرا، نبی علیہ السلام بیدار ہوئے، فرمایا: ابوبکر! ابوبکر! کیوں روتے ہو؟ تمہاری گود میں میرا سر ہے، کائنات کے سردار کا سر مبارک ہے،

اتنی بڑی نعمت تمہیں ملی ہے، تم کیوں روتے ہو؟ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے حبیب ﷺ! مجھے اس طرح تکلیف ہوئی اور آنسو نکل آیا (کتاب الرقۃ لابن قدامہ المقدسی)

اس آنسو کے نکلنے پر شاعر نے عجیب بات کہی، کہتے ہیں: ؎

آنسو گرا ہے روئے رسالت مآب پر
قربان ہونے آئی ہے شبنم گلاب پر

کہ جس طرح گلاب کے پھول پر صبح کے وقت شبنم کا قطرہ ہوتا ہے، اے اللہ کے حبیب ﷺ! آپ کا چہرہ گلاب کے مانند تھا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا آنسو شبنم بن کر گرا، سبحان اللہ!

آج تو جو عشاق ہوتے ہیں وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہم بیٹھ کر اپنے محبوب کا چہرہ دیکھتے رہیں، یہ لوگ کتاب بھی اگر کھول کر بیٹھتے ہیں تو انہیں محبوب کا چہرہ نظر آتا ہے، شاعر نے کہا: ؎

کتاب کھول کے بیٹھوں تو آنکھ روتی ہے
ورق ورق تیرا چہرہ دکھائی دیتا ہے

مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قسمت کو دیکھیے! ان کے سامنے کتاب نہیں، ان کے سامنے تو محبوب کا حقیقی چہرہ موجود تھا اور وہ بیٹھے اس کو دیکھ رہے تھے،

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا رشک

یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زندگی کے وہ لمحات تھے کہ جن کے بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی رشک کرتے تھے، وہ فرماتے تھے: ابوبکر! عمر کی ساری زندگی کی نیکیوں کو لے لو غارِ ثور کی تین راتوں کی نیکیاں مجھے دے دو، مگر اللہ رب العزت نے یہ سعادت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قسمت میں لکھی تھی، آقا کے دیدار سے اپنی آنکھ دل کو ٹھنڈا کرنا سیدنا

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سب سے پسندیدہ کام تھا۔

(۲)...... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اپنا مال خرچ کرنا

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دوسری بات ارشاد فرمائی: آپ پر اپنے مال کو خرچ کرنا، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کے حکم پر کتنا مال خرچ کر دیتے تھے، کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بیٹھے رو رہے ہیں، پوچھنے والے نے پوچھا: ابوبکر! کیوں روتے ہو؟ کہنے لگے: اس لیے کہ میرے پاس کچھ مال ہے، میں وہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں، مگر دینے والا ہو ہاتھ اوپر کہا جاتا ہے، لینے والا ہاتھ نیچے سمجھا جاتا ہے، تو میں مال دے کر نبی علیہ السلام کی بے ادبی نہیں کرنا چاہتا، میں اللہ سے دعائیں مانگ رہا ہوں، اے اللہ! میرے آقا کے دل میں ڈال دیجیے! وہ ابوبکر کے مال کو اپنا مال سمجھ کے خود ہی خرچ فرمالیں، نہ انہیں لینا پڑے، نہ مجھے دینا پڑے، دعا قبول ہو گئی، (عشق نبوی کے ایمان افروز واقعات، ص ۴۹)

چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مال کو اس طرح خرچ فرماتے تھے، جیسے ذاتی مال کو کوئی خرچ کرتا ہے، اس لیے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جب موقع ملتا تھا، اپنا مال اللہ کے حبیب ﷺ کے سامنے پیش کر دیتے تھے،

صدیق رضی اللہ عنہ کو خدا کا رسول بس

ایک دفعہ نبی علیہ السلام نے خود فرمایا کہ تم اللہ کے راستے میں مال جمع کرو، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آدھا مال لے کر آئے، آدھا گھر والوں کے لیے چھوڑ آئے، جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے، نبی علیہ السلام نے پوچھا: ابوبکر! کیا لائے؟ اے اللہ کے حبیب ﷺ! جو کچھ گھر میں تھا سب لا کر آپ کے قدموں میں ڈال دیا، ابوبکر! گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ عرض کیا: اللہ کے حبیب ﷺ! ان کے لیے اللہ اور ان کے

رسول کو چھوڑ آیا ہوں،

پروانے کو شمع اور بلبل کو پھول بس
صدیق کو خدا کا رسول بس

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اللہ رب العزت کا سلام

یہ وہ وقت تھا جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا لباس بھی اس مال میں شامل کر دیا تھا اور خود ایک ٹاٹ کا بنا ہوا لباس پہن لیا، جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ مال اللہ کے حبیب ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو حدیث پاک میں آتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے، سلام کیا، دیکھا کہ جبرائیل علیہ السلام نے بھی اسی طرح ٹاٹ کا لباس پہنا ہے جس طرح کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پہنا ہوا ہے، پوچھا: جبرائیل! یہ کیا معاملہ ہے؟ عرض کیا: اے اللہ کے حبیب! آج ابوبکر کا یہ عمل اللہ کو اتنا پسند آیا کہ آسمان کے فرشتوں کو حکم ہوا ہے کہ تم بھی وہی لباس پہنو جو ابوبکر نے پہنا ہوا ہے، (تاریخ الخلفاء للسیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

وہ عمل کرتے تھے۔ عرش والے پروردگار کو اتنا پسند آتے تھے، پھر اس کے بعد انہوں نے کہا: اے اللہ کے حبیب ﷺ! اللہ رب العزت نے ابوبکر کی طرف سلام بھیجے ہیں، کیا مبارک قسمت ہے ان ہستیوں کی کہ دنیا میں جن کو رب کی طرف سے سلام آیا کرتے تھے! وہ اتنا مال اللہ کے حبیب ﷺ کے قدموں میں لا کر نچھاور کر دیتے تھے، اس لیے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں نے دنیا میں سب کے احسانات کا بدلہ دے دیا، ابوبکر! تیرے احسانات کا بدلہ قیامت کے دن اللہ دے گا۔

(۳) بیٹی کا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نکاح میں ہونا

اور تیسرا فرمایا کہ میری بیٹی آپ کے نکاح میں ہے، یہ چیز بھی مجھے بہت پسند ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نوعمری ہی میں نبی علیہ السلام کے ساتھ ہو گیا تھا، گویا ان کی

ساری زندگی نبی علیہ السلام کی خدمت میں گزری، ان کی تعلیم وتربیت خانہ نبوت میں ہوئی، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس بات کو اپنی بہت بڑی سعادت سمجھتے تھے،

توجہات کا مرکز نبی علیہ السلام کی ذات

اب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی محبوب چیزوں کو دیکھیں کہ

☆...... مال پیش کر دینا،

☆...... اولاد کو بھی پیش کر دینا،

☆...... اور اپنا پورا وقت محبوب ﷺ کے چہرے کے دیدار میں لگا دینا،

یوں لگتا ہے کہ نبی علیہ السلام کی ذاتِ بابرکات ان کی توجہات کا مرکز ومحور تھی، یہی عاشق صادق کی پہچان ہوا کرتی ہے، تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس میں سب سے آگے نکل گئے، سب سے بازی لے گئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تین محبوب چیزیں

اب جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی یہ تین محبوب چیزیں بتائیں تو یہ سننے کی دیر تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا، وہ بھی کھڑے ہو گئے، کہنے لگے: اے اللہ کے حبیب ﷺ! مجھے بھی اس دنیا میں تین چیزیں بہت محبوب ہیں، پوچھا: کون کون سی؟ فرمایا:

پہلی چیز...... امر بالمعروف کرنا،

دوسری...... نہی عن المنکر کرنا،

تیسری چیز...... سادہ لباس پہننا،

(۱)...... امر بالمعروف کرنا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی پہلی محبوب چیز فرمائی: امر بالمعروف کرنا، یعنی

نیکی کا حکم کرنا، یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خاص عادت تھی وہ ہر کسی کو نیکی پر کھڑا کر دیتے تھے، اور سستی نہیں آنے دیتے تھے، دین میں کسی کو پیچھے ہٹنے نہیں دیتے تھے، ان کا درہ مشہور ہے کہ خود بھی اللہ کے دین پر جمے رہتے تھے اور دوسروں کو بھی جمنے کی تلقین کرتے تھے۔

ان کے ایک ایک حکم پر کیسے عمل ہوتا تھا اس کی مثال دیکھ لیجئے کہ جب مسلمانوں کی فتوحات خوب بڑھ گئیں تو کچھ دیر ایسی بھی گزرتی تھی کہ جب مجاہدین کو کوئی کام نہیں ہوتا تھا، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے امیر لشکر کے نام ایک خط لکھا اور کہا: قرآن مجید کے بہت سارے حفاظ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے، اب حفاظ کم نظر آتے ہیں، لہٰذا اگر کوئی ایسا وقت ہو کہ یہ فوجی لوگ اپنی چھاؤنیوں میں ٹھہرے ہوئے ہوں اور کوئی ایسا خاص کام بھی نہ ہو تو ان کو کہو کہ یہ قرآن مجید کو یاد کیا کریں، عمر رضی اللہ عنہ کے ایک فرمان پر ہزاروں صحابہ نے قرآن مجید کو یاد کر لیا، ان کی ایک بات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں کو اس طرح متوجہ کر رکھا تھا کہ وہ قرآن مجید کے حافظ بن جاتے تھے،

(۲)......نہی عن المنکر کرنا

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دوسری بات فرمائی: نہی عن المنکر کرنا، برائی سے روکنا، عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود بھی رکتے تھے دوسروں کو بھی روکا کرتے تھے،

ان کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ان کے بیت المال میں خوشبو آئی جو لوگوں میں تقسیم کرنی تھی، ان کی بیوی صاحبہ نے کہا کہ میں اس خوشبو کو تقسیم کر دیتی ہوں، انہوں نے فرمایا کہ نہیں کوئی اور تقسیم کرے، بیوی نے کہا کہ مجھ پر اعتماد نہیں کہ میں ٹھیک تقسیم کروں گی؟ فرمایا نہیں: ایسی بات نہیں، البتہ یہ ہے کہ جب تم تقسیم کرنے لگو گی تو اس وقت تمہارے ہاتھوں پر جو خوشبو لگے گی تو وہ حصہ تو تمہارے پاس آ جائے گا، میں بیت المال سے اتنا بھی فائدہ نہیں لینا چاہتا، سبحان اللہ، یہ ان کا تقویٰ تھا، خدا خوفی تھی، (الزھد لاحمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: ص ۴۹)

ایک دفعہ علی رضی اللہ عنہ ان سے ملنے کے لیے آئے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے امورِ خلافت کا کام کر رہے تھے، دروازہ کھٹکھٹایا گیا، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھولا، وہ آئے اور بیٹھ گئے، پوچھا: بھائی علی! کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے کہا: میں آپ سے کوئی ذاتی مشورہ کرنے آیا ہوں، دوبارہ پوچھا: امورِ خلافت کا کام ہے، یا ذاتی بات ہے؟ انہوں نے کہا: ذاتی (پرسنل) بات ہے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پھونک مار کر چراغ بجھا دیا، اندھیرا ہو گیا، علی رضی اللہ عنہ حیران ہوئے کہ اے عمر! مہمان کے آنے پر چراغ جلایا کرتے ہیں، چراغ بجھایا تو نہیں کرتے، یہ سن کر انہوں نے جواب دیا: بھائی علی! آپ نے بالکل سچ کہا، لیکن مجھے اور آپ کو یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم ذاتی باتیں کریں اور بیت المال کے پیسے کا تیل جلتا رہے، سبحان اللہ! جو اتنے امین تھے، بیت المال کے ایک ایک پیسے کا اتنا خیال کیا کرتے تھے تو وہ اپنے آپ کو بھی گناہوں سے روکتے تھے، دوسروں کو بھی گناہوں سے روکتے تھے،

(حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پسندیدہ واقعات: ص ۱۰۴)

(۳)......سادہ لباس پہننا

اور تیسری بات انہوں نے فرمائی: سادے کپڑے پہننا، عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ نے اتنی فتوحات دی تھیں کہ اگر وہ چاہتے تو بیت المال سے اپنا بہت سارا روزینہ متعین کر سکتے تھے، مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا، معمولی رقم لیتے تھے جس میں مشکل سے گزارا ہوتا تھا، حتیٰ کہ وہ لباس پہنتے تھے تو بہت سادہ لباس ہوتا تھا،

ان کے لباس کی حالت بھی عجیب رہی کہ جب مسلمانوں نے بیت المقدس کو فتح کرنے کا ارادہ کیا، تو محاصرہ کر لیا، جو یہودی اس وقت وہاں تھے انہوں نے کہا کہ ہمارے علما تمہارے سپہ سالار سے بات کرنا چاہتے ہیں، سپہ سالار نے پوچھا: کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ دیکھو! ہم اہلِ کتاب ہیں، ہماری کتابوں میں اس پیغمبر آخر الزماں کا حلیہ مبارک موجود ہے اور ان کے صحابہ کی بھی نشانیاں موجود ہیں اور یہ بھی بتایا گیا

کہ بیت المال کون فتح کرے گا؟ تم اپنے امیر المومنین کو بلاؤ! ہم اگر ان کے اندر یہ نشانیاں پائیں گے ہم بغیر لڑے چابیاں ان کے حوالے کردیں گے، اور اگر نہیں پائیں گے تو تم ایڑی چوٹی کا زور لگا لینا، بیت المقدس کو فتح نہیں کرسکو گے، امیر لشکر نے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ آپ تشریف لائیے،

عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس کے لیے روانہ ہوئے، جب چلے تو سادہ کپڑے تھے، چمڑے کا پیوند بھی لگا ہوا تھا، اور اپنے غلام کو ساتھ لیا، صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بعض نے کہا کہ آپ اسلام کے نمائندہ بن کر جارہے ہیں اور آگے کفار کے بڑے بڑے لوگ ہوں گے، تو بہتر ہے آپ اچھا لباس پہن لیں اور اونٹ کے بجائے گھوڑے کی سواری کرلیں، عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے کہنے پر ایسا کر تو لیا، لیکن جب چند قدم اٹھائے تو رک گئے، فرمانے لگے: میں اپنے دل کی کیفیت میں تغیر محسوس کررہا ہوں، وہی کپڑے بدل کر پرانا لباس پہن لیا اور اونٹ کے اوپر سواری کرلی، غلام کو ساتھ لے لیا، راستے میں غلام کے ساتھ یہ طے پایا کہ ایک منزل میں سواری کروں گا، تم پیدل چلنا، اگلی منزل میں پیدل چلوں گا تم سواری کرلینا، سبحان اللہ! یہ اس زمانے کے مالک اور غلام کا تعلق ہوتا تھا، ان کے دلوں میں انسانوں کی اتنی ہمدردی ہوا کرتی تھی کہ ہر چیز کو شیئر کیا کرتے تھے،

وہ باری باری سواری پر بیٹھتے رہے، اللہ کی شان جب آخری منزل آئی تو غلام کے سوار ہونے کا وقت تھا، عمر کے پیدل چلنے کا وقت تھا، غلام نے عرض کیا: میں اپنی باری آپ کو دیتا ہوں، آپ سواری پر بیٹھ جائیے، چونکہ سامنے لوگ موجود ہوں گے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: ایسا ہرگز نہیں ہوگا، چنانچہ اس حال میں وہاں پہنچے کہ امیر المومنین تو نکیل پکڑے چل رہے ہیں اور ان کا غلام اونٹ کے اوپر سوار ہے اور امیر المومنین کے جسم پر جو کپڑے ہیں ان میں کئی پیوند ہیں جن میں ایک پیوند چمڑے کا بھی لگا ہوا ہے، جب انہوں نے اپنی کتابیں نکال کر دیکھیں تو تورات اور انجیل کے اندر یہی نشانیاں تھیں کہ نبی علیہ السلام کے جو خلیفہ بنیں گے وہ جب بیت المال کو فتح کریں گے تو وہ اس حلیے میں آئیں گے، ان کو دیکھ کر یہودی علما نے

کنجیاں خود بخود ان کے حوالے کردیں اور بیت المقدس فتح کرنے کی سعادت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حصے میں آگئی، (فتوح الشام)

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تین محبوب چیزیں

جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی تین محبوب چیزیں بیان فرمائیں تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی تڑپ گئے، کہنے لگے: اے اللہ کے حبیبا! مجھے بھی تین چیزیں بہت پسند ہیں، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کون سے چیزیں؟ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے حبیب ﷺ!

پہلی چیز...... بھوکوں کھانا کھلانا،

دوسری چیز...... ننگوں کو کپڑا پہنانا،

اور تیسری چیز فرمائی...... قرآن مجید کی تلاوت کرنا،

(۱)...... بھوکوں کو کھانا کھلانا

انسان کو اگر اللہ تعالیٰ مال عطا کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ غریبوں میں بھی تقسیم کرے اور محتاجوں کو بھی دے، ضرورت مندوں کی بھی مدد کرے، چنانچہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا محبوب مشغلہ یہ تھا کہ وہ بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے،

مشہور حدیث مبارکہ کہ عید کا دن تھا، اللہ کے پیارے حبیبا اپنے گھر سے تیار ہو کر عید کی نماز پڑھنے کے لیے جانے لگے تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے حبیب ﷺ! آج عید کا دن ہے ہمیں کچھ پیسے دے دیجیے، ہم چیزیں منگائیں اور کچھ کھانا پکائیں، آج مکہ کی بیوائیں اور یتیم آئیں گے، ہم خود بھی کھائیں گے، ان کو بھی کھلائیں گے، نبی علیہ السلام نے فرمایا: عائشہ! اس وقت تو میرے پاس کچھ بھی نہیں جو میں تمہیں دے سکوں، وہ خاموش ہوگئیں، نبی علیہ السلام عید کی نماز پڑھانے کے لیے تشریف لے گئے، جب عید کی نماز پڑھ کر آئے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ گھر کے اندر کھانا بھی پکا ہوا ہے اور مدینہ کے یتیم اور بیوائیں بھی آکر کھا رہی ہیں، تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

حیران ہوکر پوچھا: عائشہ! یہ کھانا کیسے بنایا؟ عرض کیا: اللہ کے حبیب ﷺ! جب آپ ﷺ نماز کے لیے تشریف لے گئے تو تھوڑی دیر کے بعد عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آپ کی ہر زوجہ کے حصے میں ایک اونٹ سامان سے لدا ہوا بھیجا، یہ بیٹے کی طرف سے اپنی ماؤں کو ہدیہ تھا، ہم نے ان اونٹ کے سامان میں سے چیزیں لیں، خود بھی کھا رہے ہیں، ان یتیموں بیواؤوں کو بھی کھلا رہے ہیں، یہ سن کر نبی علیہ السلام کا دل بہت خوش ہوا اور محبوب ﷺ نے دعا دی:

یارحمن !سهل الحساب علی عثمان

''اے رحمن! قیامت کے دن عثمان کے اوپر حساب کو آسان کر دینا''

یہ وہ مبارک حضرات تھے جن کو محبوب کی دعائیں ملتی تھیں،

تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ایک خاص پسندیدہ بات یہ تھی کہ آپ بھوکوں کو کھانا کھلایا کرتے تھے۔

(۲)......ننگوں کو کپڑا پہنانا

دوسری بات فرمائی: ننگوں کو کپڑے پہنانا، یعنی اگر کسی کے کپڑے پھٹے ہوں تو اس کو کپڑا ہدیہ کر دینا، یا کسی کے پاس کپڑے بنوانے کی استطاعت نہ ہو، اس کو کپڑے منگا کر دینا، آج کی مسلمان عورتیں اپنے کپڑوں کو اللہ کے راستے میں غریبوں کو صدقہ ہی نہیں کرتیں، اس کی اہمیت کا اندازہ نہیں کہ کسی مسلمان کے جسم کی ستر پوشی کریں گے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہماری ستر پوشی کریں گے،

ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک جنگ میں فتح حاصل ہونے کے بعد بہت سے کفار کو گرفتار کیا گیا پھر ان کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے پیش کیا گیا، ایک عورت ایسی تھی کہ اس کا بیٹا گم ہو گیا تھا، وہ تلاش کرتی پھر رہی تھی، چنانچہ بچے کے پیچھے اتنی وہ دیوانی بن گئی تھی کہ ننگے سر اچانک نبی علیہ السلام کے سامنے آ گئی، اللہ کے حبیب نے دور سے دیکھا، اپنے صحابہ کو بلایا اور فرمایا: یہ میری چادر لے کر جاؤ اور اس لڑکی کا سر ڈھانپ دو،

صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے حبیب ﷺ! یہ تو کافرہ لڑکی ہے، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اگر چہ کافرہ ہے مگر کسی کی تو بیٹی ہے، تو اس کا سر چھپائے گا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے قیامت کے دن تمہارے گناہوں پر رحمت کی چادر ڈال دیں گے، تو اللہ کے حبیب ﷺ بھی لوگوں کے جسم کی ستر پوشی فرماتے تھے، اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو یہ بات بہت پسند تھی۔

(۳)......قرآن مجید کی تلاوت کرنا

اور تیسری بات فرمائی کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جامع القران تھے اور ناشر القرآن تھے، انہوں نے قرآن مجید کو پوری دنیا کے اندر بھجوا کر تقسیم کر دیا، اللہ رب العزت نے ان سے کام لیا، چنانچہ وہ قرآن مجید کی بہت تلاوت کرتے تھے، حتیٰ کہ عین شہادت کے وقت بھی وہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے، بلکہ ان کے خون کا چھینٹا قرآن مجید کے اوپر آ کر گرا، اور جس لفظ پر گرا وہ لفظ تھا فسیکفیکھم اللہ کہ ان کے لیے اللہ کافی ہے،

ہر انسان جو دنیا میں شہید ہوتا ہے کسی کی گواہی پتھر دے گا، کسی کی گواہی مٹی دے گی، کسی کی گواہی کوئی اور چیز دے گی، عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سعادت دیکھیے، قیامت کے دن اللہ کا قرآن ان کی شہات کی گواہی دے گا، یہ درجہ تھا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا:

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قول مشہور ہے، فرماتے تھے کہ اگر دلوں کے اوپر ظلمت نہ ہوتی تو قرآن مجید پڑھنے سے انسان کا دل کبھی بھر ہی نہیں سکتا تھا، واقعی! بات ٹھیک ہے، آج ہمارے دلوں میں ظلمت ہوتی ہے، قرآن پڑھنے کو دل نہیں چاہتا، پڑھنے لگتے ہیں، ایک صفحہ پڑھ کر تھک جاتے ہیں، کتنے لوگ ہیں جو روزانہ ایک پارہ پڑھتے ہوں؟ بہت کم ہوں گے، تین تین گھنٹے بیٹھ کر مووی فلم دیکھنا لوگوں کے لیے آسان ہوتا ہے، قرآن مجید کو پندرہ منٹ بھی پڑھنا مشکل ہوتا ہے، اس کی بنیادی وجہ کیا ہے؟ دلوں کے اندر ظلمت ہے، اگر یہ دل دھل جاتے تو قرآن مجید کے پڑھنے سے دل کبھی نہ بھرتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تین محبوب چیزیں

جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ بات کہی تو علی رضی اللہ عنہ کہاں پیچھے رہنے والے تھے، انہوں نے بھی کھڑے ہوکر عرض کیا: اے اللہ کے حبیب ﷺ! مجھے بھی تین چیزیں بہت اچھی لگتی ہیں، پوچھا: آپ کو کونسی تین چیزیں اچھی لگتی ہیں؟ فرمایا:

پہلی چیز...... مہمان نوازی کرنا۔

دوسری چیز...... گرمی کے روزے رکھنا۔

اور تیسری چیز...... اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔

(۱)...... مہمان نوازی کرنا

ان میں سے پہلی بات مہمان نوازی کرنا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کتنے مہمان نواز تھے حیرانی ہوتی ہے، سائل کو منع نہیں کرتے تھے مہمان کا اکرام کیا کرتے تھے،

حدیث پاک میں آتا ہے:

﴿من كان يؤمن بالله واليوم الاخر فليكرم ضيفه﴾

(بخاری، رقم: ۶۱۳۵)

''جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور قیامت کے دن کے آنے پر یقین رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ مہمان کی مہمان نوازی کرے''

اللہ رب العزت نے اس میں بڑی برکت عطا کی ہے، لہٰذا مہمان نوازی کرنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا محبوب کام تھا۔

اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ سیرت کی کتب میں ایک واقعہ لکھا ہے ،ایک مرتبہ آپ کے ہاں مہمان آیا جو یہودی تھا، آپ نے اسے ٹھہرالیا، رات کو جب کھانے کا وقت آیا تو آپ نے اس کے سامنے بہت سارا کھانا لاکر رکھا کہ جتنی بھوک ہوگی یہ کھالے گا، اس اللہ کے بندے نے اتنا کھایا، اتنا کھایا کہ خوب سیر ہوگیا، حتی

کہ جب رات ہوئی تو وہ سویا پیٹ خراب ہوگیا، اور صبح فجر کے وقت اس کے جسم سے نجاست خارج ہوئی، یوں سمجھئے کہ اس نے پاخانہ کردیا، کپڑے بھی خراب ہو گئے اور بستر بھی خراب ہوگیا تو وہ چپکے سے اٹھ کر بھاگ گیا کہ شرمندگی نہ اٹھانی پڑے، باہر جاکر جہاں پانی تھا وہاں اس نے کپڑے دھوئے، بدن دھویا، صاف ستھرا ہوا، پھر اپنے گھر آنے لگا تو اس کو پتہ چلا کہ اوہو! میں تو فلاں چیز وہیں بستر پر بھول آیا ہوں، تو وہ واپس لینے کے لیے آیا، یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ اللہ کے حبیبا خود اپنے مبارک ہاتھوں سے وہ جو نجس بستر تھا اس کو دھو رہے تھے، وہ حیران رہ گیا کہ ان کے دل میں مہمان نوازی کی کیا قدر ہے!! تو اس عمل کو دیکھ کر وہ یہودی مسلمان ہو جاتا ہے، تو اللہ کے حبیب ﷺ جو کونین کے والی تھے، وہ اگر ایک مہمان کا پاخانہ بھی نکل جاتا ہے اور بستر آلود ہو جاتا ہے، ناپاک ہو جاتا ہے تو اپنی بیوی کو نہیں کہتے کہ اس کو دھودو، مہمان کی نجاست کو مبارک ہاتھوں سے خود دھوتے ہیں، محبوب ﷺ نے مثال قائم کردی کہ لوگو! مہمان کا اتنا حق ہوا کرتا ہے،

(۲)......گرمی کے روزے رکھنا

اور دوسری بات فرمائی کہ گرمی کے روزے رکھنا، یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک محبوب عمل تھا، گرمی کے موسم میں پیاس بھی زیادہ ہوتی ہے، بھوک بھی ہوتی ہے، اس لیے کہ دن لمبے ہوتے ہیں، مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ان گرمی کے دنوں میں روزے رکھنے کا مزا آتا تھا۔

اور ان کے روزوں کا تذکرہ تو قرآن مجید میں بھی آیا ہے، آپ نے قرآن مجید میں پڑھا ہوگا جس کی تفسیر یہ ہے کہ ایک مرتبہ حسنین کریمین سیدنا حسین اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہما دونوں بیمار ہوگئے، شہزادوں کو بخار آگیا، اترتا نہیں تھا، سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے منت مانگ لی کہ اگر ان بچوں کا بخار ٹھیک ہوجائے گا تو ہم تین دن روزے

رکھیں گے، اللہ نے بچوں کو شفا عطا فرمادی، علی رضی اللہ عنہ نے اور فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے روزے رکھے۔ جب پہلا روزہ رکھا افطاری کے وقت کچھ تھوڑا سا سامان تھا جس سے افطاری کا ارادہ تھا تو انہوں نے دیکھا کہ اس وقت ایک دروازہ کھٹکھٹانے والے نے دروازہ کھٹکھٹا یا، پوچھا کون ہے؟ کہنے لگا: میں مسکینِ مدینہ ہوں، بھوکا ہوں، اس دروازے پہ آیا ہوں کہ مجھے ضرور کچھ نہ کچھ مل جائے گا، میاں بیوی دونوں ایک دوسرے سے مشورہ کرتے ہیں، ہم پانی سے روزہ افطار کرلیں گے، کھانا اس کو دے دیتے ہیں، چنانچہ کھانا اس کو دے دیا گیا، سحری بھی پانی کے ساتھ کرلی گئی، اب اگلے دن علی رضی اللہ عنہ نے کچھ محنت مزدوری کی تو افطاری کے لیے کچھ پیسے مل گئے، جب کھانا تیار کیا، عین افطاری کے وقت سے تھوڑا پہلے، ایک آدمی نے دروازہ کھٹکھٹایا، پوچھا: کون ہو؟ کہنے لگا: میں یتیم مدینہ ہوں، بھوکا ہوں، آیا ہوں کہ کچھ کھانے کو مل جائے، میاں بیوی دونوں نے اپنا کھانا اس یتیم کو دے دیا، دوسرے دن بھی پانی سے افطار کرلیا، پھر اگلی سحری بھی پانی سے کی، جب تیسرا دن ہوگیا تو بھوک کی انتہا تھی کہ کچھ کھائے پیئے بغیر تین دن گزر گئے تھے، جب افطاری کے وقت کچھ تھوڑا بہت انتظام ہوا، پھر ایک آدمی آیا، دروازہ کھٹکھٹا کر کہنے لگا: میں ایک قیدی ہوں، کھانے کے لیے آیا ہوں، انہوں نے پھر اپنا کھانا ان کو دے دیا، قرآن مجید نے ان کے اس واقعے کو قرآن کا حصہ بنادیا: (التفسیر المظھری: ۷/۳۰۹)

﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا﴾

ذرا غور کیجیے کہ علی رضی اللہ عنہ کی بھوک تو مٹ ہی گئی، لیکن ان کے واقعے کا تذکرہ آج بھی ہماری زبانوں پر ہے اور اللہ کے قرآن کا حصہ بھی بن گیا، کل جنت میں قرآن کی تلاوت ہوگی تو اس وقت بھی اس کو پڑھا جائے گا، کیسی عظیم ہستیاں تھیں!

(۳)......اللہ کے راستے میں جہاد کرنا

تیسری بات فرمائی کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا مجھے بہت محبوب ہے، اسی

لیے نبی علیہ السلام نے ان کو اسد اللہ کا لقب دیا، اللہ کے شیر تھے اور واقعی! اللہ نے ان کو بہت طاقت، قوت اور جرأت عطا کی تھی، چنانچہ علی رضی اللہ عنہ کو بھی تین چیزیں پسند تھیں جن کا انہوں نے اظہار فرما دیا،

جبرئیل علیہ السلام کی تین محبوب چیزیں

محبوب ﷺ نے ایک بات فرمائی اور آپ کے جواب میں چاروں یاروں نے بھی یہ بات فرمائی، تو باتیں تو فرش پہ ہو رہی تھیں مگر یہ باتیں عرش پہ بھی سنی جارہی تھیں۔ ابھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بات مکمل کی ہی تھی کہ جبرائیل علیہ السلام آسمان سے نازل ہوئے، کہنے لگے: اے اللہ کے حبیب ﷺ! اگر میں انسان ہوتا تو مجھے بھی تین چیزیں بہت پسند ہوتیں، میں بھی اپنی تین چیزیں بتانے کے لیے آیا ہوں، پوچھا: کون سی تین چیزیں؟ تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اے اللہ کے حبیبا!

پہلی چیز...... عبادت گزار غریبوں سے محبت کرنا،

دوسری چیز...... کثیر العیال تنگدستوں سے محبت کرنا،

اور تیسری چیز...... گمراہ کو راستہ دکھانا،

(۱)...... عبادت گزار غریبوں سے محبت کرنا،

پہلی چیز فرمائی: عبادت گزار غریبوں سے محبت کرنا، امیروں سے محبت تو ہر کوئی کرتا ہے، غریبوں کی طرف التفات نہیں ہوتا، حالانکہ اللہ کی خاص نظر ان پر ہوتی ہے جو غریب ہوتے ہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا:

”قیامت کے دن میری امت کے غربا میری امت کے امیر لوگوں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل کیے جائیں گے“

چنانچہ جو غریب آدمی کے ساتھ محبت کرے تو یہ گویا ملائکہ کی صفت ہے،

(۲)......کثیر العیال تنگدستوں سے محبت کرنا

پھر دوسری چیز فرمائی کہ کثیر العیال تنگدستوں سے محبت کرنا، کچھ لوگ ہوتے ہیں کہ اولاد زیادہ ہوتی ہے، وسائل نہیں ہوتے، تنگی میں زندگی گزارتے ہیں، اللہ کو وہ بھی بڑے پیارے ہوتے ہیں، تو جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں کہ ان لوگوں سے محبت کرنا یہ مجھے بہت پسند ہے۔

اور ایسے لوگوں سے اللہ کو بھی محبت ہوتی ہے، چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ایک پڑوسی تھا، جو لوہار تھا، حداد تھا، وہ سارا دن آگ کی بھٹی میں لوہے کو گرم کرتا اور ہتھوڑے سے کوٹتا تھا، چنانچہ رات کو وہ سونے لگتا تو وہ تھکا ہوا ہوتا تھا، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتا کہ وہ اس قدر رات کو عبادت کرتے ہیں تو کہا کرتا تھا: اگر میرے اتنے بچے نہ ہوتے، میری پیٹھ پہ اتنا بوجھ نہ ہوتا، تو میں بھی امام احمد کی طرح رات کو عبادت کیا کرتا، وہ پانچ نمازیں پڑھتا تھا، نفل نمازیں پڑھتا تھا، کہتے ہیں جب فوت ہوا کسی کو خواب میں نظر آیا، پوچھا کہ تمہارا کیا بنا؟ کہنے لگا کہ اس حسرت کی وجہ سے جو میرے دل میں تھی، اللہ نے مجھے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رتبے میں اکٹھا کر دیا، انسان اپنی اولاد کے لیے جو پسینہ بہاتا ہے، اللہ رب العزت کو وہ بہت پسندیدہ ہوتا ہے،

(۳)......گمراہ کو راستہ دکھانا

جبرائیل علیہ السلام نے تیسری بات ارشاد فرمائی: ''گمراہ کو راستہ دکھانا'' گمراہ کو راستہ دکھانے کے دو معنی ہیں: ایک تو یہ ہے کہ عام مسافر جو راستہ بھول جائے اور اس کو رہنمائی کی ضرورت ہو تو اس کو اچھے انداز سے راستہ دکھانا چاہیے، تاکہ وہ اِدھر اُدھر بھٹکتا نہ پھرے، ٹھوکریں نہ کھاتا پھرے، وقت نہ ضائع کرتا پھرے، بلکہ سیدھا آرام کے ساتھ وہ منزل پہ پہنچ جائے، اور دوسرا معنی یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کا

راستہ بھول جاتے ہیں اور فسق وفجور میں پڑ جاتے ہیں، گناہوں کی زندگی میں پڑ جاتے ہیں، ان کو سمجھانا بجھانا اور اللہ کے راستے کی طرف متوجہ کرنا اور سیدھے راستے پہ ڈال دینا، یہ اللہ کو بہت محبوب ہے،

چنانچہ جبرائیل علیہ السلام نے بھی تین کام بتائے کہ اگر میں انسانوں میں ہوتا تو مجھے یہ تین چیزیں بہت پسند ہوتیں،

اللہ تعالیٰ کی تین پسندیدہ چیزیں

اب ذرا غور کیجیے کہ بات تو ہوئی تھی نبی علیہ السلام کے درمیان اور آپ کے چاروں صحابہ کے درمیان، لیکن اس بات کو سن کر جبرائیل علیہ السلام نیچے اتر آتے ہیں اور وہ بھی اپنی پسندیدہ چیزیں بتاتے ہیں، جب جبرائیل علیہ السلام نے اپنی چیزیں بتادیں تو اس کے بعد کہا: اے اللہ کے حبیب ﷺ! اللہ رب العزت نے مجھے پیغام دے کر بھیجا ہے جاؤ میرے محبوب کی مجلس ہے، انہوں نے بھی اپنی پسندیدہ چیزیں بتائیں، ان کے یاروں نے بھی پسندیدہ چیزیں بتائیں ہیں، جبرائیل تم بھی اپنی پسندیدہ چیزیں بتایا او پھر میری بھی تین پسندیدہ چیزیں بتایا، یہ کیا مقبول مجلسیں تھی! اللہ رب العزت خود پیغام بھیج رہے ہیں کہ مجھے بھی تین چیزیں بہت پسند ہیں، باری تعالیٰ نے فرمایا:

پہلی چیز...... فاقے پر صبر کرنے والا بندہ،

دوسری چیز...... نیکی میں سبقت کرنے والا بندہ،

اور تیسری چیز...... گناہوں پر نادم ہونے والا بندہ،

(۱)...... فاقے پر صبر کرنے والا

اللہ رب العزت نے پہلی چیز یہ فرمائی کہ جو بندہ فاقے پر صبر کرتا ہے، یہ بندہ مجھے بہت پسند ہوتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ کسی کے رزق کو کم لکھ دے اور وہ بندہ صبر کے ساتھ وقت گزارے، شکوے نہ کرے، شکایتیں نہ کرے، اللہ اس بندے سے بہت

راضی ہوتے ہیں۔

اس لیے روایت میں آتا ہے کہ قیامت کا دن ہوگا، ایک غریب آدمی اللہ کے سامنے پیش کیا جائے گا، نیک ہوگا، اللہ تعالیٰ اس طرح اس سے معذرت کریں گے کہ دنیا میں تمہیں تھوڑا رزق دیا، جیسے ایک دوست اپنے دوسرے دوست سے کسی بات پہ معذرت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ گویا اس طرح اس غریب بندے سے جو صبر کرنے والا ہو گا قیامت کے دن معذرت فرمائیں گے۔

(المغنی عن جمل الاسفار: ۲/۱۰۸۷، احیاء علوم الدین: ۵/۱۴۲)

تو یہ چیز اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے کہ انسان کو اگر فاقہ آجائے یا انسان کو تنگی آجائے تو وہ صبر کرے، اپنی طرف سے محنت اور کوشش کرے، محفلوں میں بیٹھ کر اللہ کے شکوے نہ کرے کہ ہمارے تو مقدر میں لکھا ہی کچھ نہیں، ہمیں تو دیا ہی کچھ نہیں، یہ اللہ کی تقسیم پہ راضی رہے تو بہت خوش نصیب انسان ہے،

اس لیے کہتے ہیں کہ داود علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی:

''اے داود علیہ السلام اگر آپ کو کھانے میں سڑی ہوئی سبزی مل جائے تو سبزی کو نہ دیکھنا، بلکہ اس بات پہ غور کرنا کہ جب میں نے رزق کو تقسیم کیا تھا تو تو مجھے یاد تھا''

تو مومن کے لیے تو یہی بات کافی ہے کہ اللہ! آپ نے زیادہ دیا یا تھوڑا دیا، یہ کتنی خوش نصیبی ہے کہ آپ نے ہم مسکینوں کو یاد تو رکھا، کچھ نہ کچھ تو مل ہی گیا،

چنانچہ انسان کو چاہیے کہ اپنے فاقہ کے اوپر صبر کر کے اللہ رب العزت کا قرب پائے بجائے اس کے کہ اپنے ثواب کو گنوا لے،

(۲)......نیکی میں سبقت کرنے والا

اللہ رب العزت کو جو تین چیزیں پسند ہیں ان میں سے دوسری چیز ہے: ''نیکی کرنے میں ہمت کرنا'' نیکی میں آگے بڑھنے کی کوشش کرنا، اللہ سے محبت کا اظہار کرنا دوڑ دوڑ کے نیکی کرنا، بھاگ بھاگ کر نیکی کرنا، تھک تھک کے [illegible] کرنا اور نیکی کر

کر کے تھک جانا، یہ اللہ کو بہت پسند ہے،

اللہ کے تین پسندیدہ بندے

چنانچہ حدیث پاک میں ہے: اللہ رب العزت کو تین بندے بہت پسند ہیں اوران تین بندوں کو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے دکھاتے ہیں، فخر فرماتے ہیں کہ دیکھو! میرے اس بندے کو کہ یہ اس حال میں بھی میری عبادت کر رہا ہے۔

پہلا بندہ کہ کچھ لوگ تھے سفر میں جا رہے تھے، بہت بڑا قافلہ تھا، سب کے سب تھک گئے تھے، رات کافی گزر چکی تھی، نیند کا بھی غلبہ تھا، تھکاوٹ کا بھی غلبہ تھا، اپنی منزل پہ پہنچے تو لوگ اتنے تھکے ٹوٹے ہوئے تھے کہ لوگ سامان رکھتے ہیں لیٹ کر سو گئے، ان میں سے ایک ایسا آدمی تھا، وہ اس وقت نہیں سویا، اس نے وضو کر لیا، مصلے کے اوپر آ گیا اور تہجد پڑھنے کے لیے کھڑا ہو گیا، فرمایا: اللہ کو یہ بندہ اتنا پسند ہوتا ہے کہ اللہ فرشتوں پہ فخر فرماتے ہیں کہ دیکھو! یہ بھی تو میرا بندہ ہے، اس پر بھی تھکاوٹ تھی، اس پر بھی نیند غالب تھی، مگر اس نے نیند کو غالب نہیں ہونے دیا، میری محبت اس پر غالب آ گئی اور یہ اس وقت بھی کھڑا تہجد پڑھ رہا ہے۔

دوسرا وہ بندہ کہ جوان العمر ہے اور دل میں گھر کرنے والی خوبصورت بیوی بھی پاس موجود ہے، لیکن اس نے اپنا معمول ایسا بنایا ہوا ہے کہ بیوی کو وقت آگے پیچھے دے لیتا ہے، تہجد کا وقت فارغ رکھتا ہے، تہجد کے وقت مصلے پہ اللہ کی عبادت کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس نوجوان کو دیکھ کے خوش ہوتے ہیں اور فرشتوں کو فرماتے ہیں کہ دیکھو! اگر یہ چاہتا تو اپنی بیوی کے ساتھ مشغول ہو سکتا تھا، لیکن میری محبت اس پر غالب آئی، یہ مصلی کے اوپر تہجد کی نماز پڑھ رہا ہے، اس لیے نوجوان مرد یا عورت کا تہجد پڑھنا اللہ کو بہت پسندیدہ ہے۔

تیسرا وہ آدمی کہ جب دشمن سامنے آ جائے تو وہ اللہ کی رضا کے لیے اکیلا لڑتا ہے

حالانکہ اس کو موت سامنے نظر آ رہی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فخر فرماتے ہیں کہ دیکھو! میرے بندے نے میرے لیے کیسے صبر کیا!

(الدر المنثور: ۳/ ۱۳۰، سورۃ آل عمران، جامع الاحادیث للسیوطی: ۱۲/ ۵، رقم: ۱۱۳۰۰)

بلکہ ایک حدیث پاک میں فرمایا:

''جو خاوند تہجد کے وقت اپنی بیوی کو جگائے یا جو بیوی تہجد کے وقت اپنے خاوند کو جگائے اللہ ان دونوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں'' (المعجم الکبیر: ۳/ ۲۹۵، رقم: ۳۴۴۸)

(۳)...... گناہوں پر نادم ہونے والا بندہ

اور تیسری چیز بتائی کہ جو بندہ گناہوں پر نادم ہوتا ہے، اللہ کو وہ بندہ بہت پسند ہے، اتنے انسان ہیں، بندے ہیں، بشر ہیں، ہم دانستہ بھی غلطیاں کر لیتے ہیں اور نادانستہ بھی ہو جاتی ہیں، غلبہء جذبات میں غلطیاں ہو جاتی ہیں، ہاں! اگر غلطی ہو جائے تو انسان غلطی کر کے پڑا نہ رہے، غلطی پہ جما نہ رہے، بلکہ غلطی کو تسلیم کر کے اللہ سے معافی مانگے، جو بندہ معافی مانگ لیتا ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو آ جاتے ہیں اللہ کو وہ بہت پسند ہے،

ندامت کے آنسو میزان عمل میں نہیں تل سکتے

جبرائیل علیہ السلام ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! انسان جو بھی اعمال کرتے ہیں، ہم ان تمام اعمال کو تو لتے ہیں، اتنا بڑا میزان ہے کہ ساری کی ساری نیکیاں اس کے اندر رکھ دی جاتی ہیں، ان کو تولا جاتا ہے، سوائے گناہگار کے ندامت والے آنسوؤں کے، محبوب ﷺ نے پوچھا کہ آنسوؤں کو کیوں نہیں تولا جاتا؟ فرمایا: ایک ایک آنسو آگ کے سمندروں کو بجھانے کے لیے کافی ہوتا ہے، ہم میزان میں ان آنسوؤں کو تول بھی نہیں سکتے، ایک ایک آنسو اللہ کے ہاں کتنا قیمتی ہے!! (المسند احمد بن حنبل: ۱/ ۲۷)

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لیے
قطرے جو تھے میرے عرقِ انفعال کے

ندامت کے آنسو تو موتیوں کی طرح اللہ کے ہاں قبول ہوتے ہیں، آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک قیراط کا ڈائمنڈ ہو تو کتنی قیمت ہوتی ہے؟ دو قیراط کا ہو تو قیمت آسمان پہ چڑھ جاتی ہے، تین قیراط تو انسان خریدنے کا سوچ بھی نہیں سکتا، جب ایک ایک قیراط بڑھنے سے اتنی قیمت بڑھ جاتی ہے، لگتا ہے کہ گناہگار کے آنسو بھی اللہ کے ہاں اسی طرح قیراط والے خالص ڈائمنڈ کے مانند ہوتے ہیں، اللہ ان کو قبول کر لیتے ہیں،

ندامت کے آنسو امپورٹڈ مال ہے

آپ نے خود بھی زندگی میں تجربہ کیا ہوگا کہ اگر آپ کو کوئی امپورٹڈ چیز بازار میں ملے جو ہر وقت نہ ملتی ہو تو آپ اس کو مہنگی پرائس پر بھی خرید لیتے ہیں، ہم نے لوگوں کو دیکھا کہ دوگی پرائس پر چیز خرید کر لے آتے ہیں، بھئی! تم نے اتنا پیسہ کیوں لگا دیا؟ یہ آدھی پرائس پہ بھی مل جاتی تھی، وہ کہتے ہیں: جی نہیں! یہ امپورٹڈ چیز ہے اور یہ کبھی کبھی ملتی ہے، اس لیے میں نے اس کو زیادہ پیسے دے کے خرید لیا، تو جب دنیا کا دستو رہے کہ امپورٹڈ چیز کو زیادہ پیسے دے کر خرید لیتے ہیں یہ بات ذہن میں رکھیے کہ عر ش کے اوپر آسمانوں کی جو دنیا ہے اس میں ندامت کے آنسو نہیں ہوتے، فرشتے رونا نہیں جانتے، ان کے اندر احساسِ ندامت نہیں ہوتا کیوں کہ وہ تو اللہ کی نافرمانی ہی نہیں کرتے،

﴿لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ (التحریم: ۶)

وہ تو بالکل روبوٹ کی طرح وہی کرتے رہتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے، تو ان کے پاس نافرمانی یا ندامت کے آنسو ہرگز نہیں ہیں، لہٰذا آسمان سے اوپر کی دنیا پر یہ چیز نہیں ہے اور جب فرشتے دنیا میں کسی کو دیکھتے ہیں کہ اس نے گناہ کر لیا، پھر نادم ہوا، شرمندہ ہوا، اب بیٹھا رو رہا ہے تو اس کی آنکھوں کے یہ آنسو موتیوں کی طرح فرشتے

چن لیتے ہیں، اللہ کے حضور پیش کر دیتے ہیں، یہ وہ قیمتی متاع ہے جو اوپر کی دنیا میں نہیں ہوتی، زمین سے ہی ملا کرتی ہے، ہم یہ لے کر آئے ہیں، اللہ اس کے اوپر ڈائمنڈ کا ریٹ لگا دیتے ہیں، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اپنی زندگی کے گناہوں پہ اللہ کے سامنے نادم ہوں، شرمندہ ہوں اور اپنے اللہ کو منانے کے لیے آنکھوں سے آنسو بہائیں۔

پلکوں کے بال کی شفاعت

ایک حدیث پاک میں آیا ہے قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ حساب کتاب لیں گے تو کچھ لوگ جنت میں چلے جائیں گے اور کچھ جہنم میں چلے جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ انبیا کو شفاعت کی اجازت فرمائیں گے، تو ان کی شفاعت والوں کو بھی جنت دے دی جائے گی، پھر علما شفاعت کریں گے، حفاظ کریں گے، حتی کہ شہدا بھی شفاعت کریں گے اور عام جنتی بھی شفاعت کریں گے اور سب کی شفاعت پر اللہ جس جس کو چاہیں گے اس کو جہنم سے نکال کے جنت عطا فرما دیں گے، پھر کوئی ایسا بندہ نہیں ہوگا جس کی شفاعت کرنے والا کوئی ہو، اس وقت ایک بندہ ایسا بھی ہوگا کہ اس کی پلکوں کا ایک بال اللہ کے سامنے یہ فریاد کرے گا: اے اللہ! میں اس بندے کی پلکوں کا ایک بال ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک مرتبہ ندامت کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے اتنا چھوٹا سا آنسو نکلا تھا کہ میں تر ہو گیا تھا، میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ ندامت کے ساتھ رونے والا بندہ ہے، اللہ تعالیٰ جبرائیل کو فرمائیں گے: جبرائیل! اعلان کر دو کہ لوگو! یہ وہ شخص ہے جس کی پلکوں کے ایک بال نے گواہی دی کہ یہ ندامت سے اللہ کے سامنے رویا تھا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس کو جہنم سے نکال کر جنت عطا کر دی ہے۔ (البحر المدید: ۶/ ۲۴۱، سورۃ یس)

مکھی کے سر کے برابر بھی آنسو آنکھ سے نکل آئے وہ بھی بندے کو جہنم سے نکال دیتا ہے، خوش نصیب ہیں وہ آنکھیں جو ندامت کی وجہ سے تنہائی میں شرمندہ ہو کر

اپنے گناہوں پر آنسو بہاتی ہیں اور اپنے رب کو منانے کی کوشش کرتی ہیں،

عجیب محفل

تو یہ ایک عجیب محفل تھی اس دنیا میں، محبوب ﷺ نے تین محبوب چیزیں بتائیں......صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی بتائیں......عمر رضی اللہ عنہ نے بھی بتائیں......عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی بتائیں...... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی بتائیں...... پھر جبرائیل علیہ السلام نے بھی بتائیں اور آخر پر اللہ رب العزت نے بھی بتائیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام پسندیدہ چیزوں کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے اور اس مجلس کے صدقے اللہ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے آمین

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

چھٹا باب

محبت رسول ﷺ اور
اس کے تقاضے اور
اتباع رسول ﷺ کی اہمیت

حضور ﷺ سے کامل محبت کئے بغیر ایمان نامکمل

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ گرامی ہے:

"أحبوا اللہ لما یغذوکم بہ من نعمہ"۔

''تم اللہ رب العزت سے محبت کرو کہ اس نے تمہیں کھانے کے لئے کیا کیا نعمتیں عطا فرمائیں''

"وأحبونی لحب اللہ"

اور مجھ سے محبت کرو کہ میں اللہ رب العزت کا محبوب ہوں''

اللہ مجھ سے محبت فرماتے ہیں۔ نبی ﷺ کی محبت ایمان کا حصہ ہے، اس کے بغیر کوئی انسان مومن نہیں ہوسکتا:

نبی ﷺ کے ساتھ ایک قلبی محبت کا ہونا، یہ ہر مومن کی صفت ہوتی ہے،

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین"۔

''کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کو اس کے والد، اولاد اور دنیا کے تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں''

ایک حدیث پاک میں ارشاد فرمایا:

"ثلث من کن فیہ وجد حلاوۃ الایمان"

تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس بندے میں ہوں گی اس کو ایمان کی حلاوت ملے گی، ان میں سے ایک:

"ان یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما"

''کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ تمام جہان سے زیادہ اس کو محبوب ہوجائیں،

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے، کہا: اے اللہ کے نبی ﷺ! مجھے آپ سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ سوائے اپنی جان کے، تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت تک کوئی بندہ کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں ''فقال'' عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"والذی انزل علیك الکتاب لأنت أحب الی من نفسی التی بین جنبی"

''کہ اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں:

"فقال النبی ﷺ'' نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا" الان یا عمر" اے عمر! اب تمہیں ایمان کا کامل رتبہ نصیب ہوگیا،

حضور ﷺ سے محبت کا انعام

حدیث مبارک ہے:

عن انس رضی اللہ عنہ ان رجلا اتی النبی ﷺ فقال: متی الساعة"

ایک نوجوان نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آکے اس نے یہ Question (سوال) پوچھا کہ اے اللہ کے حبیبا قیامت کب آئے گی؟ فقال: نبی ﷺ نے پوچھا:

"ما اعددت لھا" تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟

"قال" اس نے جواب میں عرض کیا:

"ما اعددت لها من كثير صلوٰة ولا صوم ولا صدقة ولكني احب الله ورسوله"۔

''اے اللہ کے حبیب ﷺ! بہت زیادہ نمازیں اور روزے اور صدقے والی عبادتیں تو میں نے نہیں کیں، ہاں اتنی بات پکی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بہت زیادہ محبت کرتا ہوں،

نبی ﷺ نے فرمایا:

"انت مع من أحب" ''تو جنت میں اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تجھ کو محبت ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ اس حدیث پاک کو سن کر ہمیں اتنی خوشی ہوئی کہ اتنی خوشی ہمیں کسی اور بات پر نہیں ہوئی تھی،

صحابہ رضوان اللہ عنہم کے دلوں میں

حضور ﷺ کی محبت

چنانچہ ایک اور صحابی آئے اور کہنے لگے: ''یارسول اللہ'' اے اللہ کے حبیب ﷺ! "لأنت أحب الى من اهلى ومالى"

''آپ مجھے میرے اہلِ خانہ اور میرے مال سے زیادہ محبوب ہیں''

"وانى لأذكرك" ''اور جب کبھی میں آپ کو یاد کرتا ہوں''

"فما أصبر، حتى أجيىء فانظر اليك" ''مجھ سے رہا نہیں جاتا، آپ کی یاد تڑپاتی ہے تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں اور آپ کی زیارت سے آنکھوں کو میں ٹھنڈا کر لیتا ہوں۔

"وانى ذكرت موتى وموتك" اور میں یہ بھی سوچتا ہوں کہ ایک دن مجھے بھی

موت آنی ہے اور ایک دن آپ کو بھی پردہ فرمانا ہے:

"فعرفت انك اذا دخلت الجنة رفعت مع النبيين"

اور میں یہ بھی سوچتا ہوں کہ آپ جنت میں جائیں تو آپ کا درجہ تو انبیاء کے ساتھ جنت میں اونچا ہوگا، اور میں پہنچ گیا تو میرا درجہ تو نیچے ہوگا،

کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اے اللہ کے حبیب ﷺ! نیچے والا تو اوپر جا نہیں سکتا، اگر میں جنت میں آپ کا دیدار نہیں کرسکوں گا تو مجھے جنت میں مزہ ہی کیا آئے گا، اس سے اندازہ لگائیے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کے دلوں میں نبی ﷺ کی کیسی محبت تھی، اور صحابہ رضوان اللہ عنہم کی محبت رسول ﷺ میں حالت یہ تھی کہ وہ کہتے تھے کہ جنت میں اگر آقا ﷺ کا دیدار نہ کرسکے تو جنت میں مزہ ہی کیا آئے گا، تو یہ بہت بڑا اجر ہے کہ اس محبت کی وجہ سے انسان کو نبی ﷺ کے قدموں میں جگہ ملے گی۔

محبت کا پہلا تقاضا: عزت او اکرام

نبی ﷺ کے ساتھ ایسی محبت کے کچھ تقاضے ہیں۔ یہ نہیں کہ فقط زبان سے انسان کہے کہ مجھے محبت ہے، اس کی کوئی دلیل بھی ہونی چاہیے، چنانچہ علماء نے اس کی چند باتیں کھول کر بیان کی ہیں۔ سب سے پہلی بات:

"توقيره وتقديره عليه الصلوٰة والسلام" اگر کسی کو نبی ﷺ سے محبت ہے تو سب سے پہلی بات یہ کہ وہ شخص نبی ﷺ کی بہت زیادہ عزت کرے، اکرام کرے، ادب کرے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"انا ارسلناك شاهدا ومبشرا ونذيرا لتؤمنوا بالله ورسوله وتعزروه وتوقروه وتسبحوه بكرة واصيلا"

چنانچہ صحابہ رضوان اللہ عنہم کا یہ حال تھا کہ نبی ﷺ کی صحبت میں اتنے ادب کے ساتھ بیٹھتے تھے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

أتیت النبی ﷺ واصحابه حوله کأنما علی رؤوسهم الطیر"۔

کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کے گرد اس طرح باادب بیٹھے تھے کہ جیسے ان کے سروں کے اوپر کوئی پرندہ بیٹھا ہوا ہے،

حضرت ابوابراہیم ایک بزرگ ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ

"واجب علی کل مؤمن" "ہر مومن پر یہ واجب ہے"

"متی ذکرہ او ذکر عندہ" "کہ جب وہ خود تذکرہ کرے یا اس کے پاس نبی ﷺ کا ذکر مبارک ہو۔

"ان یخضع ویخشی ویتوقر ویسکن من حرکته ویأخذ فی هیبته واجلاله"

کہ اس کی طبیعت کے اوپر اثر محسوس ہو۔ جیسے کسی کی جلالتِ شان کا اثر ہوتا ہے تو اس بندے کے اوپر اس کا اثر محسوس ہونا چاہئے کہ اس کے سامنے اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کا ذکر مبارک کیا گیا ہے،

آدابِ احادیث کے چند سبق آموز نمونے

☆...... مطرف کہتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لوگ آتے تو وہ اپنی باندی کو کہتے کہ پوچھو کس لئے آئے ہیں؟ اگر وہ کہتے کہ فقہ کے مسائل سیکھنے کے لئے آئے ہیں تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اسی وقت آجاتے اور اگر وہ کہتے کہ ہم حدیث مبارک کی روایت لینے آئے ہیں تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ غسل فرماتے، صاف ستھرے کپڑے زیب تن فرماتے، عطر لگاتے، پھر ایک تخت بنایا ہوا تھا، عمامہ باندھ کر اس تخت کے اوپر تشریف فرما ہوتے اور پھر نبی ﷺ کی بات کو آگے نقل فرماتے، ان کے عمل سے بھی یہ بھی ثابت ہوتا تھا کہ واقعی کسی ذی شان ہستی کی بات یہ آگے

بیان کریں گے۔

☆......سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت تھا، کسی نے حدیث کی بات پوچھ لی، اس وقت میں جب کہ جان کنی کا عالم ہے اور انسان تکلیف میں ہوتا ہے، اس وقت میں بھی حدیث مبارک کا تذکرہ آیا تو وہ اٹھ کر بیٹھے اور انہوں نے حدیث بیان کی اور آخری لفظ جب نکلا تو نیچے گرے اور روح قبض ہوگئی، آخری لمحے میں بھی حدیث مبارک کا ایسا ادب تھا، چنانچہ وہ لوگ جو نبی ﷺ کی صحبت میں تھے وہ تو آپ ﷺ کے سامنے ادب سے بیٹھتے تھے، آج ہمارے سامنے اگر حدیث مبارک کا درس ہو یا تلاوت ہو تو ہمیں چاہئے کہ اسی طرح ادب سے بیٹھیں جس طرح صحابہ رضوان اللہ عنہم نبی ﷺ کی صحبت میں بیٹھتے تھے۔

☆......عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بڑے محدث گزرے ہیں۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی شاگرد تھے۔ ان سے اگر چلتے ہوئے حدیث مبارک کے بارے میں کوئی پوچھا کرتا تھا تو اس کا جواب نہیں دیتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ حدیث مبارک کی شان ہے کہ انسان سکون واطمینان کے ساتھ بیٹھ کر اس بات کو نقل کرے،

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حدیث مبارک کا اتنا ادب کرتے تھے کہ ایک مرتبہ بچھو نے انہیں کئی مرتبہ ڈنگ لگایا، چہرے کا رنگ متغیر ہوتا رہا، مگر انہوں نے مجلس برخاست نہیں کی، حدیث مبارک کو درمیان میں نہیں چھوڑا، پورا مکمل کیا، لوگ حیران تھے کہ بچھو کے ڈنگ لگانے کی تکلیف تو بہت زیادہ ہوتی ہے، اس کو برداشت کرلیا، مگر حدیث مبارک کے ادب میں فرق نہیں آنے دیا، اس ادب کا یہ انعام ملا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی میں لکھا ہے کہ ان کی حدیث مبارک کی خدمت کی زندگی میں ایک رات کے سوا باقی ہر رات ان کو نبی ﷺ کا دیدار ہوتا تھا۔

☆......امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ بڑے ہنس مکھ تھے۔ خوش طبعی بھی کر لیتے تھے۔ جب ان کے سامنے حدیث مبارک کا تذکرہ آتا تو ان کا چہرہ ایسے ہوتا تھا جیسے کسی نے

ان کے خون کو نچوڑ لیا ہو۔ کسی نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ بہت زیادہ حدیث پاک کا ادب کرتے ہیں۔ تو فرمانے لگے کہ میں سید القراء محمد بن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ ان کے سامنے حدیث مبارک کا تذکرہ ہوتا تھا تو وہ اس طرح روتے تھے کہ ہمیں ان کی حالت دیکھ کر ان پر ترس آنے لگ جاتا تھا،

محبت کا دوسرا تقاضا: انسان تقدم اور آواز بلند نہ کرے

محبت کا دوسرا تقاضا: "عدم التقديم بين يديه وغض الصوت عنده"

کہ نبی ﷺ سے انسان تقدم نہ کرے۔ اور ان کی آواز سے اپنی آواز کو بلند نہ کرے۔ چنانچہ صحابہ رضوان اللہ عنہم اس کا بہت لحاظ کرتے تھے اور اپنی آوازوں کو پست رکھتے تھے۔ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں فرمایا:

"لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبي ولا تجهروا له بالقول كجهر بعضكم لبعض ان تحبط اعمالكم وانتم لا تشعرون"

''کہ اگر تمہاری آواز میرے محبوب ﷺ کی آواز سے بلند ہوگئی تو ہم تمہارے کئے ہوئے عملوں کو ضائع کر دیں گے اور تمہیں اس کا پتہ بھی نہیں چلے گا''

چنانچہ آج بھی یہ ادب اپنی جگہ موجود ہے، آپ مواجہ شریف پر جائیں تو اس وقت بھی یہ آیت لکھی ہوئی ہے: "لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبي"۔

کسی معاملہ میں نبی ﷺ کے فرمان پر اپنی مرضی کو مقدم کر دینا، اس کو تقدم کہا جاتا ہے، ہمارے اکابر تو اس کا اتنا خیال فرماتے تھے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر میرے کسی فتویٰ کے مقابلے میں کسی شخص کو نبی ﷺ کی کوئی حدیث

ضعیف بھی مل جائے تو اس کو چاہیے کہ میرے قول کو چھوڑ کر محبوب ﷺ کی اس حدیث پر عمل کرے۔

محبت کا تیسرا تقاضا: آپ کی ہر شئے سے محبت

تیسرا تقاضا: "اعدام جمیع أسبابه واکرام مشاهده وامکنته من مکة والمدینة"۔ کہ جب کسی سے محبت ہوتی ہے تو اس کے متعلق جو بھی چیزیں ہوتی ہیں ان سے بھی محبت ہوتی ہے، کہتے ہیں کہ مجنوں ایک مرتبہ کتے کے پاؤں چوم رہا تھا، کسی نے پوچھا کہ کیوں چوم رہے ہو؟ کہنے لگا کہ یہ لیلیٰ کی گلی سے ہو کے آیا ہے، تو اگر دنیا کے مجنون ایسے ہیں تو نبی ﷺ کی محبت تو اس سے بھی زیادہ ہونی چاہیے، لہٰذا ہمیں ان شہروں اور ان چیزوں سے محبت ہونی چاہیے جو نبی ﷺ کے استعمال میں رہیں۔ یا جن کا کسی بھی طرح سے نبی ﷺ کے ساتھ تعلق بنتا ہے،

☆......امام مالک رحمۃ اللہ کا یہ حال تھا کہ:

"کان مالك رحمة الله علیه لا یرکب بالمدینة دابة وکان یقول استحیي من الله ان اطاتربة فیها رسول الله ﷺ بحافر دابة"۔

''مجھے زیب نہیں دیتا کہ مدینہ کے جن راستوں پر میرے آقا ﷺ چلے ہوں، مالک اپنی سواری کے سموں سے اس کو پامال کرے۔ چنانچہ مدینہ طیبہ میں سواری پہ سوار بھی نہیں ہوا کرتے تھے۔

☆......حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی میں لکھا ہے کہ جب حج کے لئے تشریف لے گئے بئر علی، جو مدینہ طیبہ کے باہر ایک جگہ ہے، وہیں پر جوتے اتار دیئے، کسی نے کہا کہ حضرت! سنگلاخ زمین ہے اور آپ کا جسم نازک ہے، پاؤں زخمی ہو جائیں گے، فرمایا کہ زخموں کی تکلیف برداشت کرلوں گا۔

میں اپنے آقا ﷺ کی اس زمین پر جوتوں کے ساتھ چلنا پسند نہیں کرتا،

☆......علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا احادیث مبارکہ کا اتنا ادب تھا کہ بے وضو ہاتھ نہیں لگایا کرتے تھے۔ایک مرتبہ مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگردوں سے پوچھا کہ بتاؤ علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ مقام کیسے ملا؟ تو جن طلبہ کو تفسیر سے لگاؤ تھا وہ کہنے لگے کہ بڑے مفسر تھے۔جن کو حدیث سے شغف زیادہ تھا وہ کہنے لگے کہ بڑے محدث تھے۔جن کو شعر وسخن سے لگاؤ تھا وہ کہنے لگے کہ ان کا شعری کلام بہت اعلیٰ تھا، حضرت خاموش رہے، پھر آخر میں مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ سوال ایک مرتبہ کسی نے خود علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ لیا کہ حضرت! آپ علم کے اس مرتبہ تک کیسے پہنچے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے اللہ نے اتنا ادب دیا کہ میں بے وضو کبھی حدیث پاک کی کتاب کو ہاتھ نہیں لگاتا، اور کتابوں کے رکھنے میں بھی ان کے درجے کا خیال رکھتا ہوں، قرآن پاک پر اس کی تفسیر کو نہیں رکھتا، تفسیر پر حدیث کو نہیں رکھتا، حدیث پر فقہ کی کتاب کو نہیں رکھتا، اور فقہ کی کتاب کے اوپر تاریخ کی کتابیں نہیں رکھتا، میں رکھنے میں بھی ان کے مدارج کا خیال رکھتا ہوں، پھر فرمانے لگے کہ اکثر لوگ بخاری شریف کا حاشیہ پڑھنے کے لئے بخاری شریف کتاب کو اپنا ماتحت بناتے ہیں۔فرمانے لگے کہ میں بخاری شریف جب بیٹھ کر پڑھتا ہوں تو جب سیدھا حاشیہ پڑھ لیتا ہوں اور دوسری طرف پڑھنا ہوتا ہے تو میں اٹھ کر خود دوسری طرف جاتا ہوں اور وہاں سے بیٹھ کے حاشیہ پڑھتا ہوں، اسی وجہ سے ان کو کثرت کے ساتھ نبی ﷺ کی زیارت ہوتی تھی، ایک مرتبہ اسہال لگ گئے، کسی نے کہا کہ حضرت! آپ نے کھانے میں کوئی ایسی چیز کھالی ہوگی؟ فرمانے لگے کہ چند دن سے زیارت نہیں ہوئی، اس خوف سے اسہال لگ گئے کہ میری کسی کوتاہی کی وجہ سے اس نعمت سے مجھے محروم نہ کیا گیا ہو۔

☆......حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھارہ سال مسجد نبوی میں بیٹھ کر

حدیث کا درس دیا، ایک ایک دن میں گیارہ گیارہ اسباق پڑھاتے تھے۔ ایک مرتبہ روضہء انور کھولا گیا اور آپ کو روضہء انور کے اندر جانے کا موقع ملا تو نیچے فرش کی جو جگہ تھی وہاں جا کر آپ نے اپنی ریش سے اس کو صاف کرنا شروع کر دیا، تو کسی نے پوچھا کہ ریش سے صفائی کر رہے ہیں؟ تو فرمانے لگے کہ جس کی سنت ہے اسی کی حرمت پہ قربان کر رہا ہوں، کیا محبت ان کے دل میں ہوگی! اللہ اکبر کبیرا،

☆......امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے آ کر ایک کمان دکھائی اور یہ کہا کہ یہ کمان نبی ﷺ کے استعمال میں رہی ہے، "قال مالك" امام مالک فرماتے ہیں:

مامست القوس بيدی الاعلی طهارة منذ بلغنی ان النبی ﷺ أخذ القوس بيده"

"کہ جب سے مجھے پتہ چلا کہ نبی ﷺ نے اس کمان کو اپنے ہاتھوں میں پکڑا ہے، میں نے اس کمان کو کبھی بے وضو ہاتھ نہیں لگایا"

محبت کا چوتھا تقاضا: اہل بیت اور صحابہ کرام سے محبت

چوتھا تقاضا: "حب الصحابة واهل بيته" کہ نبی ﷺ کے اہل بیت اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم سے انسان محبت کرے،

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"الله الله فی اصحابی لا تتخذوهم من بعدی غرضا فمن احبهم فبحبی احبهم"۔ جو میرے صحابہ سے محبت کرے گا، وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا، تو صحابہ رضوان اللہ عنہم سے اور اہلِ بیت سے محبت کرنی ہے، کیونکہ "من احب شیئا احب من یحب" بندہ جب کسی سے محبت کرتا ہے جو چیزیں اس کو محبوب ہوتی ہیں وہ ان سے بھی محبت کرتا ہے۔ چنانچہ حدیث مبارک میں ہے:

"آية الايمان حب الانصار وآية النفاق بغض هم"

''کہ انصار سے محبت کرنا ایمان کی علامت ہے اور ان کے ساتھ بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے''

انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مثل اصحابی کمثل الملح فی الطعام لایصلح الطعام الابه"

''جیسے آٹے کے اندر نمک ہوتی ہے کہ اس کے بغیر روٹی بے ذائقہ ہوتی ہے، میرے صحابہ رضوان اللہ عنہم کی محبت نمک کی مانند ہے، اس کے بغیر انسان کا ایمان بے ذائقہ ہوتا ہے،

ایک اور حدیث مبارک میں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من حفظنی فی اصحابی ورد علی الحوض"

''جو میرے صحابہ کی عزت وحرمت کی حفاظت نہ کرے اس کو چاہئے کہ وہ حوضِ کوثر پر میرے پاس نہ آئے''

"ومن لم یحفظنی فی اصحابی لم یرد علی الحوض"

''اور جو میرے صحابہ رضوان اللہ عنہم کی عزت وحرمت کی حفاظت نہ کرے، اس کو چاہئے کہ حوض کوثر پر میرے سامنے ہی نہ آئے''

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لکل شیء اساس" ''ہر چیز کی ایک بنیاد ہوتی ہے''

"واساس الاسلام حب اصحاب رسول الله"

''اور اسلام کی بنیاد نبی ﷺ کے اصحاب اہل بیت کے ساتھ محبت کا کرنا ہے''

ابو سختیانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

"من احب ابابکر فقد اقام الدین"

''جس نے ابوبکرؓ سے محبت کی اس نے دین کو قائم کرلیا''

"ومن احب عمر فقد اوضح السبیل"

''جس نے عمر سے محبت کی اس کے اوپر راستے واضح ہوگیا''

"ومن احب عثمان فقد استضاء بنور الله"

جس نے عثمان سے محبت کی اس نے اللہ کے نور سے نور پالیا''

"ومن احب علیاً فقد اخذ بالعروۃ الوثقی"

''اور جس نے علی سے محبت کی اس نے مضبوط رسی کو پکڑ لیا''

"ومن احسن الثناء علی اصحاب محمد ﷺ فقد برء من النفاق"

''اور جو شخص صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کی خوب تعریف کرے وہ شخص نفاق سے بری ہوگیا، رضوان الله علیهم اجمعین۔

محبت کا پانچواں تقاضا: سنّت کی پیروی

پانچواں تقاضا" الاقتداء به" کہ انسان نبی ﷺ کے ساتھ محبت کرے تو اس کا ثبوت یہ ہے کہ اب وہ نبی ﷺ کی سنت کی پیروی کرے، عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تعصی الاله وانت تزعم حبه　　هٰذا لعمری فی القیاس بدیع

لو کان حبك صادقا لاطعته　　ان المحب لمن یحب مطیع

کہ اگر تو محبت میں سچا ہوتا تو اطاعت کرتا، اس لئے کہ محب جس سے محبت کرتا ہے اس کی اطاعت کرتا ہے،

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضور ﷺ کی مکمل اطاعت کے چند نمونے

صحابہ رضی اللہ عنہم اطاعت کرنے میں اتنے کامل تھے کہ انسان حیران ہوتا ہے،

☆......ابن عمر رضی اللہ عنہ عمرے اور حج کے سفر پر جا رہے ہیں۔ راستے میں ایک جگہ سواری کھڑی کی، سواری سے نیچے اترے اور قریب میں درختوں کی جگہ تھی، وہاں پر گئے اور اس طرح بیٹھے کہ جیسے قضائے حاجت کے لئے انسان بیٹھتا ہے، مگر فارغ نہیں ہوئے، ویسے ہی اٹھ کے واپس آئے اور سفر شروع کر دیا، رفقاءِ سفر نے پوچھا کہ حضرت! اگر حاجت نہیں تھی تو آپ خود بھی رکے، ہمارا بھی وقت لگوایا؟ تو فرمایا کہ مجھے ضرورت تو نہیں تھی، مگر ایک مرتبہ نبی ﷺ کے ساتھ سفر کرتے ہوئے میں نے دیکھا کہ میرے آقا ﷺ یہاں رکے اور قضائے حاجت کے لئے یہاں آ کر بیٹھے، اگرچہ ضرورت نہیں تھی، لیکن میرا جی چاہا کہ میں وہی عمل کروں جو میرے آقا ﷺ نے کیا، کیا والہانہ محبت تھی ان کے اندر اندر!!

☆......ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ وہ افریقن ملک کے تھے۔ جن کے بال عام طور پر Cruel (کافی سخت) ہوتے ہیں۔ سخت ہوتے ہیں۔ تو ان کی مانگ نہیں نکلتی تھی، جب کہ نبی ﷺ درمیان میں سے مانگ نکالتے تھے۔ سردی کا موسم تھا، ایک دن وہ آگ سینک رہے تھے۔ ان کے پاس لوہے کی ایک راڈ تھی، جس سے وہ آگ ٹھیک کر رہے تھے۔ وہ گرم گرم انہوں نے یہاں سر پر پھیر لی، تو سر کی جلد جلی، زخم بن گیا، لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے یہ کیا کیا؟ خواہ مخواہ آپ نے اپنے آپ کو تکلیف دی؟ تو کہنے لگے کہ میری تکلیف تو ختم ہوگئی، مگر اس بات کی خوشی باقی ہے کہ اب دیکھنے سے میرے سر کے درمیان مانگ نظر آئے گی، مجھے اپنے آقا ﷺ سے مشابہت حاصل ہوگئی۔

☆......سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ ایران فتح ہونے کے بعد جب وہاں تشریف لائے تو دسترخوان پہ لقمہ گرا اور انہوں نے اٹھالیا، ساتھ والے نے کہا کہ یہاں کے لوگ اس کو معیوب سمجھتے ہیں۔ تو دیکھئے انہوں نے کیا عاشقانہ جواب دیا۔ فرمایا: "أأترك سنة حبيبي لهؤلاء الحمقاء" "ان احمقوں کی خاطر کیا میں اپنے حبیب ﷺ

کی سنت کو چھوڑ دوں گا؟ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے دل میں سنت کی کیا عظمت ہوا کرتی تھی، بس پتہ چلنے کی دیر ہوتی تھی کہ یہ نبی ﷺ کی سنت ہے،

☆ ......خلافتِ فاروقی کا واقعہ ہے، جب بارش ہوتی تو مسجد نبوی کے صحن میں پانی بھر جاتا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا گھر قریب تھا اور ان کی چھت کا پرنالہ مسجد نبوی کے صحن میں آتا تھا، تو سارا پانی مسجد کے صحن میں آنے کی وجہ سے کیچڑ ہو جاتا، لوگوں کو تکلیف ہوتی، چنانچہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ سب نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے تو انہوں نے حکم دیا کہ اس پرنالہ کو یہاں سے ہٹا دیا جائے، بڑے فائدے کی خاطر چھوٹے نقصان اٹھا لینے چاہییں، یہ شریعت کا اصول ہے، اب جب ابن عباس رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو انہوں نے ابن کعب رضی اللہ عنہ کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا، ابن کعب رضی اللہ عنہ نے بلا لیا، آپ دیکھئے کہ امیر المؤمنین بھی وہیں کھڑے ہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی وہاں کھڑے ہیں۔ پوچھا کیا بات ہے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ لوگوں کے عمومی فائدے کی خاطر میں نے اس طرح کا حکم دیا ہے، کیونکہ میں لوگوں کو تکلیف سے بچانے کا ذمہ دار ہوں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ آپ کی بات اپنی جگہ، مسئلہ یہ ہے کہ اللہ کے حبیب ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اس پرنالہ کو یہاں لگایا تھا، میرا جی چاہتا ہے کہ میں اس پرنالہ کو اسی جگہ دیکھوں، اتنا سننا تھا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا ابن کعب! آپ فیصلہ کر دیجئے کہ پرنالہ اپنی جگہ پر لگے گا، مگر فرق یہ ہوگا کہ اب عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہاں جائے گا اور رکوع کی حالت میں کھڑا ہوگا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ میری کمر پر سوار ہو کر اس پرنالہ کو فٹ کریں، جس کو میرے آقا ﷺ نے فٹ کیا تھا، چنانچہ ایسے ہی ہوا، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پرنالہ لگایا اور نیچے اتر کے کہا کہ بس میں نے اس کو ایک دفعہ دیکھ لیا، اب میں پورا مکان مسجد نبوی کے اندر شامل کر دیتا ہوں، کیا محبت تھی ان صحابہ رضی اللہ عنہم کو، نبی ﷺ کی ایک ایک سنت کے عاشق تھے۔

☆ ......ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ فلاں دروازہ اگر عورتوں کے لئے Separate مخصوص کر دیا جائے، تو بہت اچھا ہوگا، اس کو باب النساء کہا جاتا تھا، فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کا یہ فرمان سننے کے بعد میں پوری زندگی اس باب النساء سے کبھی مسجد میں داخل نہیں ہوا، کیونکہ میرے آقا ﷺ نے فرما دیا کہ یہ عورتوں کے لئے الگ کر دیا جائے،

☆ ......ایک صحابی رضی اللہ عنہ آتے ہیں۔ایک پاؤں مسجد کے اندر ہے، ایک پاؤں دروازے کے باہر ہے، اس وقت جو لوگ مسجد میں تھے۔ نبی ﷺ ان کو فرماتے ہیں کہ "اجلسوا" اور یہ لفظ ان کے کان میں پڑ گیا اور وہ صحابی رضی اللہ عنہ وہیں بیٹھ گئے، بعد میں آنے والے نے پوچھا کہ کہ کوئی بیٹھنے کی جگہ ہے؟ ایک پاؤں اندر ایک پاؤں باہر دہلیز پہ؟ تو کہنے لگے کہ میرا ایک پاؤں اندر تھا، اتنے میں میرے آقا ﷺ کا فرمان کان میں پڑا ''اجلسوا'' اب میرے لئے تعمیل کے سوا چارہ نہیں تھا، ان صحابہ کے دلوں میں سنت کی کتنی وقعت اور عظمت تھی کہ اس لئے ایک ایک سنت پر بڑے اہتمام کے ساتھ وہ عمل کرتے تھے۔

ہمارے قریب کے زمانے میں اکابر علماء دیوبند کو اللہ رب العزت نے یہ شان عطا فرمائی، وہ بھی سنت کے عاشق تھے۔ چنانچہ اکابر علماء دیوبند میں ایک ایک کی زندگی کو پڑھ لیجئے۔آپ کو ان کا ظاہر سنت سے بالکل مزین نظر آئے گا، ہر چھوٹی بڑی سنت کے اوپر عمل کرنا، یہ ان کا محبوب مشغلہ ہوتا تھا، وہ لطف اٹھاتے تھے۔ جیسے بچہ کوئی لفظ بولے مثلاً دودھ کو دڈھو کہہ دے تو ماں بھی کہتی ہے: ابھی دڈھو دیتی ہوں، حالانکہ وہ دودھ کہہ سکتی ہے. مگر نہیں۔اس کو بچے سے پیار ہے، بچے نے جس لفظ کو جیسے کہا محبت تقاضا کرتی ہے کہ اس لفظ کو ویسے ہی بولیں، صحابہ رضی اللہ عنہ کا بالکل یہی حال تھا اور ہمارے اکابر علماء دیوبند کا بھی یہی حال تھا، ایک ایک عمل میں نبی ﷺ کی سنت پر عمل کیا کرتے تھے۔

☆......حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے بارے میں فرنگی نے وارنٹ جاری کردیئے کہ ان کو گرفتار کرکے پھانسی پہ لٹکا دو، حضرت کو اطلاع ملی تو حضرت روپوش ہوگئے، تین دن کے بعد پھر باہر نظر آنے لگے، کسی نے کہا کہ آپ کی پھانسی کا حکم ہے، زندگی کا مسئلہ ہے، بہتر ہے کہ آپ چھپ جائیں تو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ میں نے نبی ﷺ کی مبارک زندگی کو دیکھا، مجھے غارِ ثور کی تین راتیں روپوشی کی حالت میں گزارتی ہوئی سنت نظر آئیں، میں نے اس سنت پر عمل کرلیا، اب میں باہر آگیا ہوں، اب اگر کوئی مجھے پھانسی بھی چڑھادے گا تو میں چڑھنے کو تیار ہوں۔ اللہ اکبر کبیرا۔

☆......حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ کی آخری عمر میں موتیا بند آجانے کی وجہ سے بینائی چلی گئی تھی، مگر حضرت ان دنوں بھی باقاعدگی کے ساتھ سرمہ استعمال کرتے تھے۔ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بینائی تیز کرنے کے لئے سرمہ لگایا جاتا ہے، چنانچہ ایک آدمی نے کہا کہ حضرت! آپ کی تو بینائی بھی نہیں اور آپ سرمہ لگاتے ہیں؟ فرمایا کہ میں بینائی کی نیت سے نہیں۔ اپنے آقا ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کی نیت سے روزانہ سرمہ لگاتا ہوں۔

محبت کا چھٹا تقاضا: دشمن رسول (ﷺ) سے بغض رکھنا

چھٹا تقاضا: "بغض من ابغض اللہ ورسولہ" ''جو بندہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بغض رکھے تو دل میں ان کے خلاف بغض رکھنا'' محبت کرنے والوں سے محبت کرنا، اس کی آسان سی مثال ہے کہ جب کسی عورت کے یہاں بیٹا ہو تو اس کی محبت کے پیمانے بدل جاتے ہیں۔ پہلے اس کی محبت کا اور حساب تھا، اب اس کی محبت بچے کی بنیاد پہ ہے، جو بچے سے محبت کرے، اس سے وہ محبت کرتی ہے، جو

بچے سے نفرت کرے، اس سے وہ نفرت کرنے لگ جاتی ہے، تو ماں اگر بچے کی وجہ سے نفرت کرتی ہے یا محبت کرتی ہے تو پھر مومن کا بھی یہی معاملہ ہے، جو نبی ﷺ سے محبت کرے، ان کے ساتھ محبت کا تعلق رکھنا اور جو نفرت کرے، ان کے ساتھ نفرت کا معاملہ کرنا، ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی زوجہ ہیں۔ ان کے والد مکہ مکرمہ سے کوئی پیغام لے کر آتے ہیں۔ سوچنے لگے کہ چلو میں بیٹی کے یہاں اتر جاؤں، وہ آئے، جب بستر پر بیٹھنے لگے تو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فوراً بستر کو لپیٹ دیا، تو باپ نے کہا: بیٹی! باپ کے آنے پہ بستر بچھایا کرتے ہیں۔ بستر لپیٹا نہیں کرتے، تم نے یہ کیا کیا؟ تو انہوں نے جواب دیا آپ کی بات اپنی جگہ سچی ہے، مگر مجھے زیب نہیں دیتا کہ یہ میرے آقا ﷺ کا بستر ہو اور اس کے اوپر ایک مشرک آ کر بیٹھ جائے۔

محبت کا ساتواں تقاضا: ذکر نبی ﷺ کرتے رہنا

ساتواں تقاضا: "کثرۃ ذکرلہ" جب محبت ہوتی ہے تو انسان یاد بھی بہت کثرت سے کرتا ہے، ہر وقت یہی خیال رہتا ہے "من احب شیئا اکثر ذکرہ" جو جس سے محبت کرتا ہے اس کا اکثر تذکرہ کرتا ہے، اس کی دلیل قرآن عظیم الشان میں ہے کہ اللہ رب العزت کو نبی ﷺ کے ساتھ محبت ہے تو قرآن مجید میں دیکھئے کہ اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کا کتنا تذکرہ کیا ہے، جگہ جگہ تذکرہ نظر آتا ہے، بلکہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک ایک آیت نبی ﷺ کی شان بتلاتی ہے، اتنی کثرت کے ساتھ اللہ کے حبیب ﷺ کا تذکرہ ہے، معلوم ہوا کہ جب محبت ہوتی ہے تو انسان کثرت سے یاد کرتا ہے،

☆ ...... سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب خلیفہ بنے تو جمعہ کا خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور کہا: " سمعت رسول اللہ ﷺ العام الاول فبکی" کہ میں نے نبی ﷺ سے پچھلے سال سنا اور اتنے لفظ کہہ کے رونا شروع کر دیئے، پھر دوبارہ آنسو پوچھ کے بات شروع کی اور پھر رونا شروع کر دیا،

پھر دوسری مرتبہ آنسو پوچھے اور تیسری مرتبہ بات کہی اور تیسری مرتبہ بھی رونا شروع کر دیا، بات بات پہ ان کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑتے تھے۔ نبی ﷺ کی یاد ان کے دلوں کو مچلا کے رکھ دیا کرتی تھی۔

☆......عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ پاؤں سو گیا، جیسے اٹھتے ہوئے پاؤں سو جاتا ہے، سن ہو جاتا ہے، تو کسی نے کہا کہ: "اذكر احب الناس اليك يزل عنك" آپ کو جس سے سب سے زیادہ محبت ہے اس کا نام لیجئے تو یہ کیفیت ختم ہو جائے گی "فصاح یا محمداہ فانتشرت" فوراً کہنے لگے:

اے محمد ﷺ، اور اسی وقت ان کا پاؤں بالکل ٹھیک ہو گیا، بے اختیار زبان سے وہ لفظ نکلا جس سے واقعی ان کو بہت محبت تھی۔

صحابہ رضوان اللہ عنہم جب ایک دوسرے سے ملتے تھے تو وہ نبی ﷺ کی باتیں اور محبت کی باتیں کثرت سے کرتے، ان کے نزدیک نبی ﷺ کا تذکرہ کرنا اس طرح محبوب ہوا کرتا تھا، آپ ﷺ کی باتیں ایک دوسرے کو سنانا ان کا محبوب کام ہوا کرتا تھا۔

محبت کا آٹھواں تقاضا: ملاقات کی تمنا رکھنا

آٹھویں چیز: "کثرة شوقه الى لقائه" کہ جب نبی ﷺ کے ساتھ محبت ہے تو ان سے ملاقات کی تمنا بھی ہوتی ہے، جب بھی محبت ہو تو دل ملاقات کرنے کو چاہتا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم کی عجیب کیفیت تھی، نبی ﷺ نے ایک بوڑھے میاں کو دیکھا کہ وہ آتے ہیں۔ خاموشی کے ساتھ بیٹھے رہتے ہیں۔ پھر اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔ پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے؟ کہا: اے اللہ کے حبیب ﷺ میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں اور جب مجھے آپ کی یاد آتی ہے تو میں آ کے مجلس میں حاضر ہو کر بیٹھتا ہوں، آپ کے چہرۂ انور کا جی بھر کے دیدار کرتا ہوں اور پھر خاموشی سے اٹھ کے واپس چلا جاتا ہوں، میں آتا ہی دیدار کرنے کے لئے ہوں۔

چنانچہ کئی صحابہ رضی اللہ عنہم تھے کہ نبی ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد انہوں نے دعا مانگی کہ اے اللہ! یہ آنکھیں تو تھیں آقا ﷺ کے دیدار کے لئے، جب انہوں نے پردہ کرلیا تو اللہ ہماری بینائی کو زائل کردیجئے، بعض صحابہ نے قسمیں کھائی ہوئی تھیں کہ ہم صبح اٹھیں گے تو سب سے پہلے نبی ﷺ کا دیدار کریں گے، معلوم نہیں انہوں نے قسمیں کیسے پوری کی ہوں گی، اتنی محبت تھی ان کو نبی ﷺ سے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ نے دعا مانگی: اللہ! مجھے میرے احباء سے جلدی ملا دینا، ثوبان رضی اللہ عنہ آپ کے غلام، عرض کرنے لگے: اے اللہ کے حبیب ﷺ! ہم آپ کے غلام ہیں۔ ہر وقت حاضر خدمت ہیں۔ آپ کن کے لئے یہ دعا مانگ رہے تھے کہ اللہ! میرے احباء سے جلدی ملا دینا، نبی ﷺ نے فرمایا: ثوبان! تمہاری محبت بڑی قدر و قیمت والی ہے، مگر تم نے میرا دیدار کیا، تم نے جبرئیل علیہ السلام کو اترتے دیکھا، قرآن اترتے دیکھا، ثوبان! میں جن کے لئے دعا کر رہا تھا یہ وہ لوگ ہیں جو قربِ قیامت میں پیدا ہوں گے، انہوں نے مجھے نہیں دیکھا ہوگا، ہاں انہوں نے اپنے علماء سے میرے تذکرے سنے ہوں گے اور فقط تذکرے سن کر ان کو مجھ سے اتنی محبت ہوگی کہ اگر ان کو اختیار دیا جاتا کہ اپنی اولاد کو بیچ کر میرا دیدار کرتے تو وہ ایسا کر گزرتے، میں ان کے لئے دعا کر رہا ہوں کہ اللہ مجھے ان احباء سے جلدی ملا دے۔

ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”من اشد امتی لی حبا ناس یکونون بعدی یود احدھم لو رآنی باھلہ ومالہ“

”میرے بعد میری امت میں مجھ سے محبت کرنے والے ایسے بھی لوگ ہوں گے جو تمنا کریں گے کہ کاش میں اپنے گھر والوں اور اپنے مال کے بدلے آپ ﷺ کا دیدار کر لیتا“ واقعی جن کو محبت ہوتی ہے ان کا ایسا ہی دستور ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی محبت کا اندازہ لگایئے کہ ایک مرتبہ رات کا وقت ہے اور وہ مدینہ طیبہ کی گلیوں میں راؤنڈ کر رہے تھے۔ ایک دروازے پر ان کو تھوڑی آواز آئی،

سننے کی لئے کھڑے ہو گئے، محسوس ہوا کہ کوئی بڑی عمر کی عورت ہے اور وہ نبی ﷺ کی محبت میں اشعار پڑھ رہی ہے، سنتے رہے سنتے رہے، دل مچل اٹھا، جب بوڑھی عورت نے اشعار مکمل کیے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھٹکھٹایا، بوڑھی عورت نے پوچھا کہ کس نے دروازہ کھٹکھٹایا؟ جواب دیا عمر فاروق، بولی: امیر المؤمنین! رات کے اس وقت میں مجھ بڑھیا کے دروازے پر آپ کیسے آئے؟ فرمانے لگے کہ میں ایک تمنا اور فریاد لے کے آیا ہوں، تم اس کو پورا کر سکتی ہو۔ بوڑھی عورت نے دروازہ کھولا، کہا کہ امیر المومنین! تشریف لایئے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ داخل ہوتے ہیں اور زمین پر بیٹھ جاتے ہیں۔ بڑھیا کہتی ہے بستر پہ بیٹھیں، فرماتے ہیں: جب تک آپ میری تمنا نہ پوری کریں گی میں بستر پر نہیں بیٹھوں گا، اس نے کہا: میں بوڑھی عورت، کس تمنا کو پورا کر سکتی ہوں؟ تو کہا کہ آپ ابھی نبی ﷺ کی محبت میں جو اشعار پڑھ رہی تھی، اس کے آخری شعر کے معنی یہ تھے کہ اللہ! مجھے جنت میں اپنے محبوب ﷺ کے ساتھ اکٹھا کر دینا، میری فریاد یہ ہے کہ اپنے شعر میں تھوڑی سی ترمیم کر کے یوں پڑھ دو: اللہ! مجھے اور عمر فاروق کو جنت میں اپنے محبوب ﷺ کے ساتھ اکٹھا کر دینا، کیا محبت تھی ان کے دلوں میں نبی ﷺ کی! اللہ اکبر کبیرا۔

کہتے ہیں کہ محبوب ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد بلال رضی اللہ عنہ نے صرف دو مرتبہ بعد میں اذان دی، ایک جب بیت المقدس فتح ہوا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جی چاہتا ہے کہ آپ نبی ﷺ کے مؤذن، آپ اس قبلہ میں بھی وہی اذان سنائیں، تو امیر المومنین کے حکم کی وجہ سے وہاں اذان دی، اور دوسرا موقع جب سیدنا بلال رضی اللہ عنہ ملک شام میں ایک رات اپنے گھر میں سوئے ہوئے تھے، نبی ﷺ کا دیدار ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا: بلال! کتنی سرد مہری ہے، اتنا عرصہ ہوا ملاقات کو نہیں آتے؟ اسی وقت اٹھے، بیوی سے کہا کہ فوراً تیاری کرو، چنانچہ سفر پہ چل پڑے، اللہ کی شان کہ وہ بالآخر مدینہ طیبہ پہنچے، نبی ﷺ کی خدمت میں حاضری دی، سلام پڑھا، مواجہ شریف پر نماز کا وقت ہو گیا، نماز

کے وقت صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ آپ اذان دیں، فرمانے لگے کہ جب میں اذان دیتا تھا اور جب "اشھد ان محمدا رسول الله" کہتا تھا تو آقا ﷺ کے چہرۂ انور کا دیدار کرتا تھا، اب اگر پڑھوں گا اور میں دیدار نہ کر سکوں گا تو مجھ سے یہ برداشت نہیں ہو سکے گا، لہٰذا میں اذان نہیں دیتا، صحابہ سے تو انکار کر دیا۔ اتنے میں شہزادے حسن و حسین رضی اللہ عنہما آ گئے۔ انہوں نے کہا کہ جی چاہتا ہے کہ نانا جان کے زمانے کی اذان سنیں، اب ان کی فرمائش ایسی تھی کہ انکار کی گنجائش نہیں تھی۔ چنانچہ بلال رضی اللہ عنہ اذان دینے مسجد نبوی میں کھڑے ہوئے، وہ آواز جس کو صحابہ رضوان اللہ عنہم سنتے تھے اور آقا ﷺ کا دیدار کرتے تھے۔ آج وہی اذان کی آواز آ رہی تھی، صحابہ حیران ہیں۔ محبوب کی یاد نے دلوں کو تڑپا کے رکھ دیا، مرد بھی رو رہے ہیں۔ قریب کے گھروں میں آواز گئی تو عورتیں بھی حیران ہوئیں کہ یہ آواز کہاں سے آ گئی۔ انہوں نے اپنے سروں پہ برقعے لئے چادریں لیں اور وہ بھی آ گئیں۔ اب عورتیں گلی میں اس آواز کو سن کے رو رہی ہیں۔ مرد مسجد میں رو رہے ہیں۔ اور جب اذان ختم ہوئی تو عجیب معاملہ اس وقت ہوا، ایک عورت کے بیٹے نے اپنی ماں سے سوال کیا: اماں! اتنے عرصے کے بعد بلال رضی اللہ عنہ تو واپس آ گئے، یہ بتائیں کہ نبی ﷺ کب واپس آئیں گے؟ صحابہ رضوان اللہ عنہم اس طرح یاد کرتے تھے اور اس طرح رویا کرتے تھے۔ جب بلال رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت ہوا تو ان کی بیوی نے کہا: "واحزناہ" فوراً کہنے لگے: "واطرباہ غدا القی محمد اوحزبہ"۔ کتنی خوشی کی بات ہے کل نبی ﷺ اور ان کے صحابہ کے ساتھ میری ملاقات ہو جائے گی۔

محبت کا نواں تقاضا: امر بالمعروف ونہی عن المنکر

نواں تقاضا: "الشفقة على امته والسعى فى مصالحهم كما كان ﷺ بالمؤمنين رؤفا رحيما"۔

محبت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ کو امت کے ساتھ محبت تھی، آپ

امت کے لئے رؤف رحیم تھے۔ لہٰذا وہ رأفت اور رحمت اس بندے کے دل میں بھی ہونی چاہیے جو نبی ﷺ کے ساتھ محبت کرتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دنیاوی کاموں میں بھی ہمیں لوگوں کے کام آنا چاہیے اور نیکی کی تلقین کرنے میں بھی ان کا خیال رکھنا چاہیے، وہ غم جو نبی ﷺ کے سینۂ انور میں تھا، جس کی وجہ سے آپ راتوں کو روتے تھے۔ اتنی لمبی تہجد پڑھتے تھے کہ ''حتی تتورم قدماہ'' کہ قدمین مبارک متورم ہوجاتے تھے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ اللہ کے نبی ﷺ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ میرے دل میں شک آنے لگا کہ پتہ نہیں کہیں روح ہی نہ پرواز کرگئی ہو۔ میں اٹھی اور میں نے پاؤں کے انگوٹھے کو ہلایا، تب مجھے اندازہ ہوا کہ نہیں۔ آپ ﷺ کی روح ابھی موجود ہے، اتنا لمبا سجدہ امت کے لئے فرماتے تھے۔ کیوں کہ آپ کو محبت تھی۔ چنانچہ نبی ﷺ کا وہ غم جو آج کے دور میں اپنے دل میں رکھے گا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے زندگی کو وقف کرے گا، اللہ کے نبی ﷺ کا وہ محبوب بنے گا۔

ایک عجیب حدیث مبارک ہے، انس رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "الاخبرکم عن اقوام لیسوابانبیاء ولاشھداء" ''کیا میں تمہیں ایسے لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں جو نہ انبیاء ہوں گے، نہ شہداء ہوں گے'' "یغبطھم یوم القیمۃ الانبیاء والشھداء" ''قیامت کے دن ان پر انبیاء اور شہداء رشک کررہے ہوں گے''

سبحان اللہ! کیا شان والے لوگ ہیں کہ وہ انبیاء نہیں۔ شہداء نہیں، مگر ان کو اللہ تعالیٰ وہ مقام دیں گے، وہ اکرام عطا کریں گے کہ انبیاء اور شہداء ان کے اوپر رشک کریں گے۔ "بمنازلھم من اللہ عزوجل علی منابر من نور" ''نور کے منبروں پر ہوں گے'' "یکونون علیھا، قالوا : ومن ھم" صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے نبی ﷺ! وہ کون ہونگے؟ قال'' نبی ﷺ نے فرمایا:

"الذین یحببون عباداللہ الی اللہ ویحببون اللہ الی
عبادہ وھم یمشون علی الارض نصحاء"۔

کہ جو بندوں کو اللہ کا محبوب بناتے ہیں۔ اور اللہ کو بندوں کا محبوب
بناتے ہیں۔ اور وہ دنیا میں لوگوں کو نصیحت کی بات کرنے والے ہیں"

صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے اللہ کے حبیب ﷺ! یہ تو سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ کو بندوں کا محبوب، یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ بندوں کو اللہ کو محبوب بناتے ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں۔ گناہوں سے روکتے ہیں۔

"یأمرونھم بحب اللہ وینھونھم عما کرہ اللہ فاذا اطاعوھم احبھم اللہ" جب بندے گناہ چھوڑ دیتے ہیں اور اللہ کی فرماں برداری کرتے ہیں تو وہ اللہ کے محبوب بن جایا کرتے ہیں۔ اب سوچئے کہ نبی ﷺ نے جن لوگوں کے بارے میں یہ بتلایا، وہ آج امت میں ہمیں اپنی آنکھوں سے نظر آسکتے ہیں۔

ذرا حالات زندگی پڑھ کر دیکھئے۔ اس اکابر علماء دیوبند کی جماعت میں آپ کو ایک کمزور سی شخصیت ملے گی، ایک کمزور سی شخصیت لوگوں کے دروازے پر جارہی ہے، لوگو! میں روٹی کا سوال کرنے نہیں آیا، میں تم سے زندگی کا سوال کرنے نہیں آیا ہوں، میں تم سے وقت کا سوال کرنے آیا ہوں، کون ہیں؟ میرا نام "الیاس" ہے، میرے دل میں اللہ نے وہی محبت ڈالی ہے، وہی غم ڈالا ہے، میں سلام کرتا ہوں اس جماعت کی عظمت کو کہ جنہوں نے نبی ﷺ کے غم کو اپنا غم بنایا، آج دنیا کے سینکڑوں ممالک کے اندر جو اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملاتے پھر رہے ہیں۔ یہ نبی ﷺ کے محبوب بندے زندگیاں لگا دیتے ہیں۔ سال لگا دیتے ہیں۔ اپنا مال، اپنی جان، اپنا سب کچھ، صرف اس لئے کہ اللہ سے اللہ کے بندے جڑ جائیں، کافر ہوتے ہیں ان کو مسلمان بنالیتے ہیں۔ جو مسلمان غفلت میں پڑے ہوتے ہیں۔ ان کو جگا دیتے ہیں۔ ان کو اللہ سے واصل کر دیتے ہیں۔ یہ نعمت بھی اللہ نے اکابر علماء دیوبند کو عطا فرمائی کہ

نبی ﷺ کی اس نعمت کے وارث بھی یہی بنے۔ وہ علماء جو وعظ و نصیحت کا کام کرتے ہیں۔ وہ مشائخ، وہ داعی حضرات جو وعظ و نصیحت کا کام کرتے ہیں۔ وہ سارے کے سارے اسی خوشخبری کے اندر شامل ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ ان سے محبت فرماتے ہیں جو اللہ کے بندوں کو اللہ کا محبوب بناتے ہیں اور اللہ کو بندوں کا محبوب بنا دیتے ہیں۔

محبت کا دسواں تقاضا: درود و سلام کا پڑھنا

نبی ﷺ کے ساتھ محبت ہے تو پھر اس کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ:

"کثرۃ الصلوٰۃ والسلام علیہ" "نبی ﷺ کے اوپر کثرت سے صلوٰۃ و سلام پڑھنا، درود شریف پڑھنا"۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "اللہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا"

سید القراء ابن کعب رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، کہا: اے اللہ کے حبیب ﷺ! میں آپ پر اپنے وقت کا تیسرا حصہ درود شریف پڑھنے میں لگا دوں؟ نبی ﷺ نے فرمایا تو زیادہ پڑھے گا تو تجھے زیادہ فائدہ ہوگا، پھر پوچھا: اے اللہ کے حبیب ﷺ! میں دو تہائی حصہ درود شریف پڑھا کروں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: زیادہ پڑھے گا تو زیادہ نفع ہوگا، انہوں نے کہا: اے اللہ کے حبیب ﷺ! پھر تو میں پورا وقت ہی آپ پر درود شریف پڑھوں گا، قال نبی ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ:

"اذا یغفر ذنبك وتكفى همك" "اگر تو ہر وقت مجھ پر درود شریف پڑھے گا تو اللہ تیرے سب گناہوں کو معاف کر دیں گے اور تیرے غموں کو اللہ ختم فرما دیں گے۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: "الدعاء والصلوٰۃ معلق بین السماء

والارض" ''دعا اور نماز آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہیں۔

"فلا یصعد الی اللہ منہ شیء حتی یصلی علی النبی ﷺ"

''یہ اس وقت تک قبولیت کے لئے اوپر نہیں جاپاتی، جب تک کہ ان میں نبی ﷺ پر درود شریف نہ پڑھا گیا ہو''

اسی لئے ہر دعا سے پہلے بھی درود شریف پڑھنا چاہیے اور بعد میں بھی پڑھنا چاہیے۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"الدعاء بین الصلوتین لایرد" ''کہ درود شریف کے درمیان جو دعا مانگی جاتی ہے وہ دعا رد نہیں کی جاتی''

ایک حدیث مبارک میں نبی ﷺ نے فرمایا:

"من صلی علی فی کتاب لم تزل الملئکۃ تستغفر له مادام اسمی فی ذلك الکتاب"۔

''اگر کوئی بندہ لکھ رہا ہو اور لکھتے ہوئے نبی ﷺ کا نامِ نامی اسمِ گرامی آجائے اور وہ نامِ نامی اسمِ گرامی کے ساتھ ''ﷺ'' لکھے تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب تک اس کتاب میں میرے نام کے ساتھ یہ درود شریف لکھا رہے گا، اس وقت تک ایک فرشتہ اس کے لئے استغفار کرتا رہے گا،

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"اولی الناس بی یوم القیمة اکثرھم علی صلوۃ"

''کہ جو بندہ سب سے زیادہ مجھ پر درود شریف پڑھتا ہوگا، قیامت کے دن سب سے زیادہ میرے قریب وہی بندہ ہوگا''

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک عجیب بات فرمائی، فرماتے تھے کہ:

"الصلوۃ علی النبی امحق للذنوب من الماء البارد للنار"

کہ جس طرح ٹھنڈا پانی آگ کو جلدی بجھا دیتا ہے، درود شریف کا پڑھنا انسان

کے گناہوں کو اس سے بھی زیادہ جلدی بجھا دیتا ہے،

ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"من نسی الصلوٰۃ علی نسی طریق الجنۃ"

''جو مجھ پر درود شریف پڑھنا بھول گیا، وہ جنت کا راستہ ہی بھول گیا''

محبت کا گیارہواں تقاضا:

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آواز بلند نہ کرنا

عدم التقدیم بین یدیہ وغض الصوت عندہ

''کہ نبی علیہ السلام کی آواز مبارکہ سے اپنی آواز کو بلند نہ ہونے دے اور آپ ﷺ کے حکم کے سامنے پیش قدمی نہ کریں''۔

صحابہ آپ کے آگے نہ چلیں، یہ حکم آج بھی موجود ہے کہ ہم نبی علیہ السلام کے حکم مبارک کے اوپر کسی چیز کو فوقیت نہ دیں، صحابہ کا تو معاملہ اور تھا۔

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا ایک بھتیجا تھا وہ انگلی پہ ایک کنکری رکھ کے پھینک رہا تھا، کھیل رہا تھا۔ انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے اس طرح کرنے سے منع فرمایا ہے، وہ رک گیا، جب آپ کسی کام میں متوجہ ہوئے تو اس نے پھر اسی طرح پھینکی، بچہ جو تھا، اتنا غصہ کیا، فرمایا کہ نہ میں تمہاری تیمارداری کروں گا، نہ میں تم سے بات کروں گا، نہ میں تمہارا جنازہ پڑھوں گا، میں تمہیں اللہ کے حبیب ﷺ کا حکم سناتا ہوں اور تم پھر خلاف کرتے ہو، یعنی صحابہ کرام کے نزدیک یہ ایک بہت عجیب بات تھی کہ محبوب ﷺ کا حکم سن کر پھر انسان اس پر لبیک نہ کہے۔

محبت کا بارہواں تقاضا:

نبی ﷺ کی نسبتوں کا احترام کرنا

اعظام جمیع اسبابہ واکرام مشاھدہ وامکنتہ من مکۃ

ومابينة

''مکہ و مدینہ اور نبی ﷺ کے ساتھ نسبت رکھنے والی جتنی چیزیں ہیں ان کا بھی اکرام کریں''

چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ کے اندر اپنی سواری کے اوپر سوار نہیں ہوتے تھے، کسی نے کہا آپ سوار کیوں نہیں ہوجاتے تو فرمایا کہ

استحيي من الله ان اطا تربة فيها رسول الله ﷺ بحافر دابتي

''مجھے زیب نہیں دیتا کہ جس مٹی پر میرے آقا کے قدم مبارک لگے ہوں میں اس مٹی کو اپنی سواری کے پاؤں کے ساتھ پامال کروں''

ایک بندے نے کہا کہ مدینے کی مٹی اچھی نہیں ہے،

افتى مالك فيمن قال تربة المدينة رديئة يضرب ثلاثين درة

''فرمایا تیس درّے لگاؤ اس بندے کو جس نے یہ الفاظ کہے ہیں''

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جب مسجد کے قریب آجاتے:

يرفع حزائه ويمشي حافية

''جوتے اتار لیتے اور مسجد کے باہر ننگے پاؤں چلا کرتے تھے''

تو معلوم ہوا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساتھ نسبت رکھنے والی جو جگہیں ہیں، جو اشیاء ہیں ان کے ساتھ بھی ہمیں احترام کا معاملہ کرنا چاہیے۔

محبت کا تیرہواں تقاضا:

اہل بیت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ محبت ہونا

حب الصحابة واهل البيت

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو شاگرد تھے جو آپ کی نبوت کے گواہ تھے، ان سے نبی علیہ السلام کو بہت محبت تھی اور محبوب کو جو چیز محبوب ہو اس سے محبت ہونی ضروری ہوتی ہے،

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿الله الله !فی اصحابی لا تتخذوھم من بعد ی غر ضافمن احبھم فبحبی احبھم﴾

''جو میرے صحابہ سے محبت کرے گا، وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا''

تو صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت نبی علیہ السلام سے محبت کی دلیل اور صحابہ سے بغض گویا نبی ﷺ کے ساتھ بغض کی دلیل ہوتی ہے۔

☆......حدیث مبارکہ میں فرمایا کہ

﴿اٰیة الایمان حب الانصار وآیة النفاق بغضھم﴾

''انصار سے محبت کرنا ایمان کی علامت ہے اوران سے بغض رکھنا یہ نفاق کی علامت ہوتی ہے''

تو جو صحابہ سے بغض رکھے دوسرے لفظوں میں وہ منافق ہوا کرتا ہے،

﴿اذاذکر اصحابی فامسك﴾

جب میرے اصحاب کا ذکر آئے تو خاموش ہو جاؤ،

☆......انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿مثل اصحابی کمثل الملح فی الطعام﴾

''میرے صحابہ کی مثال کھانے میں نمک کی سی ہے''

جس طرح نمک کے بغیر کھانا بے ذائقہ ہوتا ہے، صحابہ کی محبت کے بغیر انسان کا ایمان بے حلاوت ہوا کرتا ہے۔

☆......اور فرمایا:

﴿من حفظنی فی اصحابی کنت له حافظا یوم القیمة﴾

''جو میرے صحابہ کی (عزت وحرمت کی) حفاظت کرے گا قیامت کے دن

میں اس شخص کا محافظ بن جاؤں گا“

☆...... نبی علیہ السلام نے فرمایا:

﴿من حفظنی فی اصحابی وردعلی الحوض ومن لم یحفظنی فی اصحابی لم یردعلی الحوض﴾

جو میرے صحابہ کی محافظت کرے گا، وہ میرے پاس حوض کوثر پر حاضر ہو اور جو میرے صحابہ کی حفاظت نہیں کرے گا، اس کو چاہیے کہ میرے پاس حوض کوثر پہ حاضر نہ ہو۔

محبت کا چودہواں تقاضا:

تعلیمات نبوی ﷺ پر عمل کرنا

الاقتداء به

انسان ان کی باتوں پر عمل کرے اور ان کی بات کو اپنائے،

ان المحب لمن یحب مطیع

محب جس سے محبت کرتا ہے اس کا مطیع ہوتا ہے،

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

تعصی الالٰه وانت تزعم حبه

هذا العمری فی القیاس بدیع

لو کان حبك صادقا لاطعته

ان المحب لمن یحب مطیع

”تو اس کی نافرمانی کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ تو اس سے محبت کرنے والا ہے، یہ بات بالکل خلاف عقل ہے، اگر تیری محبت سچی ہوتی تو اس کی فرمانبرداری کرتا کیونکہ بے شک محب جس سے محبت کرتا ہے اس کا مطیع وفرمانبردار ہوا کرتا ہے“

توہمیں چاہیے کہ نبی ﷺ کی ایک ایک سنت کے ساتھ اپنے جسم کو مزین کریں، اس کی مثال یوں سمجھیں کہ شادی کے موقع پر دلہن کو سجانے کے لیے زیور پہنائے جاتے ہیں، تو دلہن یہ سمجھتی ہے کہ انگلیوں میں انگوٹھی پہنادیں گے، انگلیاں خوبصورت ہو جائیں گی، بازوؤں میں چوڑیاں پہنادیں گے، بازو خوبصورت بن جائیں گے، کانوں میں بالیاں ڈال دیں گے، کان خوبصورت ہوجائیں گے، گلے میں ہارڈالا گلا خوبصورت، اس طرح دلہن یہ سمجھتی ہے کہ جسم کے جس عضو پر سونے کا زیور آگیا وہ میرے خاوند کی نظر میں زیادہ خوبصورت ہوجائے گا، مومن کو بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیے کہ میرے جسم کے جس عضو کو سنت سے نسبت ہوگئی سنت کا عمل اس پر سج گیا میرا وہ عضو اللہ کی نظر میں خوبصورت ہوجائے گا، اس لیے فرمایا کہ

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (الاعراف: ۳۱)

''تم میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کریں گے''

آج نبی ﷺ پر درود شریف کا پڑھنا کل قیامت کے دن میزان میں نیکیوں کے بھاری ہونے کا سبب بھی بنے گا، دعا ہے اللہ رب العزت ہمیں اپنے حبیب ﷺ کی سچی محبت عطا فرمائے، ان کا احترام، ان کی عزت، اوران کا اکرام بھی دل میں عطا فرمائے، ان کی سنتوں کی محبت کے ساتھ اتباع کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے اور کثرت سے درود شریف پڑھ کر نبی ﷺ کی محبت دل میں بھرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

حضور ﷺ کی زندگی تمام انسانوں کے لئے نمونہ

جب ہم باجماعت نماز پڑھتے ہیں تو ایک امام ہوتے ہیں اور باقی مقتدی ہوتے ہیں، مقتدیوں کے اوپر لازم ہوتا ہے کہ امام کی اقتداء کریں، اگر کوئی مقتدی امام کی اقتداء نہ کرے تو اس کی نماز صحیح نہ ہوگی، جس طرح نماز میں ایک امام ہے، اسی

طرح ہماری پوری زندگی کے امام سیدنا رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ہمارا یہ فرض منصبی ہے کہ ہر کام ہم نبی ﷺ کے طریقے کے مطابق کریں، کھانا پینا، پہننا اور اوڑھنا، معاشرت، معیشت، ہر چیز نبی ﷺ کے طریقے کے مطابق ہو۔ یہ ہر مسلمان کے اوپر لازم ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي"

''تمہارے اوپر میری سنت کی اتباع لازم ہے''

آپ نے دیکھا ہوگا کہ شادی کے موقع پر دلہن سجاتے ہیں۔ وہ یہ سمجھتی ہے کہ اگر میری انگلیوں میں انگوٹھی پہنا دی گئی تو انگلیاں خوبصورت بن جائیں گی، اگر بازوؤں میں چوڑیاں ڈال دی گئیں تو بازو خوبصورت بن جائیں گے، اگر گلے میں لاکٹ ڈال دیا گیا تو میرا گلا خوبصورت بن جائے گا اور اگر میرے کانوں میں بالیاں ڈال دی گئیں تو میرے کان خوبصورت بن جائیں گے، غرض دلہن کا یہ خیال ہوتا ہے کہ جس عضو کو زیور سے سجا دیا جائے گا وہ میرے خاوند کی نظر میں خوبصورت بن جائے گا، ہوبہو یہی مثال ہے کہ مومن اپنے جس عضو کو سنت کے مطابق ڈھالتا جاتا ہے، اس کا وہ عضو اللہ رب العزت کی نظر میں خوبصورت بنتا چلا جاتا ہے، حتیٰ کہ اگر وہ سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک اپنے آپ کو سنت کے مطابق بنالے تو سجے ہوئے انسان کی طرح وہ اللہ کی نظر میں پیارا ہو جاتا ہے، ارشاد فرمایا:

"قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ"

''اے میرے محبوب فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو''

"فَاتَّبِعُونِي" ''تم میری اتباع کرو'' "يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ"

اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ رب العزت تم سے محبت فرمائیں گے، تم اللہ رب العزت کے محبوب بن جاؤ گے،

اور ہر مومن کے دل میں نبی ﷺ کی محبت یقینی ہوتی ہے، اس کے بغیر انسان

کا ایمان مکمل نہیں ہوسکتا، نبی علیہ السلام سے محبت کرنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے:

نہ جب تک کٹ مروں خواجہ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا
نماز اچھی ہے حج اچھا روزہ اچھا زکوۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا

محبت رسول ﷺ، قرآن وحدیث کی روشنی میں

قرآن مجید کی ایک آیت مبارکہ ہے:

"قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاۤؤُكُمْ وَاَبْنَاۤؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ"۔ (سورۃ التوبۃ: ۲۴)

"کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے رشتہ دار اور مال جو تم کماتے ہو اور کاروبار جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو۔ اللہ اور اس کے رسول اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں تو تم ٹھہرے رہو۔ یہاں تک کہ اللہ تمہارے لئے اپنا حکم (عذاب) بھیجے اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتے"

سب رشتے گنوائیں کہ یہ رشتے داریاں اور وہ تمہارے گھر جن میں رہنا تم پسند کرتے ہو اور تمہاری تجارت جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ رہتا ہے، اگر یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر تم انتظار میں رہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیج دے، تو معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی محبت تمام محبتوں کے اوپر غالب

ہونی چاہیے، مخلوق کی ساری محبتیں نیچے ہیں اور نبی ﷺ کی محبت ان سب محبتوں پر فائق ہے، اور یہ جو دائرہ اسلام کے اندر محبتیں ہم نے رکھی ہیں۔ میاں بیوی کی محبت، ماں، باپ، اولاد کی محبتیں، یہ سب اچھی ہیں لیکن اگر یہ محبتیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں رکاوٹ بنیں تو ان محبتوں پر پاؤں رکھ کر تم آگے گزر جاؤ تمہاری منزل کوئی اور ہے۔

☆...... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

"لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین"۔

''تم میں سے کوئی ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد سے، بیٹوں سے اور دنیا کے تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں''

یہاں پر بیٹے کا تذکرہ پہلے نہیں کیا حالانکہ عام طور پر یوں محسوس ہوتا ہے کہ بیٹا زیادہ پیارا ہوتا ہے، والد کا تذکرہ پہلے کیا، اس لئے ایک حدیث پاک میں فرمایا کہ میں ہر متقی کا باپ ہوں، تو چونکہ باپ کا رشتہ تھا اگر بیٹے کا تذکرہ پہلے ہوتا تو اس بات کے خلاف ہو جاتا، تو اللہ کے حبیب ﷺ نے والد کا تذکرہ یہاں پہلے فرما دیا،

☆...... ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

"ثلاث من کن فیہ وجد حلاوۃ الایمان"

''تین باتیں ایسی ہیں کہ جس میں ہوں اس کو ایمان کی حلاوت نصیب ہو جائے''

"ان یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما"

''اللہ اور اس کے رسول ﷺ باقی ہر چیز سے زیادہ بندے کو محبوب ہو جائیں''

"وان یحب المرء لا یحبہ الا للہ"

''اور کوئی شخص جس سے بھی محبت کرے اللہ ہی کے لیے کرے''

"وان یکرہ ان یعود فی الکفر کما یکرہ ان یقذف فی النار"

''اور یہ کہ کفر میں لوٹنے کو ایسے محسوس کرے جیسے آگ میں لوٹنا''

ان میں سے پہلی بات یہ بیان ہوئی کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت بندے کو باقی ہر چیز سے زیادہ ہو۔

کامیابی کا مدار سنت کی اتباع پر ہے

جس شخص نے سنت کو اپنا لیا اس نے نجات پائی،

☆......امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

"ان السنۃ مثل سفینۃ نوح علیہ السلام"

کہ نبی ﷺ کی سنت نوح علیہ السلام کی کشتی کے مانند ہے''

"من رکبہا نجا"

''جو اس کشتی پر سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا''

"ومن تخلی عنہ غرق"

اور جو اس کشتی سے پیچھے رہ گیا وہ دنیا کے طوفانوں کے اندر غرق ہو گا''

☆......نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من حفظ سنتی اکرمھم اللہ باربع خصال"۔

جو شخص میری سنت کا اکرام کرتا ہے، اس کی عزت کرتا ہے، اس پر عمل پیرا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ چار طریقوں سے اس بندے کا اکرام فرماتے ہیں۔

ایک "المحبۃ فی قلوب البررۃ"

نیک لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اس بندے کی محبت ڈال دیتے ہیں۔

دوسری بات: "والهيبة فی قلوب الفجرة"

جو فاسق و فاجر ہوتے ہیں ان کے دلوں میں اللہ ان کا رعب بٹھا دیتے ہیں۔

تیسری بات: "والسعة فی الرزق"

اللہ اس کا رزق کھلا فرما دیتے ہیں۔ رزق میں کشادگی عطا فرما دیتے ہیں۔

اور چوتھی چیز: "والثقة فی الدين"

اللہ دین میں اس بندے کو مضبوط بنا دیتے ہیں،

تو معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی سنت انسان کے لئے فلاح پانے کا ذریعہ ہے،

☆ ......شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فتح القدیر میں لکھتے ہیں:

"من تهاون بسنة عوقب بحرمان الفرائض"۔

جو شخص سنت کا اہتمام نہیں کرتا، اس کو ہلکا سمجھتا ہے، اس کا وبال یہ ہوتا ہے کہ اس بندے کو فرائض سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

☆ ...... نبی ﷺ نے فرمایا:

"من احب سنتی فقد احبنی"

جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔

"ومن احبنی کان معی فی الجنة"

اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

☆ ...... نبی ﷺ نے فرمایا:

"من تمسك بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهيد"

کہ جو میری سنت کا اس وقت التزام کرے جب کہ سنت کی طرف سے بے توجہی کی جا رہی ہو۔ اس کو چھوڑا جا رہا ہو تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس بندے کو ایک سو شہیدوں کا ثواب عطا کیا جائے گا۔

☆ ...... نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ترکت فیکم امرین"

میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں،

"لن تضلوا ان تمسکتم بهما"

تم ہرگز گمراہ نہیں ہوگے اگر تم ان دونوں کو پکڑے رہو گے"

"کتاب الله وسنة نبیه"

ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب اور دوسرا اس کے نبی ﷺ کی سنت کی اتباع کرنا،

اس لئے ہمیں چاہیے کہ کہ ہم سنت کی پیروی کریں اور زندگی کو سنت سے مزین کریں، اپنے ظاہر کو نبی ﷺ کی سنت سے مزین کریں اور اپنے باطن کو اللہ رب العزت کی معرفت سے منور کریں۔

اختتام بر دعا

یہ اللہ رب العزت کا ہم پر احسان ہے کہ اس نے ہمیں نبی علیہ السلام کی امت میں پیدا فرما دیا، ہم آپ کی مبارک زندگی کو پڑھیں، آپ کی سنتوں کو سیکھیں اور اس سے اپنے آپ کو مزین کر کے ایک کامیاب زندگی گزارنے کی کوشش کریں،

اے رسول امین، خاتم المرسلین، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
ہے عقیدہ یہ اپنا بصدق ویقین، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
دستِ قدرت نے ایسا بنایا تجھے، جملہ اوصاف سے خود سجایا تجھے
اے ازل کے حسیں، اے ابد کے حسین، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
بزم کونین پہلے سجائی گئی، پھر تیری ذات منظر پہ لائی گئی
سید الاولین سید الآخریں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

تیرا سکہ رواں کل جہاں میں ہوا، اس زمیں میں ہوا، آسمان میں ہوا
کیا عرب کیا عجم، سب ہیں زیرِ نگیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

اے میرے مولیٰ ! آپ رحمت کی ایک نظر ڈال دیجئے، ہمارے من کی کیفیتوں کو بھی سنت کے مطابق بنا دیجئے، تا کہ ظاہر و باطن سنت کے نور سے منور ہو جائے، اللہ تعالیٰ ہمیں سنتوں بھری زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے، حتی کہ جب موت کا وقت آئے، ملک الموت آئے، دلوں کو ٹٹولے تو عشق نبوی سے بھرا ہوا پائے، دماغوں کو ٹٹولے علم نبوی سے بھرا ہوا پائے، ہمارے اعضاء کو ٹٹولے تو سنت نبوی سے مزین نظر آئے اور وہ بھی اس کی گواہی دے دے کہ یہ بندہ مجھے اپنے آقا کا غلام نظر آتا ہے، رب کریم ہمیں ایک ایک سنت پر محبت کے ساتھ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس سنت کے نور کو پوری دنیا کے اندر پھیلانے اور پہنچانے کی اللہ توفیق عطا فرمائے، آمین

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

ساتواں باب

عشق رسول ﷺ

عربی اور اُردو شعراء کی نظر میں

شانِ ختم الرسل ﷺ عربی شعراء کی نظر میں

...المحبة حجاب بين المحب والمحبوب

فاذا فني المحب من المحبة وصل بالمحبوب

محبت خود محب ومحبوب کے درمیان ایک پردہ ہے جب محب محبت سے فنا ہو جاتا ہے تو محبوب سے اس کا وصل ہو جاتا ہے،

...فهو الذی تم معناه وصورته　ثم اصطفاه حبيبا بارئی النسيم

منزة عن شريك فی محاسنه　　فجوهر الحسن فيه غير منقسم

پس آپ فضائل ظاہری و باطنی میں درجہ کمال کو پہنچے ہوئے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا حبیب بنا کر چن لیا، آپ اس سے بلند ہیں کہ آپ کی خوبیوں میں کوئی آپ کا شریک ہو پس آپ کے جوہر حسن میں کوئی شریک وسہیم نہیں، آپ کا حسن غیر منقسم اور غیر مشترک ہے،

بلغ العلی بکماله　　کشف الدجی بجماله

حسنت جميع خصاله　　صلوا عليه وآله

آپ پہنچ گئے بلندیوں تک اپنے کمال سے اور کھل گئے تمام اندھیرے آپ کے جمال سے آپ کی تمام عادتیں حسین وجمیل ہیں۔تم سب ان پر اور ان کے آل پر درود بھیجتے رہا کرو،

...علی محمد صلوة الابرار　　صلی عليه الطيبون الاخيار

قد کان قواما يکی بالاسحار　　ياليت شعری والمنايا اطوار

هل تجمعنی وحبيبی الدار

حضرت محمد ﷺ پر نیک اور اچھے لوگ درود پڑھ رہے ہیں۔ آپ ﷺ راتوں کو جاگ کر اللہ کی عبادت کرنے والے اور سحر کے وقت خوب رونے والے

تھے۔ موت تو آنی ہی ہے کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ مرنے کے بعد مجھے محبوب کا وصل نصیب ہوگا یا نہیں؟

...ما ان مدحت محمدا بمقالتی لکن مدحت مقالتی بمحمد

میں نے اپنے مقالے کے ذریعہ محمد ﷺ کی مدح نہیں کی، لیکن محمد (ﷺ) کے نام سے میرے مقالہ کی عظمت ہوگئی۔

ولو یقل لی مت مت سمعا وطاعة وقلت لداعی الموت اهلا ومرحبا

اگر محبوب کہے کہ مرجا تو یہ حکم مان کر مرجاؤں، اور موت کے داعی کو خوش آمدید کہوں،

...المحبة ایثار ما یحب المحبوب وان کرهت
وکراهة ما یکره المحبوب وان احببت

محبت ہر اس چیز کا قربان کر دینا ہے جس کو محبوب دوست رکھتا ہے اگر چہ وہ ناپسند ہو اور اس چیز کو مکروہ سمجھنا ہے، کس کو محبوب مکروہ سمجھے اگر چہ وہ چیز تجھے پسند ہو۔

...شربت الحب کأسا بعد کأس فما نفد الشراب ولا رویت

میں نے شراب محبت کے جام پر جام لنڈھائے، نہ ہی شراب ختم ہوئی اور نہ ہی میں سیراب ہوا۔

...ویدرکنی فی ذکرها قشعریر لها بین جلد والعظام دبیب

مجھے محبوب کے ذکر کے وقت کپکپی سی ہوتی ہے، میری جلد اور ہڈیوں میں اس کی ہلکی سی حرکت محسوس ہوتی ہے۔

...واحسن منك لم ترقط عینی واجمل منك لم تلد النساء
خلقت مبرءا من کل عیب کانك قد خلقت کما تشاء

اے محبوب آپ (ﷺ) سے بہتر خوب صورت چہرہ کبھی میری آنکھ نے دیکھا نہیں ہے اور آپ سے زیادہ حسن و جمال والا کبھی کسی عورت نے کوئی بچہ جنا نہیں ہے، آپ اس طرح عیبوں سے پاک ہو کر دنیا میں پیدا ہوئے گویا کہ اللہ نے آپ کو آپ کی مرضی کا حسن و جمال دے کر پیدا فرمایا۔

...لما رایت نبیا منجدلا ضاقت علی بمرضهن الاو
فارتاع قلبی عند ذلك لهلكه والعظم منی ماحیث کسیر
یالیتنی من قبل هلك صاحبی عییت فی جدث علی صخور

جب میں نے اپنے نبی ﷺ کو وفات یافتہ دیکھا تو مکانات اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئے، اس وقت حضور ﷺ کی وفات پر میرا دل لرز اٹھا اور زندگی بھر میری کمر ٹوٹی رہے گی، کاش! میں اپنے آقا کے انتقال سے پہلے قبر میں دفن کر دیا گیا ہوتا، تو مجھ پر پتھر ہوتے،

...یاصاحب الجمال ویاسید البشر من وجهك المنیر لقد نور القمر
لایمكن الثناء كما كان حقه بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اے صاحب جمال اور انسانوں کے سردار، آپ کے نورانی چہرہ سے تو چاند کو روشنی بخشی گئی، جیسا کہ آپ کی تعریف کا حق ہے ویسی تعریف ممکن نہیں۔ خدا کے بعد آپ ہی سب سے بڑے ہیں قصہ مختصر۔

حسبی ربی جل الله مافی قلبی غیر الله

عظمت رسول اور محبتِ رسول ﷺ فارسی شعراء کی نظر میں

... حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ یوسف علیہ السلام کا حسن، عیسیٰ علیہ السلام کا دم۔ موسیٰ علیہ السلام کا سا سفید ہاتھ رکھتے ہیں اور وہ تمام خوبیاں جو تمام رکھتے ہیں آپ میں جمع ہیں۔

☆......یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست کتب خانہ چند ملت بشست

وہ یتیم کہ جس نے پڑھنا بھی نہ سیکھا ہو اس نے کتنے مذاہب کے کتب خانہ دھو دئے۔

☆......خدا در انتظارِ حمدِ ما نیست محمد چشم بر راہِ ثناء نیست
خدا مدح آفریں مصطفیٰ بس محمد حامد حمدِ خدا بس

مناجاتے اگر باید بیاں کرد   بہ بیتے ہم قناعت می تواں کرد
محمد از تو می خواہی خدا را   خدایا از تو حب مصطفی را

خدا ہماری حمد و تعریف کا انتظار نہیں کرتا اور نہ ہی محمد ﷺ تعریف کے ضرورتمند ہیں، خدا محمد ﷺ کی مدح وثناء کر رہے ہیں اور محمد ﷺ خدا کی حمد وثناء کر رہے ہیں اگر کوئی مناجات بیان کرنا ہو تو میں ایک ہی بیت میں قناعت کرتا ہوں، اے محمد ﷺ آپ سے خدا چاہتے ہیں کہ اے خدا آپ سے حب مصطفی (ﷺ) چاہتے ہیں۔

☆...... ہر کہ عشق مصطفی سامان اوست   بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست

جو بھی عشقِ مصطفی (ﷺ) میں مبتلا ہے بحر و بر اس کے دامن کے ایک کونے میں سما جاتے ہیں۔

☆...... لولاک ذرہ جہاں محمد است   سبحان من یراہ چہ شانِ محمد است
سیپارہ کلام الٰہی خدا گواہ   آں ہم عبارتے زبان محمد است
نازو بنام پاک محمد ﷺ کلام پاک   نازم بآں کلام کہ جان محمد ﷺ است

توحید را کہ نقطہ پرکار دین ماست   دانی! کہ نقطہ زیباں محمد ﷺ است
سر قضاو قدر ہمیں است اے ندیم   پیکان امر حق زکمان محمد ﷺ است

لولاک محمد کے جہاں کا ذرہ ہے سبحان اللہ جس نے دیکھا ہے محمد ﷺ کی شان کو قرآن کے تیس پارے اس پر گواہ ہیں اور وہ عبارت بھی جو محمد ﷺ کی زبان نکلی میں کلام پاک محمد کے نام پر ناز کرتا ہے اور میں ناز کرتا ہوں اس کلام پر کہ محمد ﷺ کی جان ہے توحید ہمارے دین کا مرکزی نقطہ ہے، تو جانتا ہے کہ اس کو مزین کرنے والا نقطہ محمد ﷺ ہیں اے دوست قضاء وقدر کا راز بھی یہ ہے اور حق کا تیر محمد ﷺ کی کمان سے ہے،

☆...... چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک   بعد از خدا بزرگ تُئی قصہ مختصر

☆......ہزار بار بشویم دہن بمشک وگلاب ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبیاست

ہزار مرتبہ دھوتا ہوں میں منہ کو مشک وگلاب سے، پھر بھی تیرا نام لینا کمال بے ادبی ہے۔

☆......آں امن الناس بر مولائے ما آں کیم اول سینائے ما

وہ (صدیق) ہمارے مولا کا سب لوگوں میں بڑا محسن اور وہ ہمارے طور سینا کا پہلا کلیم ہے۔

☆......صباء بسوئے مدینہ روکن از دعا گو سلام برخواں

بگرو شاہ مدینہ گردر بصد بضرع پیام برخواں

اے صبح کی تازہ ہوا مدینہ کی طرف چلنا شروع کر اور اس کے رہنے والوں کو سلام کہہ اور شاہ مدینہ کے گھر عاجزی تضرع سے میرا پیام سنا۔

☆......دلم زندہ شد از وصال محمد ﷺ جہاں روشن است از جمال محمد ﷺ

میرا دل محمد ﷺ کے وصال سے زندہ ہو گیا اور جہاں محمد ﷺ کے جمال سے منور ہو گیا ہے۔

☆......نہ مرد است آں کہ دنیا دوست دارد اگر دارد برائے دوست دارد

محبت رسول ﷺ اردو شعراء کی نظر میں

☆......سلامت رہے تیرے روضے کا منظر چمکتی رہے تیرے روضے کی جالی

ہمیں بھی عطا ہو وہ شوقِ ابوذر ہمیں بھی عطا ہو وہ روحِ بلالی

میرے آقا کا مجھ پر تو ایسا کرم تھا بھر دیا میرا دامن پھیلانے سے پہلے

یہ اتنے کرم کا عجب سلسلہ ہے نشہ رنگ لایا پلانے سے پہلے

☆......خدا شاہد یہ ان کے فیض صحبت کا نتیجہ تھا

شہنشاہ گر پڑے قدموں میں جب ان کے غلام آئے

☆......آنسو گرا ہے روئے رسالت مآب پر قربان ہونے آئی ہے شبنم گلاب پر

☆......خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانش فرنگ سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ ونجف

☆......نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی عزت پر

خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

نماز اچھی روزہ اچھا حج اچھا ہے زکوٰۃ اچھی

مگر میں باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا

☆......سنتے تھے جسے عشق یہی ہوگا وہ شاید خودبخود دل میں ہے اک شخص سمایا جاتا ہے

☆نازاں ہے جس پہ حسن وہ حسنِ رسول ہے یہ کہکشاں تو آپ کے قدموں کی دھول ہے

اے کاروانِ شوق یہاں سر کے بل چلو طیبہ کے راستے کا تو کانٹا بھی پھول ہے

☆محمد کی محبت ہے سند آزاد ہونے کی خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی

☆......نسبتِ مصطفی بھی عجب چیز ہے جس کو نسبت نہیں اس کی اعزت نہیں

خود خدا نے نبی سے یہ فرمادیا جو تمہارا نہیں وہ ہمارا نہیں

☆......عجب چیز ہے عشق شاہِ مدینہ یہی تو ہے عشق حقیقی کا زینہ

ہے معمور اس عشق سے جس کا سینہ اسی کا ہے مرنا اسی کا ہے جینا

☆......کچھ نہیں مانگتا دنیا سے یہ شیدا تیرا اس کو بس چاہیے نقش کف پا تیرا

☆......اتنے میں وہ رفیقِ نبوت بھی آ گیا جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار

☆......لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب گنبد آب گینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

شوکت وسنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود فقر جنید و بایزید تیرا جمالِ بے نقاب

تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے علم غیاب و جستجو عشق حضور و اضطراب

☆......امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار

جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں مروں تو کھائیں مدینے کے مجھ کو مور و مار

اڑا کے بادِ مری مشتِ خاک کو پسِ مرگ کرے حضور کے روضے کے آس پاس نثار

☆......خاک ہوجائیں گے قبروں میں حسینوں کے بدن ان کے ڈٹمپر کی خاطر راہِ پیغمبر نہ چھوڑ

☆......جو یادِ مصطفی سے دل کو بہلایا نہیں کرتے حقیقت میں وہ لطف زندگی پایا نہیں کرتے

زباں پر شکوۂ رنج و الم لایا نہیں کرتے نبی کے نام لیوا غم سے گھبرایا نہیں کرتے

یہ دربارِ محمد ہے یہاں ملتا ہے بن مانگے ارے ناداں یہاں دامن کو پھیلایا نہیں کرتے

یہ دربارِ محمد ہے یہاں اپنوں کا کیا کہنا یہاں سے ہاتھ خالی غیر بھی جایا نہیں کرتے

محمد عرش پر پہنچے تو خود خالق نے فرمایا یہ اپنا گھر ہے اپنے گھر میں شرمایا نہیں کرتے

گنہگاروں کو ہم بخشیں گے تم سے وعدہ کرتے ہیں محمد ہم کبھی جھوٹی قسم کھایا نہیں کرتے

☆......بلالو اب تو اے آقا ٹھہر جانا نہیں اچھا تڑپ کر یوں دل مضطر کا مرجانا نہیں اچھا

مدینہ کا ارادہ ہو تو عشقِ نبوی پیدا کر تعلق ہو نہ جن سے ان کے گھر جانا نہیں اچھا

☆......دل میں بسا ہے شوقِ رہِ یار کا حفیظ جائیں گے سر کے بل جو کبھی واں طلب ہوئے

☆......ہے نظر میں جمالِ حبیبِ خدا جس کی تصویر سینہ میں موجود ہے

جس نے لاکر کلام الٰہی دیا وہ محمد ﷺ مدینہ میں موجود ہے

پھول کھلتے ہیں پڑھ پڑھ کے صل علی جھوم کر کہہ رہی ہے یہ بادِ صبا

ایسی خوشبو چمن کے گلو میں کہاں جو نبی کے پسینہ میں موجود ہے

ہم نے مانا کہ جنت بہت ہے حسیں چھوڑ کر ہم مدینہ نہ جائیں کہیں

یوں تو جنت میں سب کچھ مدینہ نہیں پر مدینہ میں جنت بھی موجود ہے

☆......اے عشقِ نبی میرے دل میں بھی سما جانا مجھ کو بھی محمد ﷺ کا دیوانہ بنا جانا

جو رنگ کہ رومی پہ رازی پہ چڑھایا تھا اس رنگ کی کچھ رنگت مجھ پر بھی چڑھا جانا

جس نیند میں ہو جائے دیدارِ نبی حاصل اے عشق کبھی مجھ کو وہ نیند سلا جانا

قدرت کی نگاہیں بھی جس چہرے کو تکتی تھیں اس چہرۂ انور کا دیدار کرا جانا

☆......آہستہ قد، نیچی نگاہ، پست صدا ہو خوابیدہ یہاں روحِ رسولِ عربی ہے

☆......اے زائر بیتِ نبی یاد رہے یہ — بے قاعدہ جنبشِ لب یہاں بے ادبی ہے

☆......ہزاروں بار تجھ پر اے مدینہ میں فدا ہوتا — جو بس چلتا تو مر کر بھی نہ میں تجھ سے جدا ہوتا

سوچتا ہوں میں تب جنم لیتا — جانے پھر کیا سے کیا ہوا ہوتا

چاند ہوتا تیرے زمانے کا — تیرے ہاتھوں سے میں بٹا ہوتا

عظمتِ رسول ﷺ

☆......اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا — اور ایک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی — عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

☆میرا قائد ہے وہ زندگی پیغام تھا جس کا — محمد ﷺ نام تھا جس کا محبت کام تھا جس کا

☆وہ رفتہ رفتہ جس نے قوم کو منزل عطا کر دی — کلی آغاز تھا جس کا چمن انجام تھا جس کا

☆چاند سے تشبیہ دینا یہ کہاں انصاف ہے — چاند کے منہ پہ چھائیاں میرے مدنی کا چہرہ صاف ہے

☆......سب سے پہلے مشیت کے انوار سے — نقش روئے محمد ﷺ بنایا گیا

پھر اسی نور سے مانگ کر روشنی — بزمِ کون و مکاں کو سجایا گیا

وہ محمد بھی احمد بھی محمود بھی — حسن مطلق کا شاہد بھی مشہود بھی

علم حکمت میں وہ غیر محدود بھی — ظاہراً امیوں میں اٹھایا گیا

خلیل اللہ نے جس کے لئے حق سے دعائیں کیں — ذبیح اللہ نے وقتِ ذبح جس کی التجائیں کیں

جو بن کر روشنی پھر دیدۂ یعقوب میں آیا — جسے یوسف نے اپنے حسن کے نیرنگ میں پایا

کلیم اللہ کا دل روشن ہوا جس ضو فشانی سے — وہ جس کی آرزو بھڑکی جوابِ لن ترانی میں

وہ جس کے نام سے داؤد نے نغمہ سرائی کی — وہ جس کی یاد میں شاہِ سلیماں نے گدائی کی

دلِ یحییٰ میں ارماں رہ گئے جس کے زیارت کے — لبِ عیسیٰ پہ آئے وعظ جس کی شانِ رحمت کے

مبارک ہو وہ ختم المرسلین تشریف لے آئے — مبارک ہو وہ رحمۃ اللعالمین تشریف لے آئے

☆......قدم قدم پہ رحمتیں قدم قدم پہ برکتیں — جہاں جہاں سے وہ شفیع عاصیاں گزر گیا

☆......کتابِ فطرت کے سرورق پر جو نام احمد رقم نہ ہوتا　　تو نقشِ ہستی ابھر نہ سکتا وجودِ لوح و قلم نہ ہوتا
زمیں نہ ہوتی فلک نہ ہوتا عرب نہ ہوتا عجم نہ ہوتا　　نہ محفل کن فکاں نہ ہوتی اگر وہ شاہِ امم نہ ہوتا

☆......جمال کو تیرے کب پہنچے حسن یوسف کا　　وہ دل ربائے زلیخا تو شاہد ستار کا
رہا جمال پہ تیرے حجاب بشیرت　　نہ جانا کون ہے کچھ بھی کسی نے جز ستار

☆......وہ آئے تو عظمت بڑھ گئی دنیا میں انسان کی　　وہ آئے جب تو انساں کو فرشتوں کے سلام آئے

اے رسولِ امیں خاتم المرسلیں تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
ہے عقیدہ یہ اپنا بصدق و یقین تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
بزمِ کونین پہلے سجائی گئی پھر تیری ذات منظر پہ لائی گئی
سید الاولیں سید الآخریں تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
مصطفیٰ مجتبیٰ تیری مدح و ثنا میرے بس میں نہیں دسترس میں نہیں
دل کو ہمت نہیں لب کو یارا نہیں تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
کوئی بتلائے کیسے سراپا لکھوں کوئی ہے وہ کہ جس کو تجھ سا کہوں
توبہ توبہ نہیں تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں
اے سراپا نفیس انفس دو جہاں سرور دلبراں دلبر عاشقاں
ڈھونڈتی ہے تجھے میری جانِ حزیں، تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں

☆......کائنات حسن جب پھیلی تو لامحدود تھی　　اور جب سمٹی تو تیرا نام بن کر رہ گئی

☆......جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

☆......جو عاصی کو کملی میں اپنی چھپالے　　جو دشمن کو بھی زخم کھا کر دعا دے
☆......اسے اور کیا نام دے گا زمانہ　　وہ رحمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

☆......وہ جو شیریں سخنی ہے میرے مکی مدنی　　تیرے ہونٹوں کی چھنی ہے میرے مکی مدنی
تیرا پھیلاؤ بہت ہے تیرا قامت ہے بلند　　تیری چھاؤں بھی گھنی ہے میرے مکی مدنی

دستِ قدرت نے تیرے بعد پھر ایسی تصویر نہ بنائی نہ بنی ہے میرے مکی مدنی
نسل در نسل تیری ذات کے مقروض ہیں ہم تو غنی ابن غنی ہے میرے مکی مدنی

☆......عجب نہیں تیرے خاطر سے تیری امت کے گناہ ہووے قیامت کو طاعتوں میں شمار
بکیں گے آپ کی امت کے جرم ایسے گراں کہ لاکھوں مغفرتیں ہوں گی کم سے کم پہ نثار

☆......تیری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہنچا میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

☆وہ ہیں بیشک بشر لیکن تشہد میں اذانوں میں جہاں دیکھو خدا کے نام کے بعد ان کا نام آئے

☆گر عرض و سما کی محفل میں لولاک و لما کا شور نہ ہو یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ سیاروں میں

☆یہ خاک مقدس ہے گلابوں کی جبیں سے آہستہ قدم رکھنا مدینہ ہے مدینہ

☆مدینہ کو جاؤں پلٹ کر نہ آؤں وہیں گھر بنانے کو جی چاہتا ہے

☆یہی ہے تمنا یہی آرزو ہے یہی تو سننے کو جی چاہتا ہے

☆جبیں تیرے قدموں میں اک روز رکھ کر گناہ بخشوانے کو جی چاہتا ہے

☆غمِ مصطفی جس کے سینے میں ہے جہاں بھی رہے وہ مدینہ میں ہے

☆ کتنے نے محبت میں آنسو بہائے یوں جنت میں پایا مقام اللہ اللہ

☆نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

☆یہ حسن ساتھ عشق کے کیا لاجواب ہے رکھی ہوئی رحل پر خدا کی کتاب ہے

سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

☆تھکی ہے فکر رساں اور مدح باقی ہے قلم ہے آبلہ پا اور مدح باقی ہے
☆ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے تمام عمر لکھا اور مدح باقی ہے

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

اتباعِ رسول ﷺ

☆ قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے — دہر میں اسمِ محمد سے اجالا کردے

☆ تیرے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں — حقیقت اس کو کردے میں صورت لے کے آیا ہوں

☆ نئے مے محبت میں آنسو بہائے — یوں جنت میں پایا مقام اللہ اللہ

پروانے کے لئے شمع بلبل کو پھول بس — صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول ﷺ بس

☆ وہی سمجھا جائے گا شیدائے جمالِ مصطفی — جس کا حال حالِ مصطفی ہو، قال قالِ مصطفی

☆ کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں — یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

☆ محمد کی محبت دینِ حق کی شرطِ اول ہے — اس میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

☆ جو پہنچا حشر میں ثاقب فرشتے سب پکار اٹھے — محمد ﷺ کے غلاموں کے غلاموں کا غلام آیا

☆ شافع کون و مکاں کی راہ دکھلاتا رہا — گمراہانِ شرک کو توحید سکھلاتا رہا

اس صدی میں عصرِ حاضر کا فقیہ بے مثال — سنت خیر الوری کے زمزمے گاتا رہا

پرچمِ اسلام ابرِ درخشاں کے روپ میں — بت کدوں کی چار دیواری پہ لہراتا رہا

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆